ایمان بالغیب سے معرفت تک کا سفر ہی دین حق ہے

معرفت شیطانِ لعین

تصنیف:

سجاد مسعود قریشی

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا ؕ

(بے شک شیطان تمہارا حقیقی دشمن ہے پس اُسے اپنا دشمن ہی سمجھو)

معرفت شیطانِ لعین

(The absolute reality of Satan)

تصنیف:

سجاد مسعود قریشی

Contact: 0321-4742267
Email: sajjadsom@gmail.com

DATA ENTERED

Marfat.com

297.4
سس 33 م
140280

جملہ حقوق بحق مصنف

نام کتاب: ---------------- معرفتِ شیطانِ لعین
مصنف: ---------------- سجاد مسعود قریشی
طبع اول: ---------------- جنوری 2018ء
تعداد: ---------------- 300/-
کمپوز اینڈ ڈیزائن: ---------------- محمد اعجاز صاحب
ٹائٹل ڈیزائن: ---------------- محمد طاہر محمود
قیمت: ---------------- 260/- روپے

تصنیف:

سجاد مسعود قریشی 365

ملنے کا پتہ: 360۔ ڈی بلاک فیصل ٹاؤن لاہور
Contact: 0321-4742267
Email: sajjadsom@gmail.com

Marfat.com

دُعا

یا رب العالمین ہر تعریف اور عبادت کے لائق تیری ذاتِ اقدس ومبارک ہے۔یا نعم المجیبون اس کتاب کی تکمیل میں، میں اپنے اختیار وصلاحیت سے بیزاری کا برملا اظہار کرتا ہوں۔تجھ پر توکل کرتا ہوں کیوں تیری توفیق کے بغیر ہر عمل ناممکن ہے۔یاقادر وقیوم تو ہر شے پر قادر ہے۔اور میں ہر معاملے میں بے بس ولاچار ہوں۔میرے لیے تو ہی کافی ہے اور اے اللہ! درود وسلام بھیج ہمارے سید وآقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تعداد میں جسے صرف تو ہی شمار کرسکتا ہے۔میں تیری بارگاہ سے اُمتِ مسلمہ کے لیے ہر اُس خیر کا طلب گار ہوں جو سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے طلب فرمائی اور ہر اُس شر سے اُمت کے لیے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس سے تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ طلب فرمائی۔ اللھم آمین!!!

تحریک عرفان القرآن

بانی سجاد مسعود قریشی (گدائے مصطفیٰ ﷺ)

Marfat.com

انتساب

اُن جذباتِ عشق کے نام جن کی قوتِ نورانی سے
محمدِ مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کا اول واخر، ظاہر و باطن، قرآن و فرقان اور یسٰین و
طٰہٰ کا ہونا آشکار ہوا۔

تحریک عرفان القرآن

بانی سجاد احمد مسعود قریشی (گدائے مصطفیٰ ﷺ)

Marfat.com

جواہرِ سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وحدت	رسالت	نبوت	رحمت	عبادت
اطاعت	رفعت	جلالت	حکمت	حقیقت
عقیدت	معرفت	ولایت	ریاضت	طریقت
شریعت	صداقت	ایمانیت	امانت	سخاوت
خلافت	نورانیت	سعادت	رفاقت	کریمیت
دیانت	صالحیت	مدحت	امامت	قدرت
طہارت	زکاوت	تلاوت	مغفرت	شہادت
لطاوت	وسعت	متانت	ذہانت	فراست
قناعت	بلاغت	وجاہت	خُلّت	روحانیت
فصاحت	عزیمت	حاکیت	حکومت	جمیعت
خلوت	عینیت	وکالت	خیریت	صحابیت
فضیلت	غنیمت	جنت	عافیت	قربت
شجاعت	سنگت	نعت	حجت	فرحت
مئودت	نصرت	ضیافت	مداومت	طمانیت
خدمت	شرافت	حفاظت	حمیت	غیرت
جلوت	درایت	مخالفت	سطوت	رافت

تحریک عرفان القرآن

بانی سجاد احمد مسعود قریشی (گدائے مصطفیٰ ﷺ)

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	سوانح عمری منصف	1
2	تمہید	7
3	تخلیق ارضی و بشریت کی حکمت	11
4	جنت سراسر خیر و جہنم سراسر وبال	12
5	شیطنت ایک اٹل حقیقت	13
6	انسان اور ناگزیر عداوت	16
7	تضاد و تصادم کی بنیاد	18
8	قصہ آدم منشورِ حیات ارضی	22
9	شیطانِ مردود کا تعارف	24
10	شیطانِ لعین کو پیدا فرمانے کی حکمت	26
11	شیطان کا حقیقی مشن	31
12	خروجِ خلد کے شیطانی حربے	33
13	رب کا احسان اور انسان کی کم ظرفی	44
14	نجدین کی ہدایت	46
15	فنائیت بشری کی حکمت	48
16	شیطان لعین کا طریقہ واردات	51
17	شیطان ایک محرک عظیم	53
18	شہوات اور حب دنیا	62

Marfat.com

19	عورت کو جنت سے بھٹکانے کے شیطانی حربے	65
20	شہوت کی تعریف	72
21	ارادہ اور عمل کی حکمت	73
22	شیطانی ورغلات کی قرآنی ہدایت	73
23	اکلِ حلال وطیب	73
24	تنگدستی کا خوف فحاشی کا حکم	82
25	بے حیائی کا شیطانی حکم	84
26	شیطانی اعمالِ رجس	85
27	مال واولاد میں شیطانی شراکت داری	91
28	غافلانِ خدا کی شیطانی پارٹی	95
29	ہر مولود کے ساتھ فرشتہ اور شیطان ہے	102
30	شیطان جبر پر قادر نہیں	105
31	میدانِ حشر اور شیطان کی دستبرداری	107
32	عدوشناسی میں یہ ڈھٹائی کیسی	109
33	خود شیطان کیونکر گمراہ ہوا	110
34	شیطان کے خلاف منظم وموثر دفاع	112
35	آپ کا ردِعمل معرفتِ شیطانی کا ذریعہ	112
36	تعوذ یا استعاذہ	114
37	اللہ کی پناہ	115
38	شیطان لعین کی قرآن دشمنی	119

Marfat.com

121	فکرِ آخرت ایک موثر دفاعی حربہ	39
124	شیطان پرستی' دعائیں نامقبول	40
126	موت کو کثرت سے یاد کرنا	41
129	موت کو کیسے یاد کیا جائے	42
129	قبو کی زیارت میں عبرت	43
130	صحبت صالحین سے روگردانی	44
131	خطوات الصالین	45
132	اعمالِ صالحہ کا جنون	46
135	تقلید' صراطِ جحیم	47
139	شکم سیری شہوات کا منبع	48
141	پیٹ بھر کر کھانے کے نقصانات	49
141	ملوکیت یعنی شیطانی حاکمیت	50
145	ملوکیت کے وحشیانہ خدوخال	51
153	مطلق العنان سراپا شیطان	52
154	ظلم ہی حقیقی ظلمت ہے	53
161	خودکشی شیطانِ لعین کی فتح ہے	54
162	فقہ و معرفت شیطان پر غلبے کی ضمانت	55

Marfat.com

سوانح عمری

(سجاد مسعود قریشی)

میرے آباء واجداد تقسیم ہند سے پہلے بھی لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ والد صاحب اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ عالمانہ وجاہت اور وضع داری اُن کی شخصیت میں عیاں تھی۔ ان کا کمالِ بندگی رزقِ حلال کے لیے پیہم اور عظیم جہاد میں مضمر تھا جو پورے خاندان کے لیے آج بھی مشعل راہ ہے۔ اُن کے متکرر تبادلوں کی بدولت کئی شہروں میں ہجرت کے تلخ وشیریں تجربات کا موقع نصیب رہتا۔

میرے حافظے کا مورخ بتاتا ہے 1964ء میں مجھے لاہور کے اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ میں درجہ ششم کے سپرد کیا گیا۔ پہلے ہی روز سکول کی بزمِ ادب میں کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا تو دیواروں پر سید الشعراء علامہ محمد اقبالؒ کے اشعار لکھے ہوئے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس سکول میں میرا آنے کا مقصد انہی اشعار کی حکمتوں کو رہنما اصول بنانا تھا۔ یہ اشعار اس حیاتِ رزمِ حق وباطل میں آج بھی میرے امام ہیں۔

1969ء میں اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور داخلہ نے زندگی کو بڑا پُر کیف موڑ دیا۔ کالج اور جوانی کا ایک حسین رومانوی سنگم ہوتا ہے جسے میں آج بھی محسوس کرتا ہوں۔ 1974ء تک اسی علمی وادی میں علم وشباب کی پرورش ہوتی رہی۔ گریجوایشن کا تمغہ سینے پر سجا کر عظیم وشفیق اساتذہ نے عزت واحترام سے رخصت فرمایا۔ یہیں چند دوستوں کی مخلصانہ رفاقت نصیب ہوئی جو اس مصائب وبلا کی دنیا میں آج بھی ہمدم وہمدوش ہیں۔

موسیقی اور گانا میری سرشتِ خسروی میں شامل تھا لہٰذا کالج ہی کے دور میں عظیم موسیقار سلیم اقبال صاحب اور بعد میں عظیم کلاسیقی استاد اختر شیرازی صاحب سے مستفید ہوا۔ ایک دوست کی فلم میں موسیقی ترتیب دی اور گانے گائے لیکن رب ذوالجلال نے کرم کی انتہا فرمائی

Marfat.com

اور تدبرِ قرآنی کا ذوق عطا فرمایا لہٰذا موسیقی سے ہجرت کر کے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نگری میں بسیرا کر لیا۔

1974ء میں والد صاحب کی خواہش پر بادلِ نخواستہ ایم۔اے عربی کے لیے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی اولڈ کیمپس لاہور میں داخلہ لیا۔ امرِ تقدیر نے حالات کے دھارے کو بدل دیا اور ادھورے ایم۔اے عربی کے ساتھ عالم عرب کے قلب یعنی سعودی عرب ہجرت کرنا پڑی۔ کچھ معاشی استحکام نصیب ہوا تو تقریباً نو سال بعد واپس ارض پاک اور داتا کی نگری میں ڈیرہ ڈال لیا۔ اس دوران حرمین شریفین کے صدقے تدبر قرآنی کا ذوق نصیب ہوا۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری کی مضمر حکمتوں میں گم ہوتا چلا گیا۔

داتا علی عثمان ہجویریؒ نے تصوف وطریقت کا وہ فیض نصیب فرمایا کہ کشف المحجوب نے میری مرشدانہ رہبری کا ذمہ لے لیا۔ مرزا غالب اور دیگر بلند مرتبت شعرا کے علاوہ میرے عصرِ شباب کی فلمی شاعری کے ادبی معیار نے زندگی کے رومانوی پہلوؤں کو اجاگر کیا بلکہ جمالیاتی حس کو بھی توانائیاں فراہم کیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے خودی کی حقیقت آشکار فرما کر مجھ سے میرا تعارف کروا دیا۔ مجھے علم الیقین، حق الیقین اور عین الیقین کی علمی شاہراؤں سے محتاط انداز سے گزرنے کا شعور بخشا۔

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے
(اقبالؒ)

علامہؒ کے فیضانِ نظر سے شاعری کے ذوق کو بھی جلا نصیب ہوئی۔ اس سخن وری کو طمانیت اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم کی شانِ قدسی کے بارے اظہار کی کچھ توفیق نصیب ہو جائے، لیکن ہر مرتبہ اپنی کم مائگی اور کم ظرفی کا احساس بھی رہتا ہے۔

Marfat.com

ے جو آپؐ کے شایاں ہو کیا ایسا بیاں لکھوں
میری کہاں بساط بطرزِ قرآن لکھوں
ے کیا خبر کس کیف میں ہو گا وہ ربِ کبریا
جب کہا ہو گا بڑی چاہت سے اُس نے والضحیٰ

(سجاد)

بچپن میں علامہ اقبالؒ کی شاعری کے اثر نے نگاہ شوق کو لطافت بخشی اور جہاں بینی کی لگن نصیب ہوئی اور یوں میری ذات جویائے اسرارِ ازل کا پیکر بن گئی۔

یہی جستجو مجھے لاہور کے نواح میں سندر شریف عظیم المرتبت تاجدارِ چشت بابا وجیہہ السیما عرفانیؒ کی بارگاہ لے گئی جہاں سجادہ نشین سیّد محمد حبیب شاہ صاحب دامت برکاتہ سے فیضان عرفانیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ''شرحِ صدر'' نصیب ہوا جو یقیناً ''کاملاں را رہنما'' ثابت ہوا۔

''یتفکرون اور اولالباب'' کی ہمدوشی کے شوق اور ذوق کی تسکین کیلئے توفیق حق نے ایک نیا باب کھول دیا۔ ٹیلی ویژن پر مجدد عصر حاضر شیخ السلام ڈاکٹر طاہر القادریؒ صاحب کے خطابات نے قرآن حکیم اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلّم کی حکمتوں کو تمام مصادرِ علم کی روشنی میں یوں آشکار فرمایا کہ روح نہال ہوگئی۔ یہ ایک خاص کرم تھا رحمت اللعالمینی ﷺ کا کہ سفر کی زحمت اُٹھائے بغیر اپنی خواب گاہ میں علم وحکمت کا ایک عظیم مشرب جاری ہوگیا۔ آپؒ کے مرشدانہ طرزِ خطابات نے میرے مریدانہ ذوق کو اور وجدانی تشنگی کو خوب سیراب فرمایا۔

پیران پیر غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی تصنیف ''فتوح الغیب'' میں اپنے روحانی مجاہدات ومشاہدات کے ذریعے معرفت کی راہ استوار فرمادی امت کے لیے بھی اور مجھ جیسے بے مایہ کے لیے بھی۔ یہ تصنیف وہ جامعہ ولایت ہے جہاں غوث، قطب، ولی، ابدال اور مجدد پروان چڑھتے ہیں۔ یہاں کاملیں عالم جبروت کی منازل طے کرتے ہیں۔

Marfat.com

آج تک علم و فضل کا کوئی طالب علم ایسا نہیں ملا جسے امام غزالیؒ کے تدبر نے سیراب نہ کیا ہو۔ امامؒ کی حقیقی عظمت یہ ہے کہ اُن کی ہر تحریر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آج کے سائنسی دور میں انہیں تحریر کیا گیا ہے بلکہ قیامت تک کی ہر تہذیب و تمدن کی عکاسی اور جدّت اُس میں نظر آتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اہلِ مغرب کی علمی و سائنسی کامرانیوں میں امامؒ کی تعلیمات کا کلیدی کردار ہے۔

چونکہ ''تفسیر ابنِ کثیر'' کے بغیر قرآنی عظمت آشکار نہیں ہوتی۔ لہٰذا تفسیر کے بارہا مطالعہ کی توفیق نصیب رہی اس کے علاوہ پیر کرم شاہؒ کی تفسیر ''ضیاء القرآن'' کے مطالعہ نے بھی بے شمار اسرار ہستی کی عقدہ کشائی کی۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمتوں کو کائنات کے ذرّے ذرّے کا سلام جنھوں نے احادیث کا ایسا خزانہ متعارف فرمایا جس نے عقیدہ سازی کی تمام تر حکمتیں اور اصول فراہم کر کے نبی ﷺ اور نبوت کی عظمت اجاگر فرمائی۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کی ''ابیات پنجابی'' اور ''نفی اثبات'' آپ کی تصنیف لطیف ''اسرار قادری'' نے ''ھُو'' کے روحانی ترنم میں سرمست کر کے تصوف و ولایت کی لطافتوں سے بہرہ مند فرمایا۔ حیات ارضی میں حق و باطل کے پیہم تصادم میں آپ نے نفی اثبات کے اصول کی وضاحت فرما کر تزکیۂ نفس کی شاہراہ دکھادی۔ عظیم وجید شہنشاہ ولایت سرکار بلھے شاہ نے جس سادگی سے حق و باطل میں امتیاز کو واضح فرمایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؒ نے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم ''دین خلوص نیت ہے'' کی وضاحت، خوبصورت مگر جامع الفاظ، مترنم بحروں اور عوامی انداز سے فرمائی ہے کہ زنگ آلودہ دل بھی وجد میں شاداں و رقصاں ہوجاتے ہیں۔ میری جان سے بھی عزیز! میرے پیارے باباؒ نے یہ فرما کے کہ

Marfat.com

؎ بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور

فنا و بقا کی دقیق حکمت بڑی سادگی سے بیان فرما کر امت پر احسان عظیم فرما دیا۔

؎ مولوی ہر گز نہ شُد مولائے رومؒ
تا غالم شمس تبریزی نہ شد

راہ طریقت کا سفر عشق کے بغیر ممکن نہیں اور بادۂ عشق خیرات ہے صاحبِ الکوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلّم کی۔ اسی بادۂ قدسی سے سرمست مولانا رومؒ نے اپنے شرحِ صدر کے تصدق سے منظوم انداز میں تقدیرِ عالم بے حجاب فرما دی۔ جنہیں علامہ اقبالؒ نے اپنا استاد تسلیم کیا تو اُن کی شاعری پڑھنے کا اشتیاق بیدار ہوا لیکن تنگئ وقت اور فکر معاش آڑے آئے۔ لیکن ایک روز ٹیلی ویژن پر نیریاں شریف کے عظیم المرتبت پیر علاؤالدین صدیقیؒ دامت برکاتہٗ کا درسِ مثنوی دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی تو ایک قوی احساس ہوا کہ اس بزرگ عمری میں علم و حکمت کے جس فیضان و کرم کی ضرورت تھی وہ اب نصیب ہو رہا ہے۔ میرے پاس کم از کم نہ الفاظ ہیں، نہ زورِ بیان ہے نہ شعور ہے جس سے میں قبلہ پیر صاحبؒ کی حکیمانہ عظمت کا احاطہ کرسکوں۔ البتہ علامہ اقبالؒ کی حکیمانہ بصیرت کا سہارا لیتا ہوں۔

؎ تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے
تو فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہینِ شاہ لو لاک ہے تو

اَللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی نے انسانوں کو نسل در نسل پیدا فرمانا مقدر فرمایا کہ علم و تمدّن بصورت وراثت (Heritage) تواتر کے ساتھ اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا رہے۔ اگرچہ اوقات نہ تھی لیکن امت کی بے راہ روی اور تقلیدی روش نے دل رنجیدہ کر کے تحریک فراہم کی کہ لوگوں کو قرآن فہمی اور سیرت مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلَّم سے آگاہی کی طرف مائل

Marfat.com

کیا جائے۔ بارگاہِ رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلَّم میں عرضداشت قبول ہوئی۔ توفیقِ حق سے لاہور فیصل ٹاؤن۔ اکبر چوک کی معروف مزمّل مسجد میں جمعۃ المبارک کی خطابت سے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ اب سالہا سال سے یہ سلسلہ ربِ کریم نے جاری فرما رکھا ہے۔

اب 2017 میں تحریک عرفان القرآن متعارف کروانے کا ارادہ ہے گر قبول بارگاہِ ربِ کریم ہو۔ اسی ضمن میں اپنی کچھ تصانیف کی اشاعت کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ جس کا مطمع قلب ونظر فرقہ واریت کی بیخ کنی اور عشقِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلَّم ہے۔ دراصل یہ ترغیب تھی میرے مرشدِ کریم بابا "" وجیہہ السیما عرفانی" "" کی کہ آپ" فرمایا کرتے تھے بیکار ہے وہ شعور جو کسی مقصد سے وابستہ نہیں۔

Marfat.com

تمہید

ارتقاءِ حیات میں عالمگیر امن و عافیت کا حقیقی غارت گر ابلیس مردود ہے جسے ہم شیطانِ لعین کے نام سے جانتے ہیں، مانتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں۔ کیا عجب تماشہ ہے کہ اس کرۂ ارضی پر آج تک کوئی ایک بھی ظالمانہ اور تخریبی عمل وقوع پذیر نہیں ہوا جس کے پیچھے شیطانی ورغلاہٹ اور بہکاوا کارفرما نہ ہو۔ کوئی ریاء کاری، منافقت، فکری پراگندگی، فاسقانہ جنس پرستی، بد دیانتی، انانیت اور فتنہ و فساد برپا نہیں ہوتا جب تک شیطانی وساوس تحریکِ عمل فراہم نہ کریں۔ اس تصادم و تضاد کی دنیا میں جہاں پیکرِ بشری کی جبلّت طمع، ہوس، لالچ، خود غرضی، بغض، غیبت، چغلی، کینہ، جھوٹ، غصب، استحصال، تکبر، حسد، بد دیانتی، اسراف، نمود و نمائش، خوشامد پسندی اور خوشامد پرستی جیسی علتوں سے عبارت ہو وہاں جہاں بین و جہاں باں انسان شیطان جیسے لعین و مکروہ دشمن سے اس حد تک لا پرواہ ہو تو پھر یقیناً اُسکا ٹھکانہ جہنم ہی ہونا چاہیے۔

ہمارے دین کی حقیقی روح اس امر میں ہے کہ صراطِ مستقیم کا سفر ایمان بالغیب سے شروع ہو لیکن فوراً ہی عبادات اور مجاہدات کے ذریعے اکتشافِ حق کی جستجو کے لیے کمر کس لی جائے۔ حق آگاہی کا سفر ہی درحقیقت طریقِ معرفت ہے جسے ہم نے دنیا پرستی میں کھو دیا۔

؎ حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

(اقبالؒ)

اس سے بڑھ کر شعوری رہنمائی کیا ہو سکتی ہے کہ سیّد کائنات ﷺ نے فرمایا کہ حکمت مومن کی گم شدہ شے ہے۔ پھر فرمایا کہ مومن حقیقی کی فراست سے خوف کھاؤ کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں جان لینا چاہئے کہ اسلام میں جہالت کا معیار لاعلمی نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ اپنی ہی حقیقت سے آگاہ نہ ہونا ہے۔ اپنے جامع نفسیاتی نظام اور کردار سازی میں اس سے استفادہ نہ کرنا یہ مطلق جہالت ہے۔ یہی وہ جہالت ہے جس نے انسان کو کبھی کفر و باطل کی دلدل سے نکلنے نہیں دیا۔ چاند اور دیگر ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے سائنسی دیوتا بھی اسی حجاب میں مستور ہیں۔ تاریخ کی روح گواہ ہے کہ زمین پر فساد، خونریزی اور املاک کی تباہی میں ہمیشہ یہی قلوب کے اندھے ملوث تھے، ہیں اور رہیں گے۔ اب اگر کوئی مفسد اور غارتگر کو اُس کی علمیت کے سبب جاہل نہ سمجھے تو وہ یقیناً حق آگاہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ طے شدہ امر ہے کہ شیطان کے مشن، اس کے طریقۂ واردات، اس کی عداوت، اس کا عزم، اس کی اقوات اور انسانی کمزوریاں، اس کے ہتھیار اور انسانی دفاع جیسی حکمتوں سے پیہم چشم پوشی کیے رکھنا اکبرالکبائر گناہ ہے۔

آج دنیا بھر کے میڈیا پر لاکھوں کی تعداد میں مبصرین اور تجزیہ کار ہر نوع کے انسانی مسائل پر مباحثوں میں سر کھپاتے نظر آتے ہیں۔ مسائل کے اسباب و تدارک پر بڑی فقیہانہ مغز ماری دیکھنے اور پڑھنے کو ملتی ہے لیکن بشمول اسلامی ممالک کے کہیں کوئی ایک بصر بھی اس قتل و غارت کو شیطان سے منسوب نہیں کرتا۔ ثابت ہوا کہ دنیا متقین سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔ قرآن کے مطابق تقویٰ شیطانِ مردود سے جنگ کیے بغیر نہیں حاصل ہوتا۔

پوری دنیا میں کسی بھی سطح پر یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ کسی ایک مومنِ حقیقی یا متقی سے خلق کو معمولی سا بھی نقصان یا الم پہنچا ہو اور اس کا ایک ہی سبب ہے کہ وہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی و اطاعت پر کاربند رہتا ہے۔ یہی درحقیقت ایک راستہ ہے شیطان مردود کو بے بس و لاچار کیے رکھنے کا۔ لیکن! یہ ملحوظ ہے کہ یہ جنگ کسی طور پر بھی شیطانی معرفت کے بغیر نہیں لڑی جا سکتی۔

توفیقِ حق سے یہ کتاب تا قیامت ایک نصاب کی صورت استعمال کی جا سکے گی کیونکہ یہ نورِ قرآنی کی روشنی میں معرفتِ شیطانی کی منزلوں سے گزر کر تحریر کی گئی ہے۔ یقیناً اس معرفت کی توفیق و بصیرت اللہ وحدہ لاشریک نے عطا فرمائی اور اس علم و حکمت کا خزانہ قاسمِ نعمت آقائے دو

Marfat.com

جہاں ﷺ کی بارگاہ سے نصیب ہوا۔

ایک استاد ہونے کی حیثیت سے میں نے مختلف نکات کو مرکزی خیالات کی صورت میں متکرر استعمال کیا ہے لیکن ہر مرتبہ اُنہیں مختلف سیاق وسباق کی موافقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔اس کا مقصود کچھ خاص اور اہم پہلوؤں کی حکمت کو اجاگر کرنا تھا تاکہ اس کتاب کو محض پڑھا نہ جائے بلکہ اسے اپنی ذات پر لاگو کیا جائے کیونکہ ہمارے دین کی روح ''معلوم کو معمول'' بنانے میں ہے اور اس کا حقیقی ہدف اس خار دار جنگل نما دنیا سے دامن بچا کر قلبِ سلیم اور نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے خالقِ حقیقی سے ملاقات کرنا ہے۔

ربِ ذوالجلال نے انسان کو ابدی حیات عطا فرمائی ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔

قرآن: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے تو وہی اہلِ دوزخ ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ 2: آیت نمبر 39)

اس آیت کریمہ کا جب ہم سطحی مطالعہ کرتے ہیں تو ہماری فکر صرف کفار کی سزا پر مرکوز رہتی ہے لیکن اگر حکیمانہ بصیرت سے اس کی گہرائی میں اُتریں تو ربِ ذوالجلال کی عظیم ترین حکمت آشکارہ ہوتی ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی زندگی ایسی ابدی نعمت ہے جسے جہنم کی آگ بھی ختم نہیں کر سکتی۔خود قرآن نے ہی اس کی تائید بھی فرمادی:

قرآن: فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝

ترجمہ: بے شک اُسی کے لیے جہنم ہے۔نہ وہ اس میں مر سکے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔

(طٰہٰ 20: آیت نمبر 74)

اب اگر انسان اپنے دِل میں حیاتِ ابدی کا عقیدہ راسخ نہیں کرتا اُس کے لیے ربوبیت، رسالت اور ہدایتِ قرآنی بے معنی ہے اور اس صورت میں اُس کے پاس ایک ہی راستہ بچتا ہے کہ وہ انسانی ظن وگمان یعنی انسانی نظریات اور خواہشات نفس کی پیروی کرے۔

Marfat.com

یاد رہے کہ حیاتِ ارضی انسانی زندگی کا ایک بہت خاص مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں انسانی زندگی کو ایک پیکرِ بشری میں محبوس کیا گیا ہے۔ اس مرحلے سے گزر کر انسان پھر ایک دوسری دنیا میں منتقل ہوتا ہے لیکن اس عبوری مرحلے سے گزرنے کے لیے اُسے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ موت ہمیں ایک دوسری دنیا میں منتقل کرنے کا مرحلہ ہے یہ ہمیں ہرگز معدوم نہیں کرتی یعنی ہمیں ہمیشہ کے لیے مٹا نہیں دیتی۔ یہ ہمیں شئے (Thing) سے لاشئی (Nothing) میں نہیں منتقل کرتی۔ موت و حیات کا یہی کھیل بے شمار خُدائی حکمتوں کا مظہرِ اتم ہے اور اس کھیل کو شعوری سطح پر سمجھنے کے لیے جو صلاحیتیں اور قدرتیں درکار ہیں وہ ربِ کریم نے صرف انسان کو ہی ودیعت فرمائی ہیں۔

؎ تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
(اقبالؒ)

حیات و ممات کا یہ کھیل غریب تر اس لیے ہے کہ ہماری بشریت ہماری اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ بے شمار مادی معجزات کا مظہر یہ کرۂ ارضی محض ایک کھیل تماشے کا میدان ہے۔ جس نے اس کھیل تماشے میں دِل لگا لیا وہ ناعاقبت اندیش، برباد و معتوب ہوا اور جس نے اپنے نفس کو دنیاوی فریب سے پاک کر لیا وہ ابدی عظمتوں اور راحتوں کا امین بن گیا۔

سجاد مسعود قریشی

Marfat.com

تخلیق ارضی اور بشریت کی حکمت:

اس کائنات کا ایک ایک ذرّہ تخلیق خُداوندی کا بے مثل شاہکار ہے۔ ہر ذرّہ احسن الخالقین کی حکمت بے پایاں کی بدولت کونین کی ہر مخلوق کا جزوِ لازم ہے۔ اسی لیے تمام کائنات ایک مربوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دِل چیریں
(اقبالؒ)

اب اس حکمت کاملہ کو سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ اس حکمتوں کی مظہر کائنات میں زمین پر انسان کی زندگی حقیقت تامہ کیوں نہیں ہے۔ اس حقیقت کا پردہ نبی مکرم سیدِ کائنات ﷺ اپنے اس ارشادِ گرامی میں چاک فرمایا کہ حیاتِ ارضی انسان کے لیے ایک خواب کی مانند ہے جس گھڑی اُسے موت آتی ہے اُس کی آنکھ حقیقی زندگی پر کھلتی ہے۔ ذات سیّدِ کائنات کا یہ حکیمانہ فرمان تمام مستند کتبِ حدیث میں موجود ہے۔

پوری کائنات میں صرف انسان ہی عقلمند مخلوق ہے مگر یہ اس کا نصیب ہے کہ اسے اشیاء اور معاملات کے فہم اور ادارک کے لیے شعوری جستجو کرنی پڑتی ہے۔ اپنے مشاہدات، تجربات اور تجزیات کی روشنی میں اس کے معروضی خیالات علمِ حقیقی میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔

انسانی حصولِ علم کا یہ سفر ایک خاص اصول کا پابند ہے یہ سفر مانوس سے غیر مانوس کی طرف ہوتا ہے یعنی (From familiar to unfamiliar) دنیا کا ہر تعلیمی نظام اسی اصول پر چل رہا ہے۔ ہر ماہر اور تجربہ کار استاد اپنے شاگردوں کو پہلے مانوس (Familiar) چیزوں کی وضاحت کرتا ہے اور یوں اُن کے شعور کو غیر مانوس سے آگاہ کرتا ہے۔ یعنی مانوس کی تفصیل بیان کرتا کرتا غیر مانوس کو بھی واضح کر دیتا ہے۔ آج کل اس کے لیے یہ اصطلاح بھی مستعمل ہے یعنی (From general to specific) عمومیت سے خصوصیت۔

Marfat.com

اب یہ اللہ عزیز وحکیم کی حکمت بے پایاں ہے کہ وہ ہمیں عالم ناسوت (عالم اجسام، دنیا) میں رکھ کر ہماری بشری جستجو کے نتیجے میں ہمیں عالم غیب سے شناسا فرمانا چاہتا ہے۔ آج تمام تر شعوری کاوشیں انسان کے لیے عقدہ کشاء ہیں کہ یہ مادی دنیا متاعِ غرور ہونے کے باوجود پرتو ہے عالم غیب کا۔ اس دنیا میں وجود رکھنے والی شئے اپنی خصوصیات کے اعتبار سے عالم غیب کی کسی نہ کسی شئے کی ترجمان ہے۔ دنیا کی زندگی میں کرۂ ارض جانداروں کو ایک معین وقت تک ٹھکانہ اور وسائل فراہم کرے گا۔

قرآن: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

ترجمہ: اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ/ بسیرا اور سامانِ زندگی ہے ایک مقررہ وقت تک۔

(البقرہ2: آیت نمبر36)

ہدایتِ قرآنی کے مطابق عالمِ بالا بھی انہیں بنیادوں پر استوار ہے فرق صرف اتنا ہے کہ حیاتِ ارضی دارالعمل ہے اور عالمِ بالا دارالجزاء ہے۔ دارالعمل میں ضروری تھا کہ خیر وشر متصادم رہیں اور انسان ایک شعوری مخلوق ہونے کے باعث اپنی صوابدید سے راہِ حق یا راہِ باطل کا انتخاب کر سکے۔

عالمِ بالا چونکہ دارالجزاء ہے لٰہذا حکمتِ خداوندی نے عالم خیر کو عالم شر سے علیحدہ فرما دیا تا کہ اپنے اکتسابِ عمل کی جزاء پا سکے۔

قرآن: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝

ترجمہ: بے شک نیکوکار نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور بے شک بدکار دوزخ میں ہوں گے۔ (الانفطار82: آیت نمبر13-14)

جنت سراسر خیر اور جہنم سراسر وبال:

جنت فقط ابدی راحتوں کی منزل اور جہنم فقط عذابِ الیم کا ابدی ٹھکانہ۔

Marfat.com

صرف یہی نہیں بلکہ انسانی شرف وعظمت بھی اسی ایک نکتے میں معنی پذیر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز بخشا تو سیّد کائنات محمد ﷺ نے انسانی عظمت کا ایک کرشماتی پہلو آشکارہ فرما دیا۔

حدیث مقدسہ:

مَنْ عَرَفَه نَفْسَهٗ عَرَفَه رَبَّهٗ .

ترجمہ: جس نے اپنی ذات کی معرفت حاصل کر لی تو اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

یہ حدیثِ مبارکہ تصوف کی روح ہے اور معرفتِ الٰہی کی بے مثل درسگاہ (Institution) ہے۔ اسی بناء پر ہر ہر ولی نے معرفتِ الٰہی کی منزلیں طے کیں۔ بہر حال اس کی تفصیل برمحل نہ ہوگی اس لیے گریز ہی بہتر ہے۔

شیطنت ایک اٹل حقیقت:

اللہ احسن الخالقین نے اتنی وسیع کائنات تخلیق فرمائی ہے کہ عقلِ کُل رکھنے والا انسان اپنی سائنسی ترقی کی معراج کے باوجود اُس کا احاطہ کرنے میں عاجز وقاصر نظر آتا ہے۔ مگر اتنا جان گیا ہے کہ کائنات ابھی مزید پھیلتی چلی جارہی ہے۔

ے یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون
(اقبالؒ)

لیکن ایک عجیب معجزۂ زندہ ہے کہ اس بے پایاں کائنات میں ایک چھوٹے سے سیارے (Planet) کو سب سے زیادہ اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ رب العالمین تو اس کا سبب ایک ہی بتاتا ہے۔ وہ یہ کہ یہاں اُس نے اشرف المخلوقات کو بسا رکھا ہے۔ جمیع مخلوقات کی سردار یہ انسانیت حیاتِ ارضی میں ایک ایسے حکیمانہ گورکھ دھندے میں الجھا دی گئی ہے کہ جہاں

Marfat.com

ہر لمحے اسے نت نئے چیلنجز کا سامنا رہتا ہے۔ ہر نیا آنے والا چیلنج پچھلے سے زیادہ گھمبیر اور جاں سوز ہوتا ہے۔ چیلنجز کا یہ لامتناہی سلسلہ قیامت تک انسانوں کو جھنجھوڑتا رہے گا۔

چیلنجز کا یہ مدعا اللہ عزیز و حکیم نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کی جیب میں ڈال کر انہیں زمین کی طرف ارسال فرمایا۔ اس عالمِ آب و گِل میں انسانی زندگی کا مزاج کیا ہوگا اُسے ربِّ کائنات نے مختصر ترین الفاظ میں دستورِ حیات بنا کر انسان کے گلے میں لٹکا دیا۔

قرآن: فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝

ترجمہ: پس ہم نے کہا کہ اے آدم! بے شک یہ (شیطان) تیرا دشمن ہے اور تیری زوجہ کا بھی پس ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے اور اس کے نتیجے میں تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

(طٰہٰ 20: آیت نمبر 117)

اس آیتِ کریمہ نے چند قوانین قدرت وضع فرما دیئے ایک تو یہ کہ شیطان حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام اور اُن کی قیامت تک آنے والی اولاد کا دشمن ہے۔ اُسکی دشمنی کا ہدف مرد اور عورت دونوں ہیں خاص طور پر جب وہ رشتہ زوجیت میں بندھ چکے ہوں۔ اس کے علاوہ یہ کہ شیطانِ لعین جنت سے نکلوائے جانے کا سبب بنا اور اب اولادِ آدم کو جنت کی راہ سے بھٹکانا ہی اُس کا اصل مشن ہے۔ ان تمام حقائق کے علاوہ یہ بات بھی طے فرما دی گئی کہ جنت سے نکل کر اگر زمین پر منتقل ہو گئے تو وہ زندگی سراسر مشقت سے عبارت ہوگی۔

قرآنِ مجید کے مطابق یہ زندگی محض ایک ڈرامہ ہے جس میں کوئی بادشاہ ہے، وزیر ہے، صدر ہے، وزیر اعظم ہے، ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے، تاجر ہے، فنکار ہے یا مزدور وغیرہ ہے۔ لیکن جیسے ہی اداکار کا کردار ختم ہوتا ہے تو سٹیج چھوڑتے وقت نہ وہ بادشاہ رہتا ہے نہ مزدور بلکہ وہ ایک انسانِ محض کی حیثیت سے اپنے رب کی طرف واپس چلا جاتا ہے۔

قرآن: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

ترجمہ: اس بات کو علمی سطح پر جان لو! کہ بے شک دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا (ڈرامہ) اور شان و

Marfat.com

شوکت کا سامان اور باہمی فخر یا شیخی (کا سامان) اور ایک دوسرے سے مال اور اولاد میں بڑھنے (کی جستجو اور خواہش) ہے۔ (الحدید 57: آیت نمبر 20)

اسی آیتِ مبارکہ کے آخر میں ایک اور حقیقت آشکار فرمادی۔

قرآن: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۝

ترجمہ: اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر محض دھوکے کا سامان۔ (الحدید 57: آیت نمبر 20)

مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ کے آغاز میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ صیغۂ امر کے ساتھ ایک لفظ استعمال فرمایا ہے "اِعْلَمُوْآ" جس کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے "جان لو"۔ یہ قرآن کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس ترجمے سے آیت کریمہ محض ایک قولِ زریں بن کر رہ جاتا ہے اور اس کی گہرائی میں معنویت کا جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے وہ تدبرِ انسانی سے اوجھل رہ جاتا ہے۔

یہاں "اِعْلَمُوْا" میں شدید تاکید (Emphasis) پائی جاتی ہے یہ تاکید تقاضہ کرتی ہے کہ اس آیت مقدسہ کو سمجھنے کے لیے علم و تحقیق کے تمام ذرائع استعمال کیے جانے چاہئیں اور یہی تقاضہ آیتِ نورانی کے مرکزی خیالات (Themes) کا ہے۔

یہاں اللہ علیم وخبیر نے اپنے نائب کیلئے طرزِ معاشرت اور اُس کے کچھ رہنما اصولوں کے علاوہ انسانی کرداریت (Behaviorism) کے کچھ پہلو اجاگر فرمائے ہیں۔ ایک طرف ربِ الرحمٰن نے خُدائی فیصلہ دے دیا کہ دنیا اور اُس کی پرکشش چیزیں محض فریب ہیں اور حقیقی زندگی کی طرف بڑھنے میں فریب کاری سے انسان کی عقل پر غفلت، سستی، ظلم و جہالت کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔

یہاں ربِ کریم نے چند ایسے انسانی رویوں کی نشاندہی فرمادی جو انسانی سیرت و کردار پر نہایت غالب رہتے ہیں۔ اگر انسانی ضمیر ان پر غالب آجائے تو بندہ عاقبت اندیش بن جاتا ہے اور اگر یہ رویے غالب آجائیں تو انسان کو ظالم، سفاک، غاصب، لالچی، خودغرض، حاسد اور بخیل بنادیتے ہیں۔ پوری دنیا کے ماہرین نفسیات کے لیے یہ ایک کھلا چیلنج ہے کہ وہ چاہے جس بھی سطح

Marfat.com

کی تحقیق کرلیں نتیجہ یہی نکلے گا کہ انسان کو باطل اور طاغوت میں دھکیلنے والے یہی رویے ہیں۔ یعنی یہ سمجھنا کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے خوب عیش کرلیں۔ پھر یہ سمجھنا کہ دنیاوی شان و شوکت سے گھمنڈ اور تکبر اختیار کرنا۔ پھر یہ کہ معمولی سے معمولی اور بڑی سے بڑی بات میں شیخی اور فخر کا رویہ اپنانا، ہر معاملے میں اپنے آپ کو اور اپنی چیزوں کو برتر ثابت کرنے کے لیے تقابل کرتے رہنا۔ یہ روّیہ انسانی کردار پر اس قدر غالب ہے کہ انسان ہمیشہ یہ سوچتا ہے کہ میری قمیص پر لگا ہوا بٹن بھی ایسا ہونا چاہیے کہ کسی اور کو وہ نصیب نہ ہو۔

پھر یہ کہ انسان مال کی کثرت اور نرینہ اولاد کی کثرت کا جنوں بھی رکھتا ہے۔ اب ذرا غور فرمائیں تو آپ آسانی سے سمجھ جائیں گے کہ یہی رویے بنیاد بنتے ہیں احساسِ برتری اور احساسِ کمتری کے اور اگر آپ توفیقِ حق سے مزید غور فرمائیں گے تو آپ پر یہ عقدہ بھی کھل جائے گا کہ قرآنِ حکیم میں اللہ "وَاسِعٌ عَلِیم" کس طرح مختصر ترین الفاظ میں علم کے بے پایاں خزانے لٹا دیتا ہے۔ یہ ایک آیتِ کریمہ پوری عمرانیات (Sociology) اور نفسیات (Psychology) کی روح بن جاتی ہے۔

انسان اور ناگزیر عداوت:

دین اسلام کی روح اِس شئے میں ہے کہ ہر مسلمان کا ہر ہر عمل اُس کے عقائد کے تابع ہو اور عقائد کی روح اس شئے میں ہے کہ اُن کی اساس قرآن اور سنت ہو۔ قرآن وسنت کے دائروں سے باہر جو عقائد پنپتے ہیں وہ فرقہ واریت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنے حکیمانہ لائحہ عمل کے تحت حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کو زمین پر متمکن فرمایا تو ساتھ ہی ایک مختصر مگر بے کنار وسعتوں کا حامل ہدایت نامہ بھی تھما دیا جس میں روز گار ہستی کے اٹل اور ناگزیر قوانین سے آگاہ فرما دیا۔ قرآن نے اس چراغِ راہ کی یوں وضاحت فرمائی۔

Marfat.com

قرآن: وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب (حضرت آدمؑ، اماں حواؑ اور شیطان) نیچے اُتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔ (البقرہ2: آیت36)

اس آیت کریمہ کی علمی وسعتوں پر غور فرمائیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی بے پناہ حکمت سے کوزے میں پوری کائنات کو سمیٹ دیا کیونکہ یہ وہ علمی نکتہ ہے جس کی بنیاد پر اس کائناتِ موجود کی ہر شئے متضاد اور مخالف قوتوں کے ٹکراؤ سے رواں دواں ہے۔

؎ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

(اقبالؒ)

اب اللہ جل شانہٗ کی حکمت اور توفیق سے انسان سائنسی بنیادوں پر بھی اس نکتے کو سمجھ چکا ہے۔ اس ضمن میں معروف جرمن فلاسفر ہیگل کی تعریف بڑی جامع مگر عام فہم ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''تمام کائنات متضاد و مخالف چیزوں کے باہم تصادم سے برقرار و پائیدار ہے اور اسی فعل سے مختلف اجزائے کائنات کے ارتقاء اور پھر اضداد کا یہ مقابلہ و پیکار ایک مسلسل اور غیر متناہی سلسلہ ہے جس کی کوئی حد نہیں''۔

(ہیگل: جرمن فلاسفر)

اب پھر مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں تدبر فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اماں حوا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان لعین کو زمین پر اترنے کا حکم فرما دیا اور مزید فرمایا کہ تم میں سے بعض بعضوں کے دشمن ہوں گے۔ دراصل یہ ربِ کریم کا حکیمانہ اندازِ بیان ہے اور اہل فکر کے لیے اِس میں دلیل ہے کہ اس کا اشارہ پوری انسانیت اور پوری شیطنت پر محیط ہے۔

Marfat.com

غور فرمائیں اللہ جل جلالہ نے اس آیتِ مقدسہ میں ایک تثلیث قائم فرمائی ہے حضرت آدمؑ، اماں حواؑ اور شیطان لعین و مردود کی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ عداوت یعنی ٹکراؤ، تصادم، جھگڑا اور تکرار وغیرہ مرد اور عورت کے درمیان ہے جو کہ انسانیت کی اکائی ہے۔ اسی اکائی کی افزائش سے خاندان، خاندان سے قومیں اور پھر قوموں سے ایک بین الاقوامی برادری وجود میں آتی ہے۔

قرآن: یَاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً

ترجمہ: اے انسانو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور پھر اُسی سے اُس کا جوڑا پیدا فرمایا اور پھر اُن دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پیدا کر کے پھیلا دیا۔ (النسآء 4: آیت نمبر 1)

اب حکمتِ خداوندی کو بہتر سمجھنے کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 36 کی طرف دوبارہ رجوع کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عداوت کو انسانی معاشرت کا لازمہ قرار دیا لہٰذا ایک خالق مطلق و مقتدر کی حیثیت سے ضروری تھا کہ عداوت کے عوامل (Factors) بھی پیدا کیے جائیں تو مالک و مختار خدا نے ایک پیکرِ خباثت کو وجود بخشا۔ اُس میں شیطنت کا بنیادی عنصر یعنی تکبر وضع کیا تو وہ تمام باطل اور طاغوتی قوتوں سے لیس ہوگیا۔ اب یہی شطنت ایمان کی ضد قرار پائی اور یوں عداوت کی بنیاد قائم ہوگئی۔

یہ عداوت حیات ارضی میں اتنی واضح اور مبین ہے جتنا کہ ماہتابِ جہاں تاب۔ دنیا کے ہر گوشے میں جہاں کم از کم دو انسان بستے ہوں پیہم تضاد و تصادم کا ایک کھلا مظاہرہ دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

تضاد و تصادم کی بنیاد:

باوجود اس کے کہ دنیا کی ہر خوشی و راحت عارضی ہے اور فانی ہے۔ یہ وہ حقیقتِ ازلی ہے کہ جسے شعوری طور پر سمجھنے سے انسان ہمیشہ گریزاں رہا ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ایک

Marfat.com

طرف تو دنیا کی زندگی کو لذتوں، راحتوں اور شان وشوکت سے مزّین فرمادیا گیا۔ دوسری طرف انسانی بشری فطرت میں ان کی بے حد چاہت رکھ دی گئی اور تیسرا یہ کہ انہیں شیطانی فریب کاری کا آلۂ کار بنا دیا۔

اصل میں ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنی زندگیوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت کے تناظر میں سمجھنے اور جاننے کی کوشش کرے۔ دنیاوی زندگی کو قرآن وحدیث کی نظر سے دیکھنا ہی انسان کو راہِ حق پر رکھ سکتا ہے ورنہ انسان اپنی زندگی بھی برباد کرتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی وبال کا باعث بنتا ہے۔ اب مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کو بھرپور فراست کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں جس میں اللہ احسن الخالقین نے مکمل انسانی جبلّت (Instinct) کا ہر پہلو آشکار فرما دیا ہے۔

قرآن: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۝

ترجمہ: لوگوں کے لیے مزّین کردی گئی خواہشات کی شدید محبت عورتوں کی، اولاد کی، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانوں کی، خوبصورت نشاندہ گھوڑوں کی، مویشیوں اور کھیتی باڑی کی۔ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے اور جبکہ اللہ کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔

(اٰلِ عمران 3: آیت 14)

یہ آیت کریمہ علمیت اور معنویت کا ایک بے پایاں خزانہ ہے۔ اس میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے متاعِ دنیا کی پانچ انواع کا ذکر فرمایا جن کی شدید محبت اور منہ زور شہوت انسانی جبلت میں راسخ ہے۔

محبت اور خواہش کی شدت کو اجاگر کرنے کے لیے اللہ غنی حمید نے تین الفاظ کو خاص حکیمانہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ وہ الفاظ ہیں "زُيِّنَ" یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مزین فرمادیا یعنی انہیں انسانی فطرت کے مطابق پرکشش بنا دیا۔ دوسرا لفظ "حُبُّ" یعنی محبت مستعمل فرمایا یہ

Marfat.com

غماز ہے کہ انسانی دِل میں قدرتی طور پر ان چیزوں کی محبت کے جذبات موجود ہوتے ہیں اور تیسرا لفظ باری تعالیٰ نے "شَهَوٰتِ" استعمال فرمایا ہے جس کا مفہوم ایک منہ زور خواہش (Lust) کے طور پر لیا جاسکتا ہے جسے قابو کرنا نہایت دشوار ہو۔

اب یہ وہ حقائق ہیں جنہیں ایک عام ذہنی سطح کا انسان بھی مشاہدے اور تجربے سے بہترین طور پر سمجھ سکتا ہے۔ یہاں ایک بات بہت غور طلب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس آیتِ جلیلہ میں پانچ انواع کی چیزوں کا ذکر فرمایا جن میں سرِ فہرست عورت ہے۔ پوری دنیا میں ایک شخص بھی اس حقیقت سے انکار وفرار حاصل نہیں کرسکتا کہ شہوانی خواہش جتنی عورت کے معاملے میں بے بہا ہوتی ہے اور کسی دوسری شئے میں نہیں ہوتی بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ باقی چیزوں کی کشش کے پیچھے بھی عورتوں کو خوش کرنے کا جذبہ ہی کارفرما ہوتا ہے یعنی عورتوں کو متاثر کرنے کے لیے دوسری متاعِ دنیا کا جنون پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے رب ذوالجلال نے عورت کو ڈھانپ کے رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ بلاشک عورت کی بے حیائی اُسے بے وقعت کر دیتی ہے۔ بے حیا عورت کو محبوبہ بنانے کے لیے تو ہزاروں لاکھوں تیار ہوں گے لیکن اُسے اپنی جنت کی پاکیزہ حور بنانے کے لیے کوئی ایک بھی نہ مِلے گا۔

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ دنیا متاعِ غرور یعنی دھوکے کا سامان ہے اور یہ بھی جان چکے کہ یہ بات انسانی مفروضہ (Hypothesis) نہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے حجت بالغہ ہے اور قرآنی نص سے ثابت ہے۔ اس بات پر یقینِ کامل کے ساتھ عمل کرنے والا مومن ہے اس بات پر شک کرنے والا فاسق وکافر ہے۔ یاد رہے کہ اس دنیا میں دھوکا وفریب کا بنیادی عنصر شک ہے اسی لیے یہ شیطان کا مہلک ترین ہتھیار ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ دینِ اسلام میں شک کرنا ہی مطلق کفر ہے۔

Marfat.com

قرآن: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم ان کے اعمال کو خوشنما بنا دیتے ہیں پھر وہ انہیں میں سرگرداں رہتے ہیں۔ (النّمل 27: آیت نمبر 4)

میری تاکید ہے کہ ہر قاری نہ صرف اس آیت مبارکہ کو خوب اچھی طرح سمجھے بلکہ اس کی تبلیغ کو ہر سطح پر سرانجام دینے کو اپنے اوپر فرض کر لے کیونکہ اس میں ایک بہت گھمبیر درس عبرت معنویت پذیر ہے دراصل یہی آیت کریمہ حق و باطل میں حدِ فاصل ہے۔ یہ آخرت کی نفی ہی ہے جو انسان کو بے مہار دنیاداری میں دھکیل کر احتسابِ آخرت سے بے گانہ کر دیتی ہے۔ اس میں درس عبرت یہ ہے انسان جب آخرت کا خوف اتار پھینکے تو پھر بلا شک اخلاق کی ضرورت ہرگز باقی نہیں رہتی۔

اب یہ وہ حقیقت ہے کہ جس کے مشاہدے اور تجزیات کے لیے سائنس دان یا فلسفی ہونا ضروری نہیں بلکہ عام آدمی بھی اسے دیدۂ عبرت نگاہ سے جانچ اور پرکھ سکتا ہے۔ ہر گناہ گار اور مجرمانہ ذہن رکھنے والے کی زندگی اور شخصیت میں اگر کسی شئے کا فقدان ہے تو وہ اخلاق ہے۔ بد اخلاق لاکھوں، کروڑوں انسانوں کا خون بھی چوس لے، اُن کی زندگیاں برباد کر دے، لاکھوں انسانوں کا سفاکانہ خون بہا دے تو اُس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ اپنے اقتدار اور اختیار کے نشے میں اس قدر مست ہوتے ہیں کہ رتی برابر ندامت نظر نہیں آتی۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم مر کر مٹی میں مٹی ہو جائیں گے اور حیات بعداز مرگ محض دیوانے کا خواب ہے۔ یہ شیطانی تربیت ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی عاقبت اندیش ہو تو اُس کے کردار پر خُدا خوفی کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ عظیم ترین اسلامی سلطنت کا عظیم رہبر و رہنما ہونے کے باوجود لرزتا رہتا ہے کہ اگر دریائے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا سو گیا تو عمرؓ کو بارگاہ خُداوندی میں اس کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اب عاقبت اندیشوں اور ناعاقبت اندیشوں کا تصادم قیامت تک کے لیے مقدر ہو چکا ہے اور معاملہ دوٹوک ہے۔ عاقبت اندیش اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے اطاعت گزار ہیں جبکہ

Marfat.com

ناعاقبت اندیش شیطان کے پیروکار ہیں۔ اسلام عبادت گزاری کا راستہ ہے اور کفر اندھی نفس پرستی ہے۔

قصۂ آدمؑ، منشورِ حیات ارضی:

اگر ہم اپنے دل کے بند تالے کھول کر قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کے قصے کا شعوری اور تجزیاتی مطالعہ کریں تو اللہ جل شانہٗ کی حکمت کے تمام تر خزانے طالبانِ حکمت کے لیے کھل جاتے ہیں۔ اس قصے میں احسن الخالقین کی تخلیقی عظمت اور قدرتوں کا ذکر ہے۔ اُس کی شاہکار تخلیق انسان یعنی اشرف المخلوقات کا ذکر ہے۔ اس میں خالق کی بے پایاں صفاتِ حمیدہ و مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ اس میں انسانی کردار اور کرداریت (Behaviorism) کے بھی پہلو مضمر ہیں۔

اس میں عرشِ معلاء اور عالم بالا کا تذکرہ ہے۔ اس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔ ملائکہ و جنات مذکور ہیں۔ انسانی بشریت کے عناصر و ترکیب کا تذکرہ ہے۔ انسان کے شرفِ علمیت و اکرام کا تذکرہ ہے۔ اللہ احکم الحاکمین کے احکامات کا ذکر ہے۔ فرمانبرداری اور نافرمانی کا ذکر ہے۔ ندامت و تکبر کا ذکر ہے۔ بشریت و روحانیت کا ذکر ہے۔ ربِ ذوالجلال کی وحدت کا تذکرہ ہے۔ مخلوق کی کثرت مذکور ہے۔ مخلوق کی بنیادی اکائی کا تذکیر و تانیث پر مبنی ہونا مذکور ہے۔

حیاتِ کائنات کا عداوت و تضاد پر مبنی ہونا مذکور ہے۔ عداوت و تضاد سے ارتقاء حیات کا رواں دواں ہونا مذکور ہے۔

ملائکہ اور اُن کے کار منصبی کا ذکر ہے۔ ملائکہ کی تسبیح و تحمید کے باوجود فسادی انسان کی اُن پر فوقیت مذکور ہے۔ جنت اور اُس سے متعلقہ حقائق مذکور ہیں۔ جنت کا دار الجزاء اور دار الخلد ہونا مذکور ہے۔ زمین پر حضرت آدمؑ کے ذریعے خیر اور شیطان کے ذریعے شر کا متعارف ہونا مذکور ہے۔ زمین کی جغرافیائی خصوصیات اور قدرتی وسائل کا ذکر ہے۔ حیاتِ ارضی کا انسان کے لیے ایک آزمائش، عارضی اور فانی ہونا مذکور ہے۔

۱۶۰۲۸۵

Marfat.com

خُداخوفی، توکل، توبہ، شکرگزاری، صبر اور تقویٰ جیسے اوصاف حمیدہ کا ذکرِ خیر بھی ہے۔ تکبر، حسد، خودغرضی، لالچ، خودستائی، مایوسی، جھوٹ اور استحصال فریب کاری جیسے مذموم اوصافِ شر بھی ہیں۔ عبادت گزاری کی بدولت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب بھی ہے اور نافرمانی کی پاداش میں بُعد اور دوری بھی ہے۔

اس میں اعمال ہیں تو اُس کے نتائج بھی ہیں۔ نتائج ہیں تو اس کے اثرات بھی ہیں۔ عمل ہے تو ردِعمل بھی ہے۔ جزاء بھی ہے سزا بھی ہے۔ کامیابی ہے تو ناکامی بھی ہے۔ اخلاق بھی ہے بداخلاقی بھی۔ پندونصائح ہیں تو مکروفریب کی چالیں بھی ہیں۔ بشارتیں بھی ہیں اور تنبیہات بھی ہیں۔ رحمت بھی ہے لعنت/ زحمت بھی ہے۔ خوشی و راحت بھی ہے تو حزن و اشکباری بھی ہے۔ تنقید و اعتراض بھی ہے اور اعتراف حق بھی ہے۔

عدم سے وجود میں لانے کا تذکرہ ہے جیسا کہ تخلیق آدمؑ اور پھر وجود سے وجود کی تخلیق یعنی حضرت آدمؑ سے اماں حوّاؑ کی تخلیق۔ اسی طرح لامکاں کا تذکرہ بھی ہے اور گردش ایام کا پابند عالم زمان بھی ہے۔ عالم لاہوت بھی ہے اور عالم ناسوت بھی ہے۔ ہدایتِ خُداوندی کا وعدہ بھی ہے اور شیطانی گمراہی کے سامان بھی۔ عبدیت بھی ہے اور نفس پرستی بھی ہے۔ شیطانی مشن کا تذکرہ بھی ہے اور شیطان کا طریقۂ واردات بھی ہے۔

الغرض آپ نے دیکھا کہ ایک پوری کائنات سمٹی ہوئی ہے قصہ آدمؑ میں اور کس طرح انسان اور شیطان کی عداوت میں رزمِ حق و باطل اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتا عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی طرف رواں دواں ہے۔ اسی عداوت کے کچھ پہلوؤں پر علامہ محمد اقبالؒ نے اپنی نظم ''جبریلؑ'' اور ''ابلیس'' میں روشنی ڈالی ہے۔

جبریلؑ

؎ ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بو

ابلیس

؎ سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو

Marfat.com

ابلیس

ہے میری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضرؑ بھی بے دست و پا الیاسؑ بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جُو بہ جو
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے

اس قصے میں اس کائنات موجود کی ہر شئے موجود ومذکور ہے اسی لیے قرآن ذکر اللعالمین ہے۔

شیطانِ مردود کا تعارف:

یوں تو شیطان مردود کے بارے میں بے شمار روایات وحکایات موجود ہیں لیکن میں شیطان لعین ورجیم کا وہ تعارف پیش کرنا چاہتا ہوں جو عالمگیر شہرت یافتہ امام حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی بے مثال تفسیر میں رقم فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس خزینۂ علم وعرفان سے ہمیں صداقت، شرافت اور شجاعت کا سبق پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چونکہ یہ تفسیر خود امام ابنِ کثیرؒ کے اپنے عقائد کی عکاس ہے۔ اس کے علاوہ امامؒ نے شیطانِ لعین کے تعارف میں زیادہ تر حضرت ابنِ عباسؓ، جو کہ مفسرِ رسول ﷺ بھی ہیں، کے حوالے پیش فرمائے ہیں۔

امام ابن کثیرؒ حضرت ابنِ عباسؓ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ابلیس مردود فرشتوں کے ایک قبیلے سے تھا۔ اس کا نام حارث تھا اور جنت کا خازن تھا۔ اس قبیلے والوں کو جن کہتے جو آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے تھے۔ قرآنِ مجید نے جنوں کی پیدائش کو بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

قرآن: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

ترجمہ: اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ (الرحمٰن 55: آیت نمبر 15)

شیطان مردود کے اس قبیلے کے علاوہ باقی سب فرشتے نوری مخلوق تھے۔

حضرت ابنِ عباسؓ مزید فرماتے ہیں کہ زمین پر پہلے جن بستے تھے۔ انہوں نے فساد اور خونریزی شروع کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابلیس کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجا انہی کو جن کہا جاتا تھا۔ ابلیس مردود نے بڑے معرکے کے بعد انہیں سمندروں کے جزیروں اور پہاڑوں کے دامنوں میں پہنچا دیا۔ پھر ابلیس کے دِل میں یہ تکبر سما گیا کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو کسی اور سے نہ ہو سکا۔ اُس کے دِل میں خودستائی اور خود پسندی کے اس تخمِ شرور کا علم صرف اللہ جل شانہٗ کو ہی تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کا خمیر مٹی سے تیار کیا اور اپنے دستِ قدرت سے پیکر خاکی تیار فرمایا۔ چالیس دن تک وہ ایک پتلے کی شکل میں رہے۔ ابلیس لعین جب بھی آتا تھا تو اس پر لات مار کر دیکھتا تھا کہ وہ بجتی مٹی تھی جیسے کوئی کھوکھلی چیز ہو۔ پھر وہ منہ کے سوراخ سے گھس کر پیچھے کے سوراخ سے اور اس کے خلاف آتا جاتا رہا اور کہتا رہا کہ درحقیقت یہ کوئی چیز نہیں اور اگر میں اس پر مسلط کیا گیا تو اسے برباد کر کے چھوڑوں گا اور اگر اسے مجھ پر مسلط کیا گیا تو میں ہرگز تسلیم نہ کرونگا۔

امام ابنِ کثیرؒ اپنی تفسیر میں مزید بیان فرماتے ہیں کہ اللہ قادر و قیوم نے صرف ابلیس لعین کے ساتھ فرشتوں سے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کو سجدہ کرو اُن سب نے تو سجدہ کیا لیکن ابلیس مردود کا وہ غرور و تکبر ظاہر ہو گیا۔ اُس نے نہ مانا اور سجدہ ریزی سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اس سے بڑی عمر والا ہوں۔ اس سے قوی اور مضبوط ہوں۔ یہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں اور آگ مٹی سے قوی تر ہے۔ اس انکار پر اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی رحمت سے ناامید کر دیا۔ اسی لیے اسے ابلیس کہا جاتا ہے۔ اس نافرمانی کی سزا میں اُسے راندۂ درگاہ شیطان بنا دیا۔

Marfat.com

اگرچہ اس تفسیر میں اور کئی مستند وضعیف روایات کے حوالے مذکور ہیں لیکن میرا مقصد کسی علمی بحث کے لیے راہ ہموار کرنا نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اپنے کھلے دشمن کا شعوری ادراک راسخ کر کے اُسی پر غلبہ پانا اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونا ہے جو اس لعین کو پہچانے بغیر ممکن نہیں۔

شیطان لعین کو پیدا فرمانے کی حکمت:

اللہ احسن الخالقین نے جمیع کائنات کو تخلیق فرمایا اور اپنی حکمتِ بے پایاں کے تحت کائنات کی ہر شئے کو ایک جامع نظام کے تحت انسان سے جوڑ دیا۔ کاش یہ خلیفۃ اللہ فہم و تدبّر کی راہ اختیار کر کے اس حق سے آگاہ ہو جائے کہ ہر ہر انسان اپنے وجود میں ایک کائنات ہے۔ انسان مرکز ہے اور ساری کائنات اسی کے ارد گرد گھوم رہی ہے۔ یہ گھومنا محض اک تماشئہ حیات نہیں بلکہ حکمتِ خُداوندی کے تحت کائنات کا ایک ایک ذرہ انسانی خدمت پر مامور ہے۔

سورج، چاند، ستارے، سمندر، پہاڑ، زمین، فرشتے، جنّات وغیرہ سبھی انسانی زندگی میں بھر پور اور باضابطہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ زندگی کا وہ پہلو ہے جسے محض عقلیت و بدیہی علوم کی روشنی میں نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ یہ خزینۂ حکمت صرف مردانِ حق کو معرفت کی راہ پر گامزن ہونے اور علمِ قدس یعنی وجدانی علوم کے ذریعے ہی حاصل ہوتا ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دِل چیریں

(اقبالؒ)

حقیقی مقصد حیات تو یہ ہے کہ انسان، اپنے منصب کے لائق، اپنی استعداد، علم اور تسخیر کائنات کی اہلیت کو بروئے کار لاتے ہوئے "اِلَّا اللّٰہ" تک پہنچے۔ یعنی اس ہجومِ کائنات میں اُلوہیت کے استثنیٰ کو پالے لیکن حکمتاً یہ اُس وقت تک ممکن نہیں ہوگا جب تک انسان "لَا اِلٰـہ" کے بحرِ پُرشرور سے دامنِ تقویٰ بچا کر نہ گزر جائے۔

Marfat.com

درحقیقت ہر انسان کے لیے یہ بنیادی آموزشِ حق واجب ہے کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" میں اس رازِ حق کا عرفان حاصل کر لے جو کہ ایک باضابطہ اصول اور قانونِ خُداوندی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس حیاتِ ارضی میں انسان جب تک اپنے نفس کی کسی بُرائی کو مسخر نہ کر لے اُس وقت تک بھلائی کو نہیں پا سکتا۔ جب تک وہ اپنے اندر کے مشرکانہ میلانات (Tendencies) کی نفی نہیں کرتا واحدتِ خُداوندی کا اثبات قائم نہیں ہو سکتا۔ یہی اصولِ طریقت ہے جسے اولیاء وصوفیاء نفس کشی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یقیناً یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ایک عظیم حکمت ہے جس کی قدر ومنزلت شعوری تجزیات کی محبت سے آشکار ہوتی ہے۔ اگر انسانی معاشرت میں محض نیکی ہی نیکی ہوتی تو یقیناً اُسے کوئی گراں قدر شئے تصور نہ کیا جاتا۔ اسی لیے قدسِ انسانی ملائکہ کے تقدس سے بالا اور گراں قدر ہے۔ اس لیے کہ یہ کسبی ہے وہ وہبی ہے۔

نہ کر تقلید اے جبریلؑ میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ
(اقبالؒ)

حیات انسانی کا ارتقاء پیہم اعمالِ انسانی اور اُن کے نتائج کی صورت بلا تعطل رواں دواں رہتا ہے۔ اس مرحلۂ ارتقاء میں، صدورِ اعمال میں، نیّت وارادے میں انسان مختارِ مطلق ہے اور انسان کا بدن اُس کے ارادوں کے تابع ہے۔

یہ تو ہم جان چکے کہ حیاتِ ارضی کی بنیاد ہی تضاد پر ہے اسی لیے عبادت جرم وگناہ سے ٹکرا رہی ہے۔ خیر شر سے دست وگریباں ہے۔ محبت نفرت سے برسرِ پیکار ہے۔ دوستی دشمنی سے معرکہ آراء ہے۔ نورِ ہدایت انسانی ظن وگمان پر مبنی نظریات سے گتھم گتھا ہے اور یہی سجودِ ملائک کا سب سے بڑا چیلنج/آزمائش ہے اور اس میدان کارزار میں لشکرانِ حق وباطل کا وجود لازم وملزوم ہے۔

Marfat.com

اللہ علیم و حکیم نے انسان کے ہر عمل کو کسی مقصد سے وابستہ کر رکھا ہے اسی لیے انسانی کامیابیاں اور کامرانیاں عمل کی مرہون ہیں۔ عمل خیر کی نیت سے بھی کیا جا سکتا ہے اور شر کے ارادے سے بھی۔ بہر حال دونوں صورتوں میں تحریک و ترغیب (Motivation) ضروری ہے۔

راہِ حق تحریک و ترغیب کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے پناہ انتظامات فرما رکھے ہیں۔ جہاں انسان تحریک و ترغیب کا ذریعہ بنتے ہیں تو انہیں بھی اللہ رب العزت سے منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ ربِ کریم نے ہی انسان کو فضیلت و امتیاز بخشا ہے وہ انسان کے لیے صرف اور صرف خیر کا خواہاں ہے۔

بے شک شر کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اُس کی ذاتِ العلی العظیم ہر بُرائی سے پاک ومنزا ہے۔ اسی لیے وہ خود مخلوق کے لیے شر کو پسند نہیں فرماتا۔ اسی لیے اہلِ ایمان کسی شر کو اُس کی ذاتِ عالی سے منسوب نہیں کرتے بلکہ اُسے اپنے ہاتھوں کی کمائی سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ حیاتِ ارضی میں خیر و شر کا قیام ناگزیر ہے لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابلیس لعین و مردود کو شر انگیزی اور فتنہ پروری پر مامور فرمایا اور لمبا چوڑا لشکر بھی ساتھ کر دیا۔

تضادات و تصادم کی اس دنیا میں حضرت آدمؑ اکیلے ہی نہیں بھیجے گئے کیونکہ اس سے معرکۂ حق و باطل برپا نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اللہ عزّ وجل نے حضرت آدمؑ کو اشرف المخلوقات کے جدِ اعلیٰ کی حیثیت سے پورے وقار و تعظیم کے ساتھ نازل فرمایا اور اس کے برعکس شیطانِ لعین کو پوری دھتکار اور پھٹکار کے ساتھ زمین پر دے مارا۔ اس طرح دو نمونۂ کردار (Role Models) زمین پر متعارف کروا دیئے گئے۔ دونوں کی پیروی کی ترغیبات و تحریکات کا اہتمام بھی فرما دیا گیا اور عقل مند انسان کو انتخاب کا صوابدیدی اختیار بھی دیا گیا۔ ملحوظ رہے کہ یہ دونوں محض کردار نہیں ہیں بلکہ متعین راہیں ہیں جن پر انسان کو ہوشمندی سے سفر کرنا ہے اس لیے کہ ہر راہ ایک حتمی منزل تک پہنچانے کے لیے ہے۔ ذیل میں دونوں کرداروں کی خصوصیات ایک تقابلی جائزے کی صورت پیش کی جا رہی ہیں۔

Marfat.com

نبیؑ کا صالحانہ کردار	شیطان کا خبیثانہ کردار
توحید (ایک اللہ کو معبود و خالق ماننا)	شرک (متعدد اور متفرق مخلوقات کو خُدا ماننا)
اطاعت	بغاوت، فسق، ظلم
توبہ، رجوع الی اللہ	سرکشی، مطلق العنانی، طاغوت، حبِ دنیا
ندامت، شرمندگی، پشیمانی، عاجزی، انکساری، تواضع، بے نیازی، راضی بہ رضا	خودسری، نخوت، رعونت، تکبر، گھمنڈ، غرور، خود پسندی، لالچ، ہوس پرستی، خودغرضی
حِلم، عفوودرگزر	سفاکی، وحشت، بربریت
صبرواستقامت	بےصبری
شکرگزاری، قدردانی، ہمت، شجاعت، غیرت	ناشکری، بےقدری، بزدلی، بےغیرتی
اخلاص	ریاکاری، منافقت
ایمان	کفر
حق	باطل
علمِ نافع	علم خسران/غیرنافع
عاقبت اندیشی	عاقبت نااندیشی
امانتداری، فرض شناسی	بددیانتی
ہدایتِ خُداوندی کی پیروی	انسانی نظریات/ظن وگمان کی پیروی
خدمتِ خلق	مخلوق کوایذاءرسانی
جُودوسخا۔ دینے والا ہاتھ	بخل۔ لینے والا ہاتھ
فقروغنا	شان وشوکت، نمودونمائش

Marfat.com

محبت	نفرت
صدق، سچائی	جھوٹ، کذب
شاکرانہ رشک	مفسدانہ حسد
ہمدردی	بغض وعناد
صلہ رحمی	قطع رحمی
عدل	استحصال
نیک اعمال میں تعاون	گناہ وجرم میں تعاون
حیاء	بے حیائی، فحاشی
جہاد۔ اچھے اعمال کے نتائج سے معاشرت میں صالحیت کے فروغ کی جدوجہد	منکرات۔ اعمالِ بد کے نتائج سے معاشرت میں فساد برپا کرنے کا جتن
ادب	بے ادبی، گستاخی
ولایت۔ ظلمت سے نکال کر نور میں لے جانے والی	شیطنت۔ نور سے نکال کر ظلمتوں میں بھٹکا دینے والی شیطانی ولایت
دوستی	دشمنی
بھائی چارہ	فرقہ بندی
حکمت ومعرفت	مصلحت وجہالت
معافی	انتقام
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان	گفتار میں کردار میں سراپا شیطان
قدس	رجس
اخلاق حسنہ	اخلاق رزیلہ
قناعت	اسراف۔ فضول خرچی

Marfat.com

شیطان کا حقیقی مشن:

عالم بالا میں جب حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اماں حوّا کو اشرف المخلوقات قرار دے دیا گیا تو اُن کے بشری پیکر کے تخلیقی عناصر کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرشتوں نے انکشاف فرمایا کہ عناصر ترکیب تو واضح طور پر بتا رہے کہ "صلصال من حماء المسنون (کھنکتی ہوئی سیاہ بدبودار مٹی)" یہ محض زمین پر فتنہ وفساد اور خون خرابہ کرتا رہے گا۔ لیکن اعلمی مقابلہ میں جس کا اہتمام رب علیم وحکیم نے فرمایا شکست کے بعد وہ نادم ہوئے۔ پھر جب پیکرِ بشری "نفخت فیہ من روحی" کے مرحلے سے گزرا اور ربِ ذوالجلال نے اعلان فرمایا "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (بے شک جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے)" تو پوری کائنات کا مشاہدہ کرنے والی نوری مخلوق نے جان لیا کہ انسان اللہ احسن الخالقین کا ازلی بھید ہے اور آئینہ ایام میں اس کی تگ وتاز اور اس کے ثمرات دیکھ کر ہی پتا چلے گا کہ یہ اس شرفِ عظیم کا حامل کیوں قرار پایا ہے۔

چونکہ کرۂ ارضی اپنی نمو (Development) کے مراحل سے گزر کر حیاتِ انسانی کے لیے سازگار بن چکا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے صالحیت اور شیطنت کے دو نمائندوں کو زمین پر آباد فرمایا تا کہ چراغِ مصطفویؐ اور شرارِ بوہبی کی رزمِ حق وباطل برپا ہو سکے۔ دونوں ذاتیں اپنے اپنے مشن کے ساتھ وارد ہوئیں۔ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مشن یہ ہے کہ ان کی نسلیں اس کائنات موجود کی ہر ہر شئے یعنی تخلیق کو عقلی، فکری اور قدسی بصائر (جہاں بینی کے ذرائع) کے ذریعے کھوجیں، پرکھیں تا کہ ان کے خالق کی عظمت اور معرفت آشکار ہو۔ اس مشن کو سیّد الشعراء حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے یوں اجاگر فرمایا ہے۔ اپنی ایک نظم "روحِ ارضی آدمؑ کا استقبال کرتی ہے"۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
(اقبالؒ)

Marfat.com

نہایت سادہ مگر جامع الفاظ میں علامہؒ نے حضرت آدمؑ کے مشن کا ہر ہر پہلو واضح فرما دیا ہے ارضیات فلکیات اور فضا (Space) اور سورج و چاند کی گردش سے برپا ہونے والے ارتقاء زمانہ کی تخلیقی حکمتوں کا احاطہ کرو تا کہ خالق کی عظمت و جلالت اور محبت دلوں پر ایسی حکمرانی کرے کہ جبینِ شوق میں سجودِ بندگی تڑپنے لگیں۔ قرآن مجید نے اس مشن کو جیسے واضح فرمایا یہی اُس کا مرکزی خیال ہے۔

اس کے برعکس شیطانی مشن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں قرآن حکیم میں واضح فرمایا:

قرآن: یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ

ترجمہ: اے ابن آدمؑ! یہ شیطان تمہیں بھی کسی فتنے/ آزمائش میں نہ ڈال دے جیسے کہ اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا۔ (الاعراف 7: آیت نمبر 27)

اس آیت کریمہ کا تدبر و فراست سے شعوری تجزیہ کریں تو چند دقیق اور ایمان افروز پہلو آشکار ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کی بڑی کامیاب تدبیر کی۔ انہیں ایک مشن و مقصد کے تحت فتنہ میں مبتلا کیا اور انہیں ایسے مقام پر لا کھڑا کیا کہ جہاں اُن کا جنت میں مزید قیام ناممکن ہو گیا۔ چونکہ جنت ایک ماوریٰ تخیلات دنیا ہے جہاں بشری آرزوؤں اور خواہشات کی تشنہ کامی کو سیر نہیں کیا جا سکتا۔ شیطانِ لعین کے بہکانے پر جب ممنوعہ پھل کھایا تو منہ زور شہوانی جذبات مشتعل ہوئے جن کی بجا آوری کے لیے حکمتاً زمین کو تخلیق فرمایا گیا تھا لہٰذا اسی لیے حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کی شریکِ حیات حضرت اماں حوا سلام علیہا کو اس مشقت اور مصائب کی دنیا میں بھیج دیا گیا۔

اب اس عارضی و فانی دنیا میں انسان کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج رکھ دیا گیا ہے۔ اب اگر انسان واپس جنت میں جانا چاہے تو ربِ کریم نے اس کے لیے ایک راہ متعین فرما دی ہے۔ اس راہ کی ہدایت حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حوالے کر دی گئی ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ نسل در نسل انبیاء علیہم السلام اس ہدایت کے احیاء اور تکمیل کے لیے آتے رہے ہیں اور پھر امتِ مسلمہ

Marfat.com

کے مبلغین تندہی سے اس دین کی اشاعت فرماتے رہیں گے۔اس دین کو اللہ وحدہ لاشریک نے مکمل ضابطۂ حیات کی صورت میں متعارف کروایا ہے۔1400 سال سے مسلمانوں کا اتباع دین غماز ہے اس بات کا کہ اسلام ہر تمدنی تغیر و تبدل میں قابل عمل تھا، ہے اور رہے گا۔

اس کے برعکس شیطان لعین کا مشن یہ ہے کہ وہ روئے زمین پر پیدا ہونے والے ہر انسان کو ورغلائے، بہکائے اور بھٹکائے۔اس کے لائحہ عمل میں یہی تین عناصر تھے جنہیں اس نے اپنے مکر و فن میں استعمال کیا اور ہمارے جدِ اول اور اُن کی اہلیہ کو جنت سے نکلوایا۔اب الاعراف کی مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ کے ذریعے رب ذوالجلال پوری انسانیت کو تنبیہہ فرما رہا ہے کہ چونکہ شیطان لعین کا وجودِ مردود ہی وقف و مختص ہے تمہاری دشمنی کے لیے۔لہٰذا اس سے اپنے دفاع کی فکر کرو، ورنہ یہ اُسی مکر و فن سے تمہیں ورغلائے گا، بہکائے گا اور اللہ کے انعام یافتگان کے راستے سے ہٹا کر مغضوب اور ضالین کے راستے پر چڑھا دے گا۔ان راستوں کی حتمی منزل صرف اور صرف جہنم ہے جو ابدی ٹھکانہ ہے شیطان لعین و مردود کا اور مغضوب و ضالین کا۔

خروجِ خُلد کے شیطانی حربے:

جب حضرت آدم (علیہ الصلوۃ والسلام) اور اُنکی زوجہ سلام علیہا تخلیق کے تمام مراحل سے گزر کر مسجودِ ملائک قرار پا چکے تو اللہ رب العزت نے اُن کو جنت میں سکونت اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا:

قرآن: وَقُلْنَا يَآدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ

ترجمہ: اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدمؑ! آپ اور آپ کی بیوی اب جنت میں سکونت اختیار کرو۔

(البقرہ2: آیت نمبر35)

یہاں ایک دلچسپ امر یہ ہے کہ اللہ العزیز الحکیم نے دستورِ جنت کے خلاف ایک حکم صادر فرمایا اور کیوں نہ ہو وہ احکم الحاکمین ہے اور ہر شئے کی تقدیر کا مالک ہے۔دستور کے خلاف میں نے اس لیے عرض کیا کہ قرآن میں جنت کی جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں اس سے یہی اندازہ

Marfat.com

ہوتا ہے کہ جنت میں تمام عباد الصالحین پابندیوں اور ممنوعات سے آزاد ہوں گے۔ بہر حال ہمارا عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ تقدیروں کے فیصلے فرمانا اُسی وحدہٗ لاشریک کو سزاوار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکمتاً مادے سے ایک پیکرِ بشری تخلیق فرمایا۔

قرآن: وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں سیاہ، بدبودار کھنکنے والے گارے سے ایک پیکرِ بشری تخلیق کرنے لگا ہوں۔ (الحجر 15: آیت نمبر 28)

چونکہ اس مخلوق کو زمین پر ایک معینہ مدت تک کے لیے رہنا ہے لہٰذا زمین سے مطابقت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس پیکرِ آب و گل کی تخلیق میں مٹی کو بنیادی عنصر بنایا گیا۔

یہاں میں ایک بات ڈنکے کی چوٹ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حقیقت بشریت میں نہیں ہے بلکہ کرۂ ارض پر پیدائش سے لے کر موت تک کا مرحلہ جو ہم یہاں گزراتے ہیں وہ عرصۂ بشریت ہے۔ موت کے موقع پر بشری پیکر اس مادی دنیا میں ہی رہ جاتا ہے اور روح جو کہ زندگی کا حقیقی جوہر ہے وہ اس لہو ولعب اور دھوکے کی دنیا سے عالمِ حقیقی منتقل ہو جاتی ہے۔ سیّد کونین ﷺ نے فرمایا کہ یہ زندگی ایک خواب ہے اور موت انسان کو حقیقی دنیا میں لے جاتی ہے یعنی موت کی گھڑی سے حقیقی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

ہر انسان کے لیے لازم ہے کہ وہ قرآنی نورِ ہدایت کے مطابق جان لے کہ زمین پر ہماری بشری پیدائش ہماری ابتداء نہیں اور بشری موت ہماری انتہا نہیں۔ اس کی قطعی حجت قرآنی استدلال سے میں کتاب کے آغاز میں پیش کر چکا ہوں اور بے شک یہ توفیق اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ لہٰذا قرآنی حجتِ تامہ سے یہ حق آشکار ہوا کہ ہماری حقیقت محض بشریت میں نہیں بلکہ انسان ہونے میں ہے۔

ملحوظ رہے کہ عالمِ بالا میں جو کچھ وقوع پذیر اور ظہور پذیر ہو رہا تھا اُس میں حیاتِ ارضی کا ایک دستورِ تشکیل پا رہا تھا جسے مفصل آغاز میں بیان کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو جب خلافتِ ارضی سے نوازا گیا پھر نہایت تعظیم، تکریم اور وقار و جبروت کے ساتھ جنت میں متمکن فرمایا گیا تو ابلیسِ لعین نے حسد محسوس کیا۔ میری ہمیشہ یہ پُر زور تاکید رہی ہے کہ قرآنی آیات مقدسہ کے ہر ہر حرف میں حکمتوں کے بے پایاں خزانے پوشیدہ ہیں۔ لہٰذا اسی لیے ایک لمحے کا تدبر 60 سال کی عبادت سے افضل ہے۔

یہاں سے اب فطرت، ذہنیت اور نفسیات اپنے خدوخال واضح کرنے لگی ہے۔ یہاں یہ طے ہو گیا کہ ہر عمل کسی نہ کسی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے اور ہر عمل کے صدور کے پیچھے ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ حسد کیوں پیدا ہوا کیونکہ وہ ایک اعلیٰ مقام پر تھا اور اب یہ مقام و منصب حضرت آدمؑ اور اُن کی ذرّیت کو عطا فرما دیا گیا۔ وہ آتشِ حسد میں جھلسنے لگا۔ چونکہ ہر عمل کا ایک ردِعمل ہوتا ہے۔ لہٰذا حسد کے سبب اس کے جذبۂ محبت کی نفی ہوئی اور عداوت کا جذبہ بیدار ہو گیا۔ عداوت تقاضہ کرتی ہے کہ دشمن کو نیست و نابود کر دیا جائے، برباد کر دیا جائے، ذلیل و رسواء کر دیا جائے اور اُس پر غلبہ پایا جائے۔

اسی حقیقت کو کسی نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

Man always rivals the one who opposes his ambitions.

شیطانِ لعین نہایت عقلمند و زیرک ہے لیکن تکبر و حسد اور خود پسندی نے اُسے تخریب کار اور مفسد بنا دیا ہے لہٰذا مخلوق کی خیر خواہی اُس کی سرشت میں ہی نہیں ہے۔ چونکہ وہ ازل سے ہی کائنات کے تخلیقی مراحل پر نظر رکھے ہوئے تھا اور جب اُس نے دیکھا کہ حضرت آدمؑ کے پیکر بشری کا خمیر زمین کی مٹی سے لیا گیا ہے تو وہ بھی سمجھ گیا کہ اگر انہیں کسی طرح زمین پر پہنچا دیا جائے تو یقیناً ان کی نسلیں خون خرابہ اور فساد میں مبتلا کی جا سکتی ہیں۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنی حکمت بھی یہی تھی لہٰذا حضرت آدمؑ اور اُن کی زوجہ پر ایک پابندی عائد فرما دی:

قرآن: وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝

ترجمہ: اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو، جہاں سے چاہو کھاؤ، لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ

Marfat.com

جانا ورنہ تم دونوں ظالمین میں شمار ہو گے۔ (البقرہ 2: آیت نمبر 25)

یہاں بھی قرآنی تدبر بہت سی حکمتوں کو منکشف فرماتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جنت کی مِلکیت آپ کے نام کردی اور اس کی ہر ہر نعمت سے مستفید ہونے کا مطلقاً اختیار بھی عطا فرمادیا۔ یاد رہے بالکل اسی طرح جب اللہ تبارک وتعالیٰ جو رزق ہمیں عطا فرماتا ہے اُس کے مالکانہ حقوق دیئے جاتے ہیں۔

چونکہ اس مرحلے میں فطرت، ذہنیت اور نفسیات وجود پا رہی تھی۔ حضرت آدمؑ صالح الفطرت تھے لہٰذا اللہ جل شانہ، کے حکم کی پاسداری کی اور اُس ممنوعہ درخت کو یکسر نظر انداز کیے رکھا۔

شیطانِ لعین نے پہلا حربہ یہ اختیار کیا کہ اُن کے دِل میں وسوسے کے ذریعے تجسس کو بیدار کیا یعنی یہ سوچ پیدا کردی کہ ساری جنت ہمارے حوالے کردی گئی لیکن اس ایک درخت کے قریب جانے سے منع فرمادیا، کیوں؟ اسی لیے صبحِ ازل سے انسانی تجسس نے کیوں، کیوں کی رٹ لگا رکھی ہے کیونکہ فطرتاً وہ جانتا ہے کہ اس کائنات میں ہر شئے کے وقوع پذیر اور ظہور پذیر ہونے کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ لہٰذا ''کیوں اور وجہ/سبب'' کے مرکب نے تمام عقلی وفکری علوم کے بند دروازے کھول دیئے۔

اگرچہ عقل بھی حق کی متلاشی ہے لیکن عقل کو شیطانی قوتیں آسانی سے ورغلا کر بھٹکا دیتی ہیں۔

؎ صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبریلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
(اقبالؒ)

یہاں ایک اور دقیق نکتہ بھی یاد رہے کہ شیطان جو کچھ کر رہا تھا اُسے کوئی بیرونی طاقت یا خارجی عوامل متحرک نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ اُس کے اپنے اندر کے جذبات تھے جو حسد اور تکبر کی وجہ سے مشتعل ہوئے اور آمادۂ عداوت ہوئے۔

Marfat.com

اب اُس کا مقصد جو اُس کا مشن بن چکا تھا وہ یہ تھا کہ انہیں ورغلا اور بہکا کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکم عدولی کروائی جائے تا کہ ارتکاب ظلم ہو۔ اب وہ طرح طرح کے حربے استعمال کرنے لگا یہاں یہ حکمت بھی ملحوظ رہے کہ ہمارے دونوں جَد اعلیٰ جنتی پھل کھا رہے تھے لہٰذا بشریت سے بے نیاز تھے اور "نفخت فیہ من روحی" کی روحانی دنیا میں راحتِ فردوسی میں سرشار تھے۔ یہی بنیاد ہے تصوف وولایت کی کہ مردان حق دنیاوی لذتوں سے اجتناب برتتے ہیں۔ اسی بناء پر سیدِ کائنات ﷺ نے بھوک کو نور فرمایا ہے۔

شیطانِ لعین نے اتنی محنت شاید دنیا میں نہیں کی جتنی اُس نے وہاں کی کیونکہ اپنی پیہم ناکامیوں سے وہ جان چکا تھا کہ جب تک یہ روحانی مدار سے نکل کر بشری مدار میں نہیں آئیں گے اُس کا کام بننے والا نہیں۔ ہر ناکامی کے بعد اُس کے انتقامی جذبے کی شدت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا۔ یہاں یہ بھی طے ہوا کہ جذبے ہمیشہ ایک ہی سطح پر قائم نہیں ہوتے بلکہ خارجی عوامل کے اشتعال سے اُن کی سطح گھٹتی یا بڑھتی رہتی ہے۔ اس لعین نے جھنجھلا کر فیصلہ کیا کہ اب میں اسفل سافلین یعنی کمینگی کی انتہا تک جاؤں اور ایسا وار کروں جو ان کے لیے ناقابلِ مزاحمت ہو۔

ایک اور حکمت بھی یہاں ملحوظ رہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت کے پھلوں سے مستفید ہونے کا حکم فرمایا تو یہ امر بالمعروف (یعنی نیکی کا پرچار کرنا" تھا اور جب ایک خاص درخت کا پھل کھانے سے منع فرمایا تو یہ نہی عن المنکر کا حکم تھا (یعنی بُرائی سے روکنا)۔

شیطان لعین کی اصل عبادت جھوٹ، جھوٹ اور جھوٹ ہے اسی لیے اُس کے پیروکاروں کے شب وروز جھوٹ بولنے میں ہی صرف ہوتے ہیں۔ شیطانِ لعین نے اپنے مؤثر ترین حربے کی تشہیر و اشاعت (Propaganda) کا لائحہ عمل تیار کیا جو واقعی بڑا دلکش (Fascinating)، مؤثر (Effective) اور ناقابل مزاحمت (Irresistable) تھا۔

قرآن: وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝

Marfat.com

ترجمہ: اور وہ (ابلیس) کہنے لگا کہ تم دونوں کے رب نے تم دونوں کو نہیں منع کیا مگر بسبب اس کے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ۔

انسان کی جبلی خصوصیت ہے کہ اُسے جس شئے سے منع کیا جائے تو وہ مثبت انداز میں یہ نہیں سوچتا کہ اس پابندی میں میری خیر ہے لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے بلکہ متجسس ہو کہ وہ زیادہ شدت سے اُس کی آرزو کرنے لگتا ہے۔ پوری دنیا کے ہر گوشے میں اس کا مشاہدہ اور تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً آج سائنسی بنیادوں پر یہ ایک مصدقہ حقیقت تسلیم کی جاتی ہے کہ غذائیت کے اعتبار سے دودھ بہترین غذا ہے جبکہ شراب بے شمار بیماریوں اور ہلاکت کا باعث ہونے کے باوجود بھی بڑے جنوں سے پی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ دودھ پینے کے لیے کوئی جاندار تحریک وترغیب نہیں ہے لیکن اس کے برعکس شراب نوشی چونکہ حرام عمل ہے، گناہ ہے، مجرمانہ فعل ہے، شرک کے برابر ہے اور اللہ ورسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث، جہنم میں لے جانے والا ہے۔ لہٰذا شیطان کی بھرپور ورغلاہٹ شرابی بنا دیتی ہے۔

یہاں بھی یہی ہوا کہ شیطان نے ابوالبشرؑ کے سامنے اتنا بڑا فائدہ رکھا کہ اُن کی سوچوں کا دھارا اب اس رُخ مڑ گیا لیکن خُدا خوفی غالب رہی اور آپؑ اُس طرف مائل نہ ہوئے۔ لیکن اے "ظلوماً جهولاً" انسان غور کر کہ شیطان تجھے بھٹکانے میں ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہتا جبکہ تو ہوس پرستی کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہر لمحے اُس کی عداوت سے غافل ہے۔ قانونِ قدرت ہے کہ دفاع سے غافل ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ذات میں تقوے کا فرقان انہیں بچا رہا تھا۔

آیت کریمہ کے مطابق جو کچھ اُس نے کہا وہ چونکہ حقیقت سے بعید تھا بلکہ سراسر جھوٹ تھا اور کون نہیں جانتا کہ جب جھوٹے کا جھوٹ نہیں چلتا تو اُس پر سچ کی ملمع سازی کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم جھوٹوں کا آخری حربہ ہوتی ہے۔ یہی شیطان لعین ومردود نے کیا:

قرآن: وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ۙ﴿۲۱﴾

Marfat.com

ترجمہ: اور اُن دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک، واقعی میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

(الاعراف 7: آیت نمبر 21)

یہ شیطانی حربہ کارگر ثابت ہوا بلکہ آج تک سادہ لوح، غافل اور جاہل شیطان پرستوں کی انہی جھوٹی قسموں کا شکار ہو کر برباد ہوتے ہیں اور آخرت بھی خراب کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پوچھنے پر حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے جواب دیا کہ اے میرے غفور الرحیم رب جب اس مردود نے تیری قسم کھائی تو ہم بہکاوے میں آ گئے۔

یہ واقعہ ہمیشہ ملحوظ رہے کہ اس کی وقوع پذیری میں حیاتِ ارضی کا دستورِ حیات ظہور پذیر ہو رہا تھا۔ شیطانِ لعین نے جس تندہی، ثابت قدمی سے اپنا مقصود حاصل کرنے کا جتن کیا آج جدید نفسیات اُسے (Drive) (تحریک) کی اصطلاح کے طور پر جانتی ہے۔ اُن کی تعریف کے مطابق انسان کے دِل میں خواہش پیدا ہونے کے بعد ایک قوت ہے جو خواہش کی تکمیل تک اُسکا پیچھا کرتی رہتی ہے۔

چونکہ مغربی محقق نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور شیطان کی حقیقت سے بے بہرہ ہیں لہٰذا اسی لیے اُن کی نفسیاتی تحقیق اُنکا کچھ سنوار نہیں رہی۔ اس کے علاوہ تزکیۂ نفس نہ کبھی اُن کا مطمع قلب و نظر تھا اور نہ ہے۔ سود، جوا، شراب اور زنا پرستی کو مباح سمجھنے والے چونکہ صالحیت سے یکسر دور ہیں اسی لیے اُنکی علمی ترقی نے انسانیت کو اجمالاً خون خرابے اور فساد سے دوچار کیا ہے۔

میں نے سکھلائے فرنگی کو علومِ فطرت
وہ مجھے عیشِ جہاں کے لیے اکساتا ہے
نفسِ امّارہ کی ترغیب کو فطرت کہہ کر
راہِ طاغوت سجا کر مجھے بہکاتا ہے

(سجّاد)

Marfat.com

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شاید حقیقی امرِ ربی سے آگاہ نہ تھا لیکن اتنا وہ پورے وثوق سے جانتا تھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم کی نافرمانی میں مخلوق کی خیر ہرگز نہیں اور شیطانِ لعین و مردود کی پیروی میں صرف اور صرف بربادی ہے دونوں جہان کی۔

شیطان اپنی رذیلانا بصیرت سے یہ بھی جان چکا تھا کہ مرد قوّام ہیں اور عورتوں میں ضعف ہے۔ لہٰذا اُس نے زیادہ محنت اماں حوا (سلام علیہا) پر کی اور بالآخر انہیں ورغلانے میں کامیاب ہوا۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر انتہائی جھوٹ کا ارتکاب کیا اور خود کو اُنکا خیر خواہ ظاہر کر کے منافقت کا مرتکب ہوا۔ یاد رہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے جھوٹ کو منافقین کی سب سے بڑی نشانی قرار دیا ہے۔

شیطانی تحریک وترغیب کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ ممنوعہ پھل کھانے کا ظلم سرزد ہوگیا۔ اس ممنوعہ پھل کے بارے میں بہت سی روایات ہیں لیکن تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تفسیر کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ یہ خوشۂ گندم تھا۔ یہاں یہ بھی طے ہوگیا کہ ہر غذا کی اپنی غذائیت ہے اور غذائیت انسانی اور حیوانی سیرت وکردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی لیے روزہ فرض کیا گیا اور کم کھانے کو حکمت سمجھا جاتا ہے۔ جنت کے پھل روح کو سرشار وتوانا کر رہے تھے۔ ممنوعہ پھل کا تعلق پیکر بشری کے ساتھ تھا۔ معدے میں اترتے ہی پیکر خاکی میں وہ شہوانی جذبے بیدار ہوئے جن کی تسکین جنت میں ممکن نہ تھی بلکہ اس غرض کے لیے **اللہ احسن الخالقین** نے کرۂ ارض کو تخلیق فرمایا تھا۔ اسی لیے بشر زمین پر پیدا ہوتے ہیں۔ موت کے وقت پیکر خاکی مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے اور روح واپس اپنے مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ خوشۂ گندم کھانے سے دونوں میں منہ زور جنسی جذبات بیدار ہوئے جو پہلے نہ تھے۔ اسی لیے جب انسان پیدا ہوتا ہے تو جنسی کشش نہیں ہوتی پھر دنیاوی غذائیں اپنے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ بشر بچپن سے نوجوانی اور پھر بلوغت میں قدم رکھتا ہے تو نر اور مادہ کی جنسی کشش کا آتش فشاں ابلنے لگتا ہے۔

ارتقائی سفر کا یہ مرحلہ طے ہوا تو شیطانِ لعین کی فریب کاری کی بدولت۔

Marfat.com

قرآن: فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ

ترجمہ: پس وہ دونوں کو اتار لایا (پھل کھانے تک) فریب کے ذریعے

(الاعراف 7: آیت نمبر 22)

مذکورہ بالا تحریر میں اُس کے دامِ فریب کے سارے پینترے بیان کر دیئے گئے ہیں۔

یہاں ایک عظیم حکمت کا انکشاف ہو رہا ہے کہ بشری زندگی کا آغاز ہی دھوکے فریب سے ہوا اور انہیں جس دنیا میں بھیجا گیا اُس کا تعارف خود احسن الخالقین نے اس طرح کرایا۔

قرآن: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ

ترجمہ: اور کچھ نہیں ہے دنیا کی زندگی بجز سامانِ فریب کے۔ (ال عمران 3: آیت نمبر 185)

یہاں بھی اللہ جل مجدہٗ نے اپنی شان کریمی کے لائق انسان کو تنبیہی نصیحت فرما دی۔

قرآن: فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

ترجمہ: پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈال دے وہ فریبی دھوکے باز (شیطان لعین) (لقمٰن 31: آیت نمبر 33)

یہ آیاتِ مبارکہ جو بصیرت و فراست فراہم کر رہی ہیں وہ آنکھیں کھولنے کے لیے کافی و شافی ہے۔ حیاتِ ارضی فانی ہے، عارضی ہے، یہاں پیکرِ بشری، رشتے ناطے، تجارت، تفاخر، حسد، لالچ، خود غرضی وغیرہ سب باعثِ تصادم ہیں۔ محض آرزو پرستی ہے۔ عیشِ جہاں کے دوام کی تمنائے خام ہے۔ میدان عمل ہے۔ آزمائش ہے۔ امتحان ہے حق و باطل کو پرکھنے اور اختیار کرنے کا۔ دنیا کی حشر سامانیوں پر مر مٹنے والا ہر انسان قدم قدم پر بے بس و لاچار رہتا ہے اور حسرتیں لے کر قبر کی تاریکی اور تنہائی میں گم ہو جاتا ہے اور بھلا دیا جاتا ہے۔

یاد رہے انسانی جبلّت میں نیکی اور پارسائی بھی ہے اس لیے انسان فریب نہیں کھاتا جب تک کوئی فریبی دھوکا باز اُسے تحریک و ترغیب سے اُکسائے نہ اور ورغلاتے ہوئے بھٹکا نہ دے۔

Marfat.com

یہاں یہ بھی طے پا گیا کہ جب ہدایت کے ہوتے ہوئے کوئی دھوکا کھا جائے تو اس کے نتائج بڑے بھیانک وسنگین ہوں گے بالکل اُسی طرح جیسے ایک شخص بیرونِ ملک جانے کے شوق میں کسی دھوکے باز ایجنٹ کے ہاتھوں ساری زندگی کی کمائی گنوا دے۔ جب ابوالبشر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اُن کی اہلیہ نے خوشۂ گندم نوش فرمالیا تو پورا البشری نظام بیدار ہو گیا۔ شہوانی جذبوں کی بیداری سے جنسی اعضاء کی تفاوت برہنہ ہو کر واضح ہو گئی جس کے بارے میں قرآن نے یوں آگاہی دی۔

قرآن: فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا

ترجمہ: پس جب دونوں نے درخت (پھل) کو چکھ لیا تو اُن کے اعضائے مخصوصہ اُن پر ظاہر ہو گئے۔ (الاعراف 7: آیت نمبر 22)

جنت کا لباس جو کہ نفوسِ روحانی کی پوشاک تھا وہ اتر گیا۔ جنسی خواہش بیدار ہوئی۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے اِن جدِ اعلیٰ کا خمیر صالحیت کی بنیاد پر تخلیق فرمایا تھا اور انہیں قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت کے عناصر سے وجودِ اطہر عطا فرمایا تھا لہٰذا اُنکا فوری ردِ عمل احساس حیاء تھا۔ حیاء تقاضہ کرتی ہے کہ اپنی مردانگی اور نسوانیت کو ہوس پرستوں کی نگاہِ بد سے بچایا جائے۔ حقیقت میں حیاء ہی انسانی فطرت ہے اور بے حیائی کے لیے نفس پرستی کرتے ہوئے اپنی حیاء کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً ماضی قریب میں لوگ اپنی بہت چھوٹی بچیوں کو ایسا لباس پہناتے اور اُن کی مائیں بہنیں بھی لباسِ تقویٰ زیب تن فرماتیں لہٰذا اسی بناء پر لڑکیاں بڑی ہو کر شرم وحیا کا پیکر نظر آتیں تھیں جو مردوں کی نگاہوں سے چھپتی پھرتی تھیں۔ شادیوں کے موقع پر دلہنوں کی حیاداری ہی اُنکی اصل زیب وزینت ہوتی تھی۔

آج بدنگاہی کی حقیقت کو خوب جاننے والی مائیں خود بھی عریاں ہو گئیں اور اپنی بچیوں کو بھی رداءِ غیرت سے محروم کر کے مغرب کی طرح فروغِ زناکاری کا سامان بنا دیا ہے۔

Marfat.com

قرآن: وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ (الاعراف 7: آیت نمبر 22)

فوری ردِعمل کے طور پر پتوں کو جسم سے چپکانا غمازی کرتا ہے فطری حیاء کی اور اس کے علاوہ کئی طرح کے احساسات بیدار ہوئے۔ الجھن، پریشانی، خوف، صدمہ، احساس جرم/ظلم، نافرمانی وغیرہ جنہوں نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی۔

ایک اور ازلی حکمت جسے ملحوظ رکھنا نہایت ضروری اور دلچسپ ہے کہ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی جب تخلیق ہوئی اور اُس تنہائی کی فطری خلش کو دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اماں حوا (سلام علیہا) کا ساتھ انہیں نصیب فرمایا تو یوں انسانی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر ایک متصادم قوت شیطانِ لعین کی صورت اس معاشرے کا حصہ بنی۔ چونکہ جنت وہ مقام نہ تھا جہاں یہ معاشرت پنپ سکتی تھی لہٰذا نتیجتاً ایک ہیرو، ایک ہیروئن اور ایک ولن کو دنیا میں بھیج دیا گیا تاکہ خیر و شر کا یہ ڈرامہ دنیا کی اسٹیج پر ارتقاء کی صورت برپا رہے یہاں تک کہ قیامت کا پردہ گر کر اس کھیل کا خاتمہ کر دے۔

قرآن: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ

ترجمہ: اور نہیں ہے دنیا کی زندگی بجز کھیل اور تماشے کے۔ (الانعام 6: آیت نمبر 32)

اس آیتِ کریمہ کے مطابق دنیا کھیل ہے چاہیں تو اس سے کچھ دل بہلاوے کا سامان کر کے اپنے حقیقی مقصدِ حیات یعنی اپنے رب کی بندگی پر کمربستہ ہو جائیں یا چاہیں تو اس کھیل سے ایسی جذباتی وابستگی قائم کر لیں کہ اپنی ٹیم کے ہار جانے پر خودکشی کر لیں۔ اس کے علاوہ دنیا کی زندگی ایک ڈرامہ یا فلم ہے جس میں اداکار مختلف کرداروں کی صورت آپ کے سامنے آتے ہیں مثلاً کوئی بادشاہ بنا ہے، کوئی ڈاکٹر یا انجینئر بنا ہے، کوئی جاگیردار، سرمایہ دار یا کسی نہایت ادنیٰ طبقے کا ترجمان بن کر آپ کو محفوظ کر رہا ہے لیکن پردہ گرتے ہی سب اپنی اصلیت پر آ جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح یہاں ہر مرنے والا اپنا اختیار، اقتدار، رشتے ناطے، مال و اسباب، جائیدادیں سب چھوڑ کر اپنی غیر

Marfat.com

فانی حقیقی زندگی میں واپس چلا جاتا ہے۔

اگر آپ مذکورہ بالا حقائق کا تجزیاتی بصیرت سے مطالعہ کرتے آئے ہیں تو آپ یقیناً جان چکے ہوں گے کہ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خُلد سے نکلنے کی وقوع پذیری میں ساتھ ساتھ دستورِ حیاتِ ارضی کے نقوش بھی واضح ہوتے چلے گئے۔

اپنے مشن کی ابتداء میں شیطانِ لعین نے ہمارے جدِ اعلیٰ کو جنت سے نکلوایا لیکن اُس کی عداوت صرف انہی کی ذاتوں تک محدود نہ تھی بلکہ پوری انسانیت پر محیط ہے۔ پہلے حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اماں حوّا (سلام علیہا) کو جنت سے نکلوانا مقصود تھا اور ان کی جمیع اولاد کو جنت کی راہ سے بھٹکا کر جہنم کی راہ پر ڈال دینا اُس کے مشن کا وہ حصہ ہے جو کرۂ ارضی پر سرانجام دیا جائے گا۔ اسی مرحلۂ فکر پر یہ عقیدہ راسخ کرنے کی ضرورت ہے کہ عقل وفراست وبصیرت رکھنے والے انسان کو اُس کے کریم مالک نے دونوں راستوں کی ہدایت فراہم فرمادی۔ (وھدینٰہ النجدین یعنی ہم نے اُسے دونوں راستوں کی ہدایت دے دی)۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 27، جو پہلے گزر چکی ہے، میں اللہ رب العزت نے پوری نوع انسانی کو متنبہ فرمادیا کہ جو طریقہ واردات شیطانِ مردود نے تمہارے جدِ امجد کو جنت سے نکلوانے میں اختیار کیا وہی مفسدانہ مکروفریب وہ تمہیں ورغلانے اور جنت کی راہ سے بھٹکانے میں اپنائے گا۔ یاد رکھیں حاسد ومغرور دشمن غلبہ پانے کے لیے کمینگی کی ہر حد پار کر جائے گا۔ اسی مکروفن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتنہ اور آزمائش قرار دیا کہ اے بنی آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) شیطان تمہیں اسی طرح فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا۔

رب کا احسان اور انسان کی کم ظرفی:

اللہ جل شانہٗ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ عقل وفراست کے ساتھ وہ قوتِ تسخیر عطا فرمائی کہ انسان ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہوا نظر آتا ہے لیکن جب شیطانی بہکاوے میں آتا ہے خواہشاتِ نفسانی کا غلام بن جاتا ہے تو اس کے قلب پر ظلم وجہالت کے وہ پردے پڑ جاتے

Marfat.com

ہیں کہ حق کو پہچاننے اور ماننے سے معذور ہو جاتا ہے۔

قرآن: لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۝

ترجمہ: وہ دِل و دماغ (قلب) رکھتے ہیں لیکن ان کے ذریعے سمجھ بوجھ کا کام نہیں لیتے۔ وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان کے ذریعے حق بینی کا کام نہیں لیتے۔ وہ کان رکھتے ہیں مگر اُن کے ذریعے سماعتِ حق کا کام نہیں لیتے وہ لوگ بالکل حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی تو ہیں جو واقعتاً غافل ہیں۔ (الاعراف 7: آیت نمبر 179)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اس فتنے کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ شیطان کا سب سے مہلک ہتھیار کیا ہے۔ یقیناً وہ غفلت ہے۔

تصور کریں کہ ایک انسان کے پاس جہاں بینی کے تمام ذرائع موجود ہوں۔ علوم ظاہری کو جاننے اور پہچاننے کے لیے حواسِ خمسہ ہوں، شعور اور تجزیے کے لیے عقل و دماغ ہو، حق و باطل میں تمیز کرنے کی خُدائی ہدایت موجود ہو۔ صالحین و مجرمین کے سیرت و کردار سامنے ہوں۔ پچھلی نسلوں کی دریافتیں چراغِ راہ ہوں۔ اپنے شعوری تجزیات اور تجربات کے خزانوں کی پشت پناہی حاصل ہو اور اُس کا وجدان باطنِ ملکوت میں جھانکے تو رب ذوالجلال کا راز دار بن جائے اور قوت تسخیر بھی رکھتا ہو۔

لیکن جب انسان نفس پرستی اور حبِ دنیا کے غلبے کی وجہ سے ان تمام صلاحیتوں کو جن کی بدولت وہ اشرف المخلوقات کہلایا، پس پشت ڈال دے۔ اپنی باطل پرستی کی ظلمتوں میں بھٹکنے کے باوجود شاداں و فرماں رہے تو یقیناً یہ عبدالدینار جانورں سے بھی بدتر ہے۔ اس لیے کہ جانوروں کے پاس کوئی مقصدِ حیات نہیں ہوتا سوائے اپنے طمع کی تسکین کے جانور کسی دستورِ حیات کی پیروی نہیں کرتے۔ جانوروں م کا کوئی ضابطۂ اخلاق نہیں ہوتا۔ جانور حقوق و فرائض کے شعور سے نابلد ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمادیا کہ جو حق و باطل میں تمیز کرتا ہوا اپنے رب کی بندگی میں سرگرداں رہا وہی شرف انسانی سے متصف ہے۔

Marfat.com

اب اس کرۂ ارضی پر شیطان لعین کی تمام تر توانائیاں اسی بات پر صرف ہونگی کہ وہ انسانی بصیرت کو حُبِ دنیا کی تابندگی سے اس طرح چکا چوند کردے کہ اُسے نہ حق سُجھائی دے اور نہ باطل پرستی کے پردوں میں چھپا ہوا اُخروی خسارہ دکھائی دے یہاں تک کہ موت کا پروانہ اپنی ناقابلِ تصور وحشتوں کے ساتھ اُس کی بائیں مٹھی گرم کردے۔

دوسری طرف **اللہ غفور الرحیم** صبح ازل سے لحہ بہ لحہ اعلان فرماتا آرہا ہے کہ میری رحمت کائنات کی ہر شئے سے زیادہ وسیع ہے۔ وہ مخلوق کی صرف خیر خواہی پسند فرماتا ہے لیکن مخلوق یعنی انسان ظلم اور جہالت کا دامن نہیں چھوڑتی اور خود اپنے ہاتھوں سے تباہی و بربادی کمالیتی ہے۔ اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ **ربِ رؤف الرحیم** نے اُس اشرف المخلوقات کو جو اپنی جہاں بینی اور جہاں بانی کی صلاحیتوں کے طفیل اپنا ایک تازہ جہاں آباد کرچکا ہے اور ابھی پردۂ افلاک کو چاک کر کے، ستاروں کی گزرگاہوں سے ہوتا ہوا خلاؤں کو بھی مسخر کر رہا ہے۔ اپنے اس خلیفہ کو اللہ نے اس کے دشمن سے بھی آگاہ فرمادیا۔ اُس کی طاقتیں بھی آشکار فردیں۔ اس کا طریقہ واردات بھی واضح فرما دیا۔ اُس کے مؤثر ہتھیاروں کی خبر بھی فراہم فرمادی۔ اب اس جامع ہدایت کے بعد عملی جہاد انسان کی آزمائش بھی ہے اور ذمہ داری بھی ہے۔ اب جو جنّت میں جانا چاہتا ہے تو وہ خوب احسن طریق پر جان لے کہ شیطان کو راستے سے ہٹائے بغیر جنت تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ پوری انسانیت کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہی یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کو مقصودِ حیات بنائے اپنے دشمن کو شکست فاش دے اپنی جنت کمالے جس سے ہمارے ماں باپ کو نکلوایا گیا تھا۔

؎ جنت تیری پنہاں ہے تیرے خونِ جگر میں

(اقبالؒ)

نجدین کی ہدایت:

میں، گدائے مصطفیٰ ﷺ و اولیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) توفیقِ خداوندی سے یہ دعویٰ کیا کرتا ہوں کہ قرآنی آیات اور احادیث مصطفیٰ ﷺ فارمولوں کی صورت کام کرتی ہیں۔ شیطان لعین

Marfat.com

ہمارے جدِاعلیٰ کو جنت سے جو نکلوایا تو اس ضمن میں کچھ مزید قرآنی آیات کو سمجھنا ضروری ہے۔

اس مرحلہ فکر پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ رب کریم سب سے پہلے انسان کو دونوں متضاد و متصادم راستوں کی ہدایت فرمائی۔

قرآن: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾

ترجمہ: اور ہم نے اُسے دونوں راستوں کی ہدایت دی۔ (البلد 90: آیت نمبر 10)

قرآنی تفاسیر میں ''نجدین'' کو لغوی اعتبار سے دو مشکل گھاٹیوں کی صورت تعبیر کیا گیا ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق و باطل، خیر و شر کی ہدایت علمِ نافع کی صورت کیسے حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو عطا فرمائی۔

قرآن: فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾

ترجمہ: پس ہم نے کہا اے آدم! بے شک یہ (شیطان) دشمن ہے تمہارا اور تمہاری بیوی کا تاہم یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے اور نتیجتاً تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔

(طٰہٰ 20: آیت نمبر 117)

اس آیتِ کریمہ میں بھی دستورِ حیاتِ ارضی کی حکمتوں کو سمجھنے کے لیے اُس موقع اور احوال کو تصور میں لانا ہوگا۔ جہاں حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)، انکی اہلیہ (سلام علیہا) اور ابلیسِ لعین موجود ہیں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو مخاطب کرتے ہوئے شیطان مردود کے لیے اسم اشارہ ''یہ۔ ''ھٰذا'' کا صیغہ استعمال فرمایا اور ہدایتاً فرمایا کہ نجدین میں سے اگر نجدِ شیطانی اختیار کیا تو اس کا انجام نہ صرف جنت سے نکلنا ہے بلکہ ایک ایسی دنیا میں بھیج دیے جاؤ گے جہاں زندگی سراسر مشقت ہے۔ یعنی وہ زندگی استحصال، غصب، خیانت، تخریب، تصادم، نفرت اور ملازمت سے عبارت ہوگی۔ لیکن! اس کے برعکس آپ دونوں اگر راہ حق پر ہی استقامت کیے رہے تو پھر جنت کی راحتیں اور آسودگیاں تو آپ کو پہلے ہی نصیب ہو چکی ہیں۔

Marfat.com

قرآن: اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے اس (جنت) میں یہ (آسودگی) ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی اور نہ برہنہ (بے لباس) ہو گے۔ (طٰہٰ 20: آیت نمبر 118)

اللہ ذو الفضل العظیم نے چند الفاظِ مقدسہ میں پوری حیات جنت کی منظر کشی فرمادی کہ وہاں ہر خوش بخت فکرِ معاش و مصائب سے آزاد ہوگا۔

قرآن: وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اور یہ کہ بے شک نہ تمہیں یہاں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی۔

(طٰہٰ 20: آیت نمبر 119)

فنائیتِ بشری کی حکمت:

حیاتِ ارضی میں مراحل عمری (Aging) ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے۔ اس کے تحت زمین پر موجود ہر شئے پرانی ہوتی رہتی ہے اور خارجی ماحول کے اثرات اس میں شکست و ریخت (Wear and Tear) کے ذریعے تخریبی تغیر و تبدّل پیدا کر کے اس کی اصل ہیت کو بگاڑتی ہوئی فنا کر دیتی ہے لیکن اسی شئے کے پریشان عناصر کسی اور مادی وجود میں ڈھلنے لگتے ہیں یا کسی مادی صورت میں موجود رہتے ہیں۔ اسی لیے اسے کائناتِ موجود کہتے ہیں کہ یہاں جو وجود میں آ گیا وہ موجود ہی رہے گا اور تغیر و تبدّل کی ناگزیریت کے مظاہر اپنا رنگ دکھاتے رہیں گے۔ اسی لیے یہ عالم شھادۃ (موجود) کہلاتا ہے۔

حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور انکی زوجہ پہلے جنت میں تھے جو عالمِ غیب ہے۔ عالم غیب میں تغیرات نہیں ہیں (اللہ ورسولہٗ اعلمُ) جب ممنوعہ پھل کھایا گیا تو مادی بشری پیکر میں فطرتاً اور طبیعتاً تبدیلیاں رونما ہوئیں اور یوں انہیں س ماحول میں بھیج دیا گیا جو اس کے موافق و مطابق تھا۔

اگرچہ دستورِ حیات سے اسکا تعلق ہے لیکن پھر بھی میں نے ضمناً اس موضوع کی وضاحت کرنے کو پسند کیا کیونکہ یہاں بہت سے خدائی رازوں سے پردہ اُٹھ رہا ہے۔ ایک تو یہ

Marfat.com

کہ جو انسان واپس جنت میں جانا چاہے تو اُسے شیطانی کرداریت کی نفی کرنا ہوگی اور انبیاء کرام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نمونۂ کردار کا اتباع کرنا ہوگا کیونکہ جنت بشری خواہشات کی تکمیل کا مقام نہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ شیطانی اثر ورسوخ پیکرِ بشری تک محدود ہے اس سے ماورٰی نہیں ہے۔ بلکہ جو حیاتِ ارضی میں بشریت سے دست کش ہوکر زاہد و عابد بنا تو شیطان پر اُسکا غلبہ قائم ہوگیا۔ اس امر کی نشاندہی ربِ ذوالجلال نے بھی فرمادی اور خود شیطانِ مردود و لعین نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

قرآن: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝

ترجمہ: بے شک میرے بندگانِ حق پر تیرا کچھ زور نہ چلے گا سوائے اُن بھٹکے ہوؤں کے جو تیرا اتباع کرنے والے ہوں گے۔ (الحجر 15: آیت نمبر 42)

اس آیت کریمہ میں ربِ کریم نے روزِ روشن کی طرح واضح فرمادیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے والوں کے مقابل شیطانِ لعین بالکل بے بس ولاچار ہوگا۔ اُس کی ہر سطح کی محنت لاحاصل رہے گی۔ اس کے برعکس خود اپنی صوابدید سے دنیا کو ہی اپنا مطلوب ومقصود بنانے والوں کو تو وہ فرعونیت، نمرودیت، قارونیت، چنگیزیت اور یزیدیت کی اُن حدوں تک لے جائے گا کہ جنت کی خواہش تو دور کی بات ہے وہ جہنم جیسی بھیانک آگ سے بھی بے غرض ہوکر زندگی گزار رہے ہونگے۔

قرآن: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝

ترجمہ: ابلیس نے کہا! اے میرے رب جن کی وجہ سے تو نے مجھے بھٹکا دیا اب میں زمین پر تمام لوگوں کے لیے لازماً اس گمراہی کو آراستہ اور خوشنما بناؤنگا اور انہیں ضرور گمراہ کرونگا۔
سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو نہایت مخلص ہونگے۔ (الحجر 15: آیت نمبر 39)

ان آیات مقدسہ کی رو سے شیطانِ لعین نے اپنی سرکشی، خودستائی، حسد اور غرور کا احساس کرتے ہوئے شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا خالق ومالکِ کائنات پر الزام عائد کردیا کہ

Marfat.com

نعوذ باللہ اُس مردود کو بھٹکایا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنی باغیانہ روش میں اس حد تک بڑھ گیا کہ رب العالمین سے ٹکرانے کی ٹھان لی۔

اُس نے دعویٰ کر دیا کہ وہ حیاتِ ارضی میں نفس پرستی کی زندگی کے فروغ کے لیے انسانی شہوات اور ہوس کو ہوا دے گا تاکہ ہوس پرستی میں کثرتِ مال کی طرف راغب ہو اور اس کی سیرت میں بھی جھوٹ، تکبر، حسد، خودغرضی، لالچ، غصب اور بددیانتی پیدا ہو۔ آخرت کا خوفِ احتساب محو ہو جائے اور پھر ہر انسان شیطانی فتنہ گیری اور فساد کا مرتکب ہو کر خود ہی اپنی دنیاوی بربادی اور اُخروی خسارے کا سامان کر لے۔

اب اس حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مخلص بندے اللہ کی محبت میں تمام دنیاوی لذتوں سے بے نیازی اختیار کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی منزل پر متمکن ہو جاتے ہیں تو شیطانی تصرف سے نکل جاتے ہیں اور اُسے آسانی سے شکست دے دیتے ہیں۔

قرآن: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو مقامِ تقویٰ پر فائز ہوئے۔ جب بھی کوئی ورغلاہٹ شیطان کی طرف سے انہیں چھوتی ہے تو وہ یوں ہوشیار/ چوکنے ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ اُسے دیکھ رہے ہیں۔
(الاعراف 7: آیت نمبر 201)

دشمن کی عداوت، قوّت، اس کے مفسدانہ ارادے اور فتنہ گیریوں سے مکمل آگاہی کے بعد ایسے دشمن سے ہر گھڑی ہر ساعت جہاد کرنا پڑے گا کیونکہ وہ تو ہماری موت کی آخری گھڑی تک نہ ہم سے غافل ہوتا ہے اور شدید ترین شیطانی ڈھٹائی اور ثابت قدمی سے ہمارے خلاف نبرد آزما ہے اور ہم جنت جیسی ابدی راحتوں کے لیے بالکل بھی سنجیدہ نہیں۔

اب میں اُن مردانِ حق کی بات کرنا چاہونگا جو مقامِ تقویٰ پر پہنچ کر شیطانی دسترس سے نکل جاتے ہیں۔ تقوے کی سب سے بڑی عبادت وریاضت روزہ ہے۔ دنیاوی غذائیں پیکر بشری کو توانا کرتی ہیں۔ یہ توانائیاں لذّاتِ دنیا سے مستفید ہونا چاہتی ہیں۔ دنیا کی ثروت ونشاط

Marfat.com

آخرت سے غافل کر دیتی ہے اسی لیے اہل اللہ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی "نفخت فیه من روحی" والی زندگی پانے کے لیے دنیا میں بشریت کو فنا کرنے کے لیے، دنیا سے بے نیازی اختیار کرنے کے لیے مجاہدہ، مراقبہ اور محاسبہ کی راہِ عشق اختیار کرتے ہیں۔ وہ انسان کی ہستی کے اس مقام پر واپس پہنچنا چاہتے ہیں جہاں ہمارے جدِ اعلیٰ ممنوعہ پھل کھانے سے پہلے فائز تھے۔ لہٰذا زہد و تقویٰ کے مختلف مقامات سے گزرتا ہوا انسان اپنی بشریت کو موت سے پہلے فنا کر دیتا ہے اور پروردگارِ عالمین کی بقاء سے قائم ہو جاتا ہے۔ اسی کو اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین "مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا یعنی اپنی موت سے پہلے مر جاؤ" کا مرتبہ گردانتے ہیں اور یہی مقام احسان ہے۔

انہی دلائل کی حجتِ تامہ کو مرشدِ کاملین حضرت علیؓ بن عثمانؒ الہجویری المعروف داتا گنج بخش نے اپنی نورانی تصنیف کشف المحجوب میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ یہ اللہ ذوالجلال والاکرام کے دوستوں کی فنا کا مقام ہے کیونکہ وہ ساری موجودات سے منہ موڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ ورسولہٗ اعلم۔

شیطن لعین کا طریقۂ واردات:

اس کرۂ ارض پر جمیع انسانیت نے سوائے مومنین کے، جس عظیم ترین گناہ کا ارتکاب کیا ہے وہ ان کی شیطان اور شیطنت سے قصداً لاعلمی ہے۔ اس گناہ کی سنگینی اور حساسیت کا اندازہ مندرجہ ذیل قرآنی آیتِ مقدسہ سے لگائیں کہ جب تمام جہنمیوں کو نارِ جہنم میں دھکیلنے کا موقع ہوگا تو رب کائنات اُس نے فرمائے گا:

قرآن: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝

ترجمہ: اور اے مجرمو! آج کے دِن امتیاز اَلگ ہو جاؤ۔

☆ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

ترجمہ: اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہ

Marfat.com

کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

☆ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: اور یہ کہ میری عبادت کرتے رہنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

☆ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: اور بے شک اُس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر ڈالا پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔

☆ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: یہ وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

☆ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: آج مِل جاؤ اس سے بسبب اس کفر کے جو تم اس کے بارے میں کرتے تھے۔

(یٰسین 36: آیات 59 تا 64)

مذکورہ بالا آیات کو تکوینی ہدایت مانتے ہوئے اگر ان کا عالمانہ مطالعہ کیا جائے تو مارے خوف کے جوانوں پر بڑھاپا طاری ہو جانا چاہیے کیونکہ ہر جہنمی کو دوزخ کی آگ میں پھینکنے سے پہلے بتایا جا رہا ہے کہ یہ آگ تمہاری شیطان پرستی کے صلے میں مقدر ہوئی۔ ذرا تصور میں لائیں کہ پوری کی پوری زندگی شیطان پرستی میں گزارنے والا جیتے جی ایک لمحے کے لیے بھی احساس کرنے کو تیار نہیں کہ وہ زندگی کی جس ڈگر پر چل رہا ہے وہ شاہراہِ باطل ہے جو انسان کو کشاں کشاں آگ کی طرف کھینچ رہی ہے۔ یہ سراسر حقیقت ہے کہ انسانوں کی غالب اکثریت اس دن خوف زدہ بھی ہوگی اور حیرت زدہ بھی۔ انہیں یقین نہیں آئے گا کہ وہ واقعی شیطان پرستی میں زندگی بسر کر کے آئے ہیں۔ پھر جب قرآن وسنت کی ہدایت ان کے سامنے پیش کی جائے گی تو اس وقت انہیں احساس ہوگا کہ ہم تو شیطانی بہکاووں میں اس قدر مگن رہے کہ آخرت کے احتساب کو محض قصے کہانیاں اور انسانی نظریات پر وضع کردہ عقائد سمجھتے رہے۔

جہالت کی معراج یہ ہے کہ جس عقل سے ستاروں کے جگر چاک کیے، ستاروں کی

Marfat.com

گزر گاہوں کو ڈھونڈا، زمین کا سینہ چاک کر کے اُس کے باطنی خزانوں تک دسترس اور تصرف حاصل کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی بنائی ہوئی دنیا میں اپنا ایک تازہ جہاں آباد کر دکھایا لیکن ہدایت و گمراہی میں تمیز کرنے کے لیے اس عقل کے استعمال سے ہمیشہ گریزاں رہے ہیں اور شیطان کا آسان ہدف بن کر جہنم کما لیا ہے۔ ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے خالق و وارث کے اس پیغام کو، جو مذکورہ بالا آیات کریمہ میں دیا گیا ہے، ہمہ وقت یاد رکھے تاکہ اُس کا رجوع الی اللہ قائم ہو ورنہ:

قرآن: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝

ترجمہ: اور جو کوئی رحمٰن کی یاد (یعنی ہدایات ونصائح) کو صرف نظر کرتا رہتا ہے تو ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اُس کا جوڑی دار/ ہمدم بنا رہتا ہے۔

(الزخرف 43: آیت نمبر 36)

شیطان ایک محرک عظیم:

ارتقاءِ زمانہ حکمتاً انسانی اعمال سے وابستہ ہے۔ اعمال نتائج پیدا کرتے ہیں، نتائج تغیرات برپا کرتے ہیں، تغیرات حیات انسانی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قانونِ قدرت ہے کہ نیک اعمال کے اچھے نتائج اور اعمال بد کے تباہ کن نتائج۔ اعمال کے صُدور کے پیچھے تحریکات (Motivations) کارفرما ہوتی ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی تحریک ہدایتِ خُداوندی اور اُس کے انعام یافتگان سے میسر آتی ہے لیکن مجرمانہ، فاسقانہ اور مفسدانہ اعمال کے صُدور کے پیچھے شیطانِ لعین کارفرما ہوتا ہے جو مستقلاً پیکرِ بشری میں سکونت پذیر رہتا ہے۔ صالح لوگوں کا باطنی ماحول اُس کے لیے باعثِ کرب والم ہوتا ہے جبکہ نفس پرست میں سکونت اس کی جنت ہے کیونکہ اپنی پرستش کرنے والے فرمانبردار کے باطن میں ہمہ وقت کی کامرانیوں کا جشن چلتا رہتا ہے۔

ملحوظ رہے آج مغرب کی جدید نفسیاتی تحقیق اپنی جملہ کامیابیوں کے باوجود خام ہے کیونکہ وہ انسانی نفسیات کے سب سے بڑے محرکِ شیطانِ لعین اور اُس کی تحریکات کے ادراک سے محروم ہیں۔

Marfat.com

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اکثر انسان کوئی کام کرتے نہیں ہیں تو ایسی صورت میں تحریک و ترغیب (Motivation) کے ذریعے اکسایا جاتا ہے اور بلاشک خود اکسانے والے کا بھی اس میں مفاد ہوتا ہے۔ تحریک و ترغیب کے پہلے مرحلے میں اُس شخص کے لیے مستقبل میں حاصل ہونے والے فوائد کو اس طرح سجا سنوار کر پیش کیا جائے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہونے پر قائل ہو جائے اور قائل کرنے والوں کی مراد کے حصول کے لیے عمل پیرا ہو جائے۔ ترغیب نیک اور صالح عمل کی بھی دی جاتی ہے اور کافرانہ، مجرمانہ عمل کی بھی دی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی والدین اپنے نارضامند بچے کو تحریک و ترغیب سے ڈاکٹر بننے کے لیے قائل کر سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح دوسرے والدین ایک بچے کو اپنے دشمن کے قتل کے لیے راغب کر سکتے ہیں۔

اس ضمن میں چند باتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ بعض اوقات ترغیب دینے والے معاملے کو اس طرح سجا سنوار کے اس شخص کے لیے اتنا دلکش بنا دیں کہ وہ اس کے نتائج اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو اپنی معصومیت، نادانی، جہالت اور جذباتی غلبے کی وجہ سے یکسر نظر انداز کر دے اور یوں اس کے عمل سے اکسانے والوں کا مقصود حاصل ہو جائے اور یہ دنیا و آخرت کا خسارہ کما لے۔ بالکل اس کے برعکس کسی انسان کو نیکی اور صالحیت کی ترغیب دے کر دنیا اور آخرت کی فلاح کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔

اب اس مرحلۂ فکر پر یہ سمجھنا ضروری ہو چکا کہ شیطان سب سے بڑی تحریکی قوت ہے تو پھر یہ قوت کس طرح ہم پر اثر انداز ہوتی ہے اور اپنا مقصود حاصل کر کے ہمیں نارِ جہنم کے حوالے کر دیتی ہے۔ اس ضمن میں متقیوں کا ھادی قرآنِ حکیم یوں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔

قرآن: وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ

ترجمہ: اور جس پر تیرا بس چل سکتا ہے تو اپنی آواز کے ذریعے اسے ورغلا لے۔

(الاسرا 17: آیت نمبر 64)

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ سے پہلے دی گئی مثالوں میں بھی یہی واضح کرنے کی کوشش کی

Marfat.com

گئی ہے کہ ترغیب دینے والے سارا کام اپنی آواز سے لیتے ہیں۔ وہ قائل کرنے کے لیے ایسے جملے بولتے ہیں جو دوسرے شخص کے دل پر اثر انداز ہوں اور وہ اس عمل کی بجا آوری کے لیے یا رضا مند ہو جائے یا اگر اسے روکنے کی سعی کی جا رہی ہے تو وہ دست کش ہو جائے۔ دونوں ہی صورتوں میں راغب اپنی مراد پا گیا۔

شیطانِ لعین اور انسان کی ترغیب میں فرق یہ ہے کہ انسان اپنے وجودِ ظاہری کے ساتھ اپنی آواز کا استعمال کرتا ہے اور اس کی آواز قابل سماعت (Audible) ہوتی ہے اور اس کے برعکس شیطان نہ تو جسمانی طور پر ہمارے سامنے ہوتا ہے اور نہ ماحول میں اُس کی آواز سنی جاسکتی ہے کیونکہ وہ نا قابلِ سماعت (Inaudible) ہوتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت کردہ حدیث مبارکہ جو امام شوکانیؒ لائے ہیں ملاحظہ ہو۔

حدیثِ پاک:

اِنَّ اِبْلِیْسَ لَه ‘خُرْطُوْمٌ کَخُرْطُوْمِ الْکَلْبِ وَاضِعُهٗ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ یُذَکِّرُهٗ بِالشَّهْوٰتِ وَ لِلَّذَّاتِ وَیَاْتِیْهِ بِالْاَمَانِیِّ وَیَاْتِیْهِ بِالْوَسْوَسَةِ عَلٰی قَلْبِهٖ لِیُشَکِّکَهٗ فِیْ رَبِّهٖ ۔

ترجمہ: ابلیس کی بھی تھوتھنی ہے کتے کی تھوتھنی کی طرح۔ وہ اسے ابنِ آدم کے دِل پر رکھ دیتا ہے اسے خواہشاتِ نفس اور دنیاوی لذتیں یاد دلاتا ہے۔ اس کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے تا کہ انسان اپنے رب کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائے۔

سیّدِ کونین ﷺ کی حدیث مبارکہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی مکمل تشریح اور تفسیر ہے۔ یہ الہامی ہدایت ابن آدم سے تقاضہ کرتی ہے ایک پیہم جستجو اور ریاضت کا۔ اگر انسان اس کی حقیقی دشمنی اور اس کے مشن کا شعوری احاطہ کرلے اور پھر اس شعور کو اپنے قلب کی نگرانی پر مامور کر دے تو کوئی شک نہیں کہ وہ شیطانی آواز کو اتنا واضح طور پر سُن سکے گا جیسے وہ انسانوں کی آواز سن اور سمجھ سکتا ہے۔ لیکن افسوس آج کا انسان صرف دنیا کی محبت میں جینا چاہتا ہے کیونکہ شیطانِ لعین نے

Marfat.com

اہلِ مغرب کے وسیلے سے مسلمانوں میں بھی یہ باطل عقیدہ راسخ کر دیا ہے کہ انسان کے پاس ایک زندگی ہے دنیا کی اور اُسے اُس کی مکمل حشر سامانیوں کے ساتھ اپنائے تاکہ کوئی حسرت باقی نہ رہے۔

اے اولادِ آدم یاد رکھو یہ جو تنہائیوں میں اور چلتے پھرتے اپنے دل میں کوئی دوسرا کردار بنا کر اُس سے باتیں کرتے رہتے ہو یعنی دِل میں جو بولتے رہتے ہو یہی تو شیطان ہے جو تمہیں بے مقصد باتوں میں الجھا کر تمہیں تمہارے رب سے غافل کیے رکھتا ہے۔ مخلوق کے بارے میں تمہارے غیض وغضب کو بھڑکاتا رہتا ہے تاکہ تم صلہ رحمی کی بجائے قطع رحمی میں مبتلا ہو جاؤ یعنی اپنے عزیز واقارب سے بغض وعناد رکھو مخلوق کی چغلی اور غیبت کرو۔ لالچی اور خود غرض بن کر مخلوق کا حق غصب کرنے لگو شیطان پرستوں کے نظریات کو حرزِ جاں بنا کر حق کی راہ سے گزرو اور موج مستی کو اپنی عبادت بنالو۔ یہ لعنت زدہ لوگوں کی زندگی ہے۔

مذکورہ بالا قرآنی آیتِ مبارکہ اور حدیث کریمہ کا بھرپور شعوری تجزیہ کیا جائے تو شیطانی وسوسہ انگیزی کو باحسن طریقہ سمجھا جاسکتا ہے۔ فرض کریں اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ وہ اس آواز کو حسی طور پر نہیں سُن پا رہا تو پھر بھی وہ اس کے نتیجے میں جنم لینے والی خواہش کو تو سمجھ ہی رہا ہے۔ مثلاً اگر بیٹھے بیٹھے اچانک کسی بہت لذیذ کھانے کا خیال آجائے اور دِل مسلسل للچانے لگے۔ اگر اچانک نماز میں آوارہ نگاہوں سے قید کیا ہوا کسی حسینہ کا جلوۂ پُر فریب دل کے تار ہلا دے۔ یا تخیلاتِ ماضی کے گناہوں کی لذتوں کی کیفیات دوبارہ طاری کردیں۔ یا کسی کے بارے میں آپ کا خوابیدہ جذبۂ بغض وعناد مشتعل ہو جائے اور آپ لذتِ انتقام میں مٹھیاں بھینچنے لگ جائیں۔ الغرض کوئی بھی خیالِ باطل آپ کے جذبوں کو مشتعل کر کے نہ صرف رب کریم سے غافل کرسکتا ہے بلکہ جہنم واصل کرسکتا ہے۔ یہاں جو بات عقیدے کی طرح ہر انسان کے قلب میں راسخ ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ شیطانِ لعین ومردود کہیں باہر سے حملہ آور نہیں ہو رہا بلکہ خود انسان کے اندر ایک مستقل عضوِ بدن کی طرح ڈیرے لگائے بیٹھا ہے اور ہر ہر لمحہ اپنے مشن کے لیے بر

Marfat.com

سرِ پیکار ہے اس کی بھرپور وضاحت آقائے دو جہاں ﷺ نے یوں فرمادی اور یہ متفق علیہ حدیثِ مبارکہ ہے۔

حدیث: اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ ۔

ترجمہ: بے شک شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جیسے کہ خون کی گردش۔

اے ابن آدم ہشیار باش کہ تیرے اندر ایک آواز ہے جو تیری جنت تجھ سے چھن رہی ہے۔

شیطانی حربے:

دو بشری خصوصیات انسانی سرشت/ جبلت میں ایسی ہیں جو حیاتِ ارضی میں وجود بشری کا سب سے بڑا (Dynamism) (محرّکاتی قوت) ہے۔ وہ ہیں بیم (خوف) رَجا (امید)۔ حقیقت میں زندگی انسان پر خطرات، مصائب و بلا کا خوف بھی مسلط کیے رکھتی ہے اور اُن سے نبرد آزما ہو کر کامیاب و کامران ہونے کی امید بھی دلاتی ہے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ اس تضاد و تصادم کی دنیا میں غلط امید دلا کر بھی کسی کو برباد کیا جا سکتا ہے اور اس کے برعکس کسی کو خلوص نیت سے خوفزدہ کر کے اُس کی آخرت تک بچائی جا سکتی ہے مثلاً خُدا خوفی اور خوفِ آخرت وغیرہ۔

اب ذرا شیطانِ لعین و مردود کے عزائم اور ارادوں کا بھرپور بصیرت سے مطالعہ اور تجزیہ کریں تا کہ شیطان، شیطنت اور شیطانی قوت کا ادراک حاصل ہو۔

قرآن: وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ

ترجمہ: میں انہیں ضرور گمراہ کردونگا اور ضرور انہیں غلط امیدیں دلاونگا اور ضرور انہیں حکم دیتا رہونگا سو وہ یقیناً جانوروں کے کان چیرا کریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دیتا رہونگا سو وہ یقیناً اللہ کی تخلیق میں تغیر و تبدل کرتے رہیں گے۔ (النساء4: آیت نمبر119)

یہاں پہلی اہم بات لغت کے حوالے سے ہے کہ شیطان لعین وخبیث کے دعووں کے

Marfat.com

لیے جو افعال استعمال کیے گئے ہیں ان پر حرف ''ل'' داخل کیا گیا ہے جسے عربی گرامر کی رو سے لامِ تاکید کہا جاتا ہے۔ اس سے فعل میں تاکید پیدا کی جاتی ہے کہ یہ عمل ہر صورت کیا جائے گا۔ دوسری اہم بات سمجھنے والی یہ ہے کہ شیطانِ مردود یہ دعوے احکم الحاکمین رب کے سامنے کھڑے ہو کر بیان کر رہا ہے۔ یہاں ایک اصول اور قاعدہ وضع ہو گیا کہ جو بھی انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاضر و ناظر، سمیع والبصیر جانتا ہے اور پھر اُس کی ہدایت سے پوری ڈھٹائی، ہٹ دھرمی، سرکشی اور بغاوت سے نہ صرف منہ موڑتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی راہِ حق سے بھٹکانے میں ایک حیثیانہ کردار ادا کرتا رہتا ہے تو وہ بھی یقیناً شیطان کا کارندہ ہے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے ابلیس خبیث نے مختلف قبیل کے چار دعوے کیے:

1- یہ کہ ذریتِ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ہر صورت گمراہ کروں گا تاکہ یہ واپس جنت میں نہ جا سکے۔ یہ اُسکا حقیقی مشن ہے۔

2- یہ کہ انہیں امیدیں دلاتا رہونگا کہ عبادت نہ کرنے اور مجرمانہ سرگرمیوں کے ذریعے دنیائے کثیر حاصل کرنے پر بھی جنت مِل جائے گی۔ ثبوت یہ ہے کہ ہر مشرک، کافر، منافق اور مجرم کبھی بھی اپنے آپ کو جنت سے محروم نہیں دیکھتا۔

3- یہ کہ حیوانی مخلوق پر ظالمانہ اور مجرمانہ تسلط قائم کر کے اپنی تجارتیں چمکایا کریں گے۔ یعنی جانوروں کے اعضا کی تجارت کیونکہ دوسرے مجرمانہ اعمال کی طرح اس میں محنت کم اور نفع بے شمار ہے۔

4- یہ کہ انسان اپنی سائنسی تحقیق اور اس کے نتیجے میں ہونے والی دریافتوں کی بدولت اللہ تبارک وتعالیٰ کے تخلیقی ہنر کو سمجھ کر اُسے بھی بے مقصد اور فضول کاموں کے لیے استعمال کریں۔ اگرچہ وہ کریں گے اپنے کسی دنیاوی مفاد کے لیے لیکن تخلیقِ خُداوندی میں شیطانی بگاڑ پیدا کر دیں گے اور یہ جنت سے روکنے والے اعمال ہونگے۔ اس لیے کہ شیطان کی رضاجوئی اور اکساہٹِ شیطانی کے تحت کیے گئے۔ آج اس جدید دور

Marfat.com

میں اہلِ مغرب اور مشرقی شیطان پرست اپنے جسموں پر (Tattoos) بنوا رہے ہیں۔اپنے بالوں کو عجیب وغریب انداز میں ترشوا کر انہیں عجیب رنگوں سے مزیّت کر کے شرفِ انسانی سے گرتے جارہے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ نے شیطانی مشن اور اُس کے لائحہ عمل کو روزِ روشن کی طرح واضح فرمادیا۔ یہاں ایک اور قرآنی حجت کا حوالہ پیش کرنا یقیناً برمحل ہوگا تاکہ ہر معاملے کو مسلمہ و مستند حقائق کی روشنی میں جانا اور مانا جائے۔کیا شیطانی وعدے اور امیدیں واقعی مکاری ہے یا محض ہمارا تعصب ہے۔

قرآن: يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۝

ترجمہ: وہ اُن سے وعدے کرتا ہے اور وہ انہیں امیدیں دلاتا ہے اور نہیں وعدے کرتا اُن سے شیطان سوائے دھوکے فریب کے۔ (النساء 4: آیت نمبر 120)

اس آیتِ مبارکہ نے خُدائی سند قائم فرمادی کہ شیطان کا وعدہ کرنا اور امید دلانا صرف انسان کی گمراہی کے لیے ہے۔ وعدوں اور امیدوں کے ذریعے وہ انسانی ارادے کو عزمِ مصمم کی سطح تک لے آتا ہے۔مثلاً شیطانِ لعین نے کسی انسان کے نفس امّارہ میں جھانک کر دیکھا کہ وہ مال و دولت کی خواہش رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ علم و ہنر کے ذریعے محنت کر کے اُسے حاصل کرے۔اب شیطان لعین اُس کے دِل میں وسوسہ ڈالتا ہے ایک غیبی آواز کے ذریعے کہ اے بندے کہاں تعلیم حاصل کرنے یا ہنر سیکھنے میں زندگی کا قیمتی وقت برباد کرے گا۔بس ایک پستول خرید کر ڈاکہ زنی شروع کردے اور پھر دیکھنا دولت کی دیوی کس طرح تجھ پر مہربان ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر وہ لعین جان جاتا ہے کہ ابھی اس بندے کے دل میں کچھ خُدا خوفی، بدنامی کا خوف، قانون کی گرفت اور سزا کا خوف موجود ہے۔ہم سبھی جانتے ہیں کہ خوف زدہ شخص کو ہی ہمت اور حوصلہ مندی کی ضرورت ہوتی ہے۔خوف زدہ ہونا اور حوصلہ مندی کی تحریک یہ سب انسانی سرشت میں شامل ہیں۔

Marfat.com

اس مرحلے پر شیطانِ لعین جب جان لیتا ہے کہ یہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہے تو اب وہ اپنی محنت شروع کرتا ہے تا کہ اس بندے کو ورغلا کر راہِ حق سے بھٹکائے اور اپنی بھیانک ظلمتوں کی شاہراہ پر چڑھا دے۔ اب وہ اپنی انتہائی کمینگی اور مکاری سے اس مجرمانہ عمل کو بندے کے لیے سجا سنوار کر دلکش بنانے کا ابلیسی جہاد شروع کر دیتا ہے۔ درحقیقت یہی وہ مقام ہے جہاں انسان کی شعوری تربیت اس کے کام آتی ہے۔

قرآن: فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

ترجمہ: پس خوشنما بنا دیئے اُن کے لیے شیطان نے اُن کے اعمال۔ (النحل 16: آیت نمبر 63)

اگرچہ آیتِ کریمہ کا یہ حصہ مختلف قرآنی آیات میں مختلف سیاق و سباق کے ساتھ پیش کیا گیا لیکن حکمتِ خُداوندی کے تحت اس میں ایک عمومی رہنما اصول بھی ہے جو درحقیقت شیطان کا بہت موثر ہتھکنڈہ بھی ہے۔

اب مذکورہ بالا مثال کے تسلسل کو اس آیتِ کریمہ کے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شیطانی اکساہٹ کے بعد کیسے ترغیب اور تحریک کا باعث بنتا ہے۔ بے شک انسان جب اپنے کسی نیک و بد موقف یا عقیدے پر ثابت قدمی اختیار کرتا ہے تو پھر اُسے بھٹکانے یا قائل کرنے کے لیے جان توڑ کوشش کرنی پڑتی ہے۔

مثال میں بتایا جا رہا تھا کہ ابتداء میں ارتکاب جرم اور قانون شکنی کا ایک خوف اور جھجک ہوتی ہے۔ اگر کوئی قانون کی گرفت سے بچ نکلنے کی راہ سُجھا دے تو انسان میں دلیری آ جاتی ہے لہٰذا شیطانِ لعین اپنی غیبی آواز سے انسان کو قانون سے بچنے کے لیے طرح طرح کی تدابیر سُجھاتا ہے۔ ارتکابِ جرم کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد یعنی دیگر خواہشات کی تکمیل، عیاشیوں اور شان و شوکت جیسے سہانے خواب اُس کے تصورات میں سجاتا رہتا ہے۔ اپنی آواز کے جادو سے اُس کی سوچوں پر غلبہ پا لیتا ہے۔ اُسے امید دلاتا رہتا ہے کہ تم بڑے شاطر اور چالاک انسان ہو تمہارا پکڑا جانا کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ اس امید افزاء اکساہٹ پر انسان، جو اچھی تربیت سے

Marfat.com

محروم ہو، ہمت پکڑتا ہے یہاں تک کہ وہ ظالمانہ اور مجرمانہ فعل کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔

ابلیسِ خبیث عمر بھر کا دشمن ہے وہ یہیں بس نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس انسان میں نفسِ لوّامہ کی صورت میں ضمیر کی ایک قوت ہے اور جب تک وہ بیدار ہے اس کے توبہ کرنے کے امکانات موجود رہیں گے۔ لہٰذا اب وہ اُسے اس مجرمانہ کارکردگی اور کامرانی پر خوب جی بھر کے داد دیتا ہے۔ ایسی مزید کامیابیوں اور ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عیش ونشاط اور شان وشوکت کے رنگوں سے اُس کے خوابوں میں ہوس کے اور غفلت کے رنگ بھرتا ہے۔ اس مرحلے پر وہ اس سے وعدہ کرتا ہے کہ مزید کامیابیوں کی صورت میں تم قانون سے بھی بالاتر ہو جاؤ گے کیونکہ وہاں بھی میرے (شیطان کے) کچھ کارندے ہیں جو تم سے رشوت لے کر تمہارے پشت پناہ ودستگیر بن کر قانونی تحفظ بھی فراہم کریں گے۔

یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ شیطانی اجارہ داری صرف پست سیرت انسانوں پر ہی قائم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں میں اپنے ایک عظیم المرتبت استاد اور مفکر ڈاکٹر برھان احمد فاروقیؒ کی لازوال تصنیفِ لطیف ''منہاج القرآن'' سے ایک اقتباس پیش کر رہا ہوں جو تفہیمِ حق کے لیے فراستِ نورانی کا مظہر ہے۔

''کوئی بدکار آدمی سفلہ نوازی اور سفلہ پروری کے بغیر اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکتا۔ بدی اس لیے غالب ہے کہ منظم ہے نیکی اس لیے مغلوب ہے کہ غیر منظم ہے۔''

پست سیرت انسان اپنی اجارہ داری کے لیے اللہ ذوالفضل العظیم کی بخشی ہوئی ہر فضیلت کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ وہ جس کام کو خود کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اُس کے وسائل پر تصرف حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اسفلا سافلین (ظلم، جہالت اور تکبر کے سبب مکمل شیطان بن جانے والے غاصب وفاسق انسان) میں شمار ہونے لگتے ہیں۔''

شیطان کا دعویٰ

؎ میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا
میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں
(اقبالؒ)

Marfat.com

شہوات اور حبِ دنیا:

قلب انسانی جذبات کا ایک منبع ہے۔ اس ارتقاِ ارضی میں ہر انسانی فعل کے پیچھے ایک جذبہ کارفرما ہوتا ہے جسے خارجی عوامل متحرک کرتے ہیں۔ جذبوں کے اشتعال کی سطح کا دار و مدار عوامل کی شدت پر موقوف ہے۔ اس ضمن میں راقم الحروف کی تصنیف ''معارفِ اعمال'' کا مطالعہ فرمائیں۔

انسان اپنی پیدائش سے موت تک ایسی دنیا میں رکھا گیا ہے جو محض دھوکے کا سامان ہے۔ اس کی حقیقی زندگی کا آغاز موت کی گھڑی سے ہوتا ہے۔ آخرت کی حقیقی زندگی اختیار کرنے کے لیے اللہ نور السمٰوٰتِ والارض کی ہدایت اور اسوۂ رسول ﷺ موجود ہے۔ اس کے برعکس دنیاوی زندگی کو اپنا مطمعِ قلب ونظر بنانا ہو تو خطواتِ شیطانی کی پیروی کرنی پڑتی ہے۔ اب ہدایت خُداوندی کے تناظر میں یہ جاننا اور ماننا ضروری ہے شیطان کیونکر اس فانی و عارضی دنیا کو اتنا پُرفریب و رنگیں بنالیتا ہے کہ ضبطِ نفس محال ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آخرت کی بقا و ابدیت اور اُس کے ناقابل تصور انعامات کا شعور بھی نہ ہو، صحبت صالحین بھی میسر نہ ہو، ساری تدریسی جستجو محض پیشہ و ہنر پر مرکوز ہو اور عقیدہ یہ ہو کہ بے پناہ مال و دولت مجھے حیات جاوداں بخش دے گا۔ شومئی قسمت یہ ہے کہ مشاہدے اور تجربے کا ڈنکا اس کے برعکس بج رہا ہوتا ہے۔ یہاں کوئی شک میں نہ رہے کہ دنیا کی اس امتحانگاہ کو حکمتِ خُداوندی کے تحت اتنا پُرفریب و رنگیں بنایا گیا۔

قرآن: زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: پوری انسانیت کے لیے مزیّن کردی گئی ہے شہوانی خواہشات کی محبت جن میں عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان زدہ خوبصورت

Marfat.com

گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)۔ یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔ (الِ عمران 3: آیت نمبر 14)

مندرجہ بالا آیت مبارکہ قرآن مجید کی جامع ترین آیات میں سے ایک ہے۔ جو ہر اعتبار اور پہلو سے بشری سرشت، جبلت (Instinct) کی آئینہ دار ہے۔ بہت بدقسمت ہے وہ انسان جسے زندگی بھر اس آیتِ مبارکہ کی پوری جامعیت کے ساتھ تعلیم نہ دی گئی۔ پوری عمرانیات، نفسیات اور اقتصادیات کی اساس ہے۔ جس دِل میں اس آیت کریمہ کی حقانیت راسخ ہوگئی تو عمرانی، نفسیاتی اور اقتصادی طور پر وہ صالحیت کا پیکرِ اتم بن گیا اور جو اس شہوانی دلدل میں پھنس گیا تو وہ فرعون، چنگیز، ہلاکو، ابوجہل، ابولہب، یزید اور ہر دور میں پیدا ہونے والی ان کی حکمران نسلیں۔

قرآن: اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝

ترجمہ: (i) تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت) غافل کر دیا۔ (ii) یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ (التکاثر 102: آیات 1 - 2)

الِ عمران کی اس آیت مقدسہ میں اللہ جل شانہ نے سات چیزوں کی نشاندہی فرمائی اور اُن کی بے پناہ اہمیت کو اجاگر فرمانے کے لیے تین خاص الفاظ استعمال فرمائے تاکہ فہم و تدبر سے کام لینے والا انسان حق آگاہ ہو کر اپنی راہ عمل کا تعین کر سکے۔

پہلا لفظ مبارک ہے زُيِّنَ یعنی مزین کر دیا گیا ہے، پرکشش، دل پسند بنا دیا گیا ہے۔ صیغۂ مجہول میں بیان ہوا ہے لہٰذا فاعل حقیقی کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ معروف ہے یعنی احسن الخالقین ہے۔ یہ لفظ پوری صراحت سے حق آشکار فرما رہا ہے کہ ان سات چیزوں کی تخلیق میں ہی انسانی کشش کا پہلو مضمر فرما دیا گیا۔ یعنی ان کی تخلیق کے وقت ہی ان میں ایسی جاذبیت پیدا فرمادی گئی ہے جو انسانی حواس خمسہ کو خوب متاثر کرتی ہے۔ خود ہماری اپنی نفسیات بھی یہی ہے کہ

Marfat.com

جب ہمیں دوسروں کو متاثر کرنا ہوتا ہے تو اپنے آپ اور اپنی ہر شئے کو سجاتے سنوارتے ہیں۔

دوسرا لفظ مقدس حُبّ یعنی محبت اور چاہت۔ یقیناً جب کوئی شئے اپنے حسن وزیبائی کے سبب ہمارے جمالیاتی ذوق (Aesthetic Sense) یا حس کو متاثر کرتی ہے تو ہمارے دِل میں اُس کی پسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم اس حد تک اس کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ دل میں اُس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ احساسِ محبت اسے پانے کی خواہش میں بدل جاتا ہے۔ اس مرحلۂ فکر پر یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ ہر انسان اسی جبلت (Instinct) کے ساتھ پیدا ہوتا ہے کہ زمین پر اس کی زندگی اس انداز میں گزرے کہ وہ اپنی کسی بھی پسندیدہ شئے سے محروم نہ رہے بلکہ اسے بھی اٹل حقیقت تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہر انسان کم از کم فرعون جیسی زندگی کا آرزومند ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس چاہت ومحبت کے پیچھے ایک قوت کارفرما ہے جسے اللہ حکیم وعلیم نے شہوٰت کے طور پر مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔ اس قوت کا بنیادی عنصر ہوس ولالچ ہے۔

انسان چونکہ کثرت کا خواہش مند ہے لیکن **اللہ احکم الحاکمین** کی تقدیر ہمیشہ اُس کے آڑے آتی ہے۔ انسان جب اپنی مطلوبہ خواہش پوری کرنے کی سعی کرتا ہے اور ناکامی کی صورت میں احساسِ محرومی کا شکار ہوتا ہے۔ حیاتِ ارضی کی فنائیت اور تنگیٔ وقت اس میں بے صبری پیدا کر دیتے ہیں۔ یہاں اب شہوٰنی قوتیں یعنی کثرتِ دنیا کی ہوس اُسے پیہم اکساتی ہے۔ اسی شہوانی قوت کے اشتعال سے شیطان انسان کے باطن میں ایک ہیجانی طوفان برپا کرتا رہتا ہے۔ اب جوان شہوتوں کا غلام بن گیا تو اس کا معبود شیطان ٹھہرا۔

اب آلِ عمران کی مذکورہ بالا آیت مقدسہ میں انسانی شہوت کا مرکز ومحور یعنی متاعِ غرور کو انسانی تاریخ کے تناظر میں جانچ پرکھ لیں تا کہ قرآنی حق نتھر کر سامنے آجائے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ ورُسُلؑ کے قرآنی قصص کا اگر تجزیاتی جائزہ لیں تو ایک ہی دلیل ناطق سامنے آتی ہے کہ انہی سات شہوانی امنگوں کے پرستاروں نے اللہ وحدہ لاشریک کے دین کی مخالفت بھی اور

Marfat.com

اور مزاحمت بھی کی۔ ان کی منہ زور اور بے مہار شہوتوں نے انہیں سفلہ پن کی انتہاؤں تک پہنچا دیا۔ انہوں نے غصب اور استحصال سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم اور رحمتوں کے خزانوں پر قبضہ کر کے مخلوق کو اپنا دست نگر بنا کر اُن کے مقدر پر تسلط وتصرف حاصل کر لیا۔ حضرت نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے لے کر جناب محمد ﷺ تک انہی شہوتوں کے پجاریوں نے انسانیت کو ان کے خالق و مالک ورازق سے دور رکھا۔ یہی شیطان پرستی ہے۔

یہاں آپ کی توجہ کا رُخ ایک خاص حکمت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دنیا کی ان تمام پُرفریب ورنگین حشر سامانیوں میں سرِ فہرست ''عورت'' ہے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ باقی شہوتوں کا حقیقی محرک بھی عورت ہی ہے۔ کوئی ذی شعور بھی اس ناقابل تردید حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ انسانی شہوات و ہیجانات کو جس قدر مشتعل و برانگیختہ عورت کی برہنگی کر سکتی ہے کوئی دوسری شئے نہیں کر سکتی۔ انسانی تخیلات وتصورات پر جتنا قبضہ وراج نسوانی حسن کا ہوتا ہے کسی اور بتِ ہوس کا نہیں ہوتا۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
(اقبالؒ)

بہر حال مسلمہ حقیقت یہی ہے جس سے کوئی ایک ذی شعور انکار نہیں کر سکتا کہ ہر زمانے، تہذیب وتمدن میں یہی سات بتانِ آزر ہیں جو انسانوں میں حُبِ دنیا کا جنون اور عیش جہاں کے دوام کی آرزو پیدا کرتے ہیں اور پھر تحریک وترغیب سے انہیں پرستش کی حدوں تک لے جاتے ہیں۔

عورت کو جنت سے بھٹکانے کے شیطانی حربے:

ملحوظ رہے کہ اس بشری، مادی زندگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر خیر وشر کو انسان کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔

Marfat.com

قرآن: وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ

ترجمہ: اور ہم آزمائیں گے تمہیں شر اور خیر کی آزمائش میں مبتلا کر کے۔ (الانبیاء 21: آیت نمبر 35)

اس آیتِ کریمہ میں پیغامِ حق نہایت واضح ہے کہ اس دنیا میں ہر اچھائی اور ہر بُرائی انسان کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔ آزمائش یہ ہے کہ کون نفس کے دھوکے میں آکر خواہشات کا غلام بنتا ہے اور کون اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے ضبطِ نفس کرتا ہوا آخرت کی سرخروی حاصل کرتا ہے۔

اب زینت، محبت اور شہوت کے تناظر میں وجودِ زن (عورت) کا شعوری تجزیہ کرتے ہیں۔ ارتقاءِ زمانہ کی ہر تہذیب و تمدن گواہ ہے کہ عورت کا پیکر بشری قدرت نے ایسی زینتوں سے سجایا ہے اور اُس کے انگ انگ میں ایسی حشر سامانیاں پیدا فرمادیں ہیں کہ ہر دور کے جمال پرست شعراء اور مصنفین حسنِ نسوانی اور اُس کے جوبن کی مدح سرائی کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن قلم نہ رک سکے۔

اسی شاعری کا ایک ایک لفظ غماز ہے کہ عورت کی بدنی کشش ہی مردوں میں ہیجانی تلاطم برپا کرتی ہے۔ عورت کے ایک ایک عضو کی تعریف میں استعارات کے تمام خزانے خرچ کر ڈالے گئے۔ یہی سبب ہے کہ ہر گلی بازار میں مردوں کی آوارہ شہوانی نگاہیں ایسے نظاروں کی متلاشی رہتی ہیں۔ اگر عورت باپردہ ہو یعنی اس کی زینتیں آشکار نہ ہو رہی ہوں تو مرد کو صرف بد نگاہی کے گناہ پر ہی اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اگر عورت کے جسمانی خدوخال نمایاں ہیں تو ہر تماش بین نظر بندے کے دِل میں شہوانی چاہت کو بیدار کرے گی اور وہ کم از کم اپنے تصورات کی دنیا میں شہوت رانی کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا رہے گا۔ نتیجتاً دونوں اس تخیلاتی زنا کاری پر لعنت کما رہے ہوتے ہیں۔

اس سارے امر میں شیطان عورت کی چند فطری کمزوریوں کے تحت اُسے اپنی وسوسہ اندازی سے بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے۔ اُسے اپنی ناقابلِ سماعت آواز سے ورغلاتا اور ابھارتا

Marfat.com

ہے کہ دیکھو ایسا بن سنور کے نکلو کہ ہر لعنت کمانے والی تماش بین نظر چکا چوند ہو جائے اور لوگ تمہارے پیکر پر فریب رنگیں کو دیکھ کر تمہاری چاہت میں غرق ہو جائیں۔ پھر گھر آ کر اپنے نفس کی فہرست میں اُن کی تعداد رقم کرتے جاؤ۔ شیطان لعین یہیں بس نہیں کرتا بلکہ عورتوں میں ایک ابدی اور چلتا پھرتا مقابلۂ حسن برپا کیے رکھتا ہے اور یہی وہ میدان ہے جہاں عورتیں اپنی تخلیق کی حکمتوں کو یکسر نظر انداز کر کے دنیا کا سب سے بڑا فتنہ بن جاتی ہیں۔

شیطان لعین اپنی انتہائی محنت اور چیرہ دستیوں سے عورتوں کی ذہنیت میں بیوی کو ایک معذور، مجبور، مزدور، مقہور اور محکوم بنا کر پیش کرتا ہے۔ اُس کی ساری محنت اسی بات پر ہوتی ہے کہ وہ عورت کو بیوی کی بجائے محبوبہ بننے کے سہانے خواب دکھائے۔ اپنے اس مذموم مقصد میں وہ غیر مسلموں میں بڑی آسانی سے کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ شیطانِ لعین کے بہکاوے میں آ کر اپنے ظن و گمان کو ہدایت اور نفس پرستی کو اپنی شریعت بنا لیتے ہیں۔ اُن کی عورت باپ، بھائی اور بیٹے کے سامنے برہنہ پھرنے میں بھی جب عار محسوس نہیں کرتی تو سمجھ لیں کہ وہ حیوانی معاشرہ بن چکا ہے کیونکہ انکا مقصودِ حیات انفرادی نفس پروری رہ جاتا ہے۔ رشتے محض رسمِ دنیا بن کر رہ جاتے ہیں۔ وہاں کی عورتیں صرف محبوبہ بن کر رہ گئی ہیں۔ باقی صلبی و خونی رشتوں کی انہیں ضرورت ہی نہیں۔

اسلام نے شرم و حیا کو عورت کا حقیقی زیور قرار دیا ہے بلکہ مردوں کا صالحانہ حُسن بھی حیا میں ہی ہے۔ بے حیائی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو اس لیے سخت ناپسند ہے کیونکہ اس سے تحفظ نسل قائم نہیں رہتا۔ چونکہ شیطانِ لعین کا اصل مشن ہی انسان کو راہِ حق سے گمراہ کرنا ہے لہٰذا عورت کے ستر میں چھپے ہیجانی آتش فشاں کو عریاں کرنا اُس کے مشن کی کامرانی کی حقیقی ضمانت ہے۔ اپنے ابلیسی مکر و فن سے وہ عورت کو بتدریج عُریانی کی طرف مائل کرتا ہے۔ وہ اپنی تربیت یافتہ عورتوں کو نمونہ کردار (Role Model) بنا کر پیش کرتا ہے کہ انہیں دیکھو یہ جہاں جاتی ہیں ہر مرد ان کے عریاں جلووں کے سحر کا شکار نظر آتا ہے۔ اس طرح یہ لعین نمود و نمائش اور

Marfat.com

باہمی تفاخر کی ایسی بھول بھلیوں میں عورتوں کو الجھا دیتا ہے کہ وہ فیشن، میک اپ، زرق برق یا مختصر لباس اور زیورات پر خرچ کرنے میں فضول خرچی کی ہر ممکنہ حد کو پھلانگ جاتی ہیں۔ یہی اصل شیطنت ہے جس کی نشاندہی قرآنِ مجید نے بھی فرمادی:

قرآن: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط

ترجمہ: بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

(بنی اسرائیل 17: آیت نمبر 27)

یہ آیت مبارکہ بے پناہ حکمتوں کی آئینہ دار ہے۔ اگر ہم بین الاقوامی سطح پر اس کا جائزہ لیں تو قرآنی ہدایت کی عظمت اور وسعتِ نظری ایک مسلمہ حقیقت بن کر آشکار ہوتی ہے۔ پوری دنیا میں انسان، خواہ اس کا تعلق کسی بھی طبقہ سے ہو، رسم ورواج، جاہ وحشمت کے مظاہروں اور لوگوں کو متاثر کرنے پر کھربوں ڈالر خرچ کردیتا ہے اس کے علاوہ نیچ اور سفلے حکمرانوں کے پرتپاک استقبال پر بھی سالانہ کھربوں ڈالر خرچ ہوتے ہیں جو ایک ظالمانہ اور وحشیانہ فضول خرچی ہے۔ اس کے علاوہ بھی انفرادی اور اجتماعی انداز میں بے شمار فضول خرچیاں ہیں جو عورتوں کا خاصہ ہیں۔ اس سے اندازہ کریں کہ انسان اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا میں انسانی فلاح و بہبود پر کتنا خرچ کرتا ہے اور اُس کے برعکس شیطان پرستی میں کتنا خرچ کرتا ہے۔ کاش دنیا میں کوئی ایسا ادارہ ہو جو سروے کرکے اس کے حقیقی اعداد وشمار دنیا کے سامنے لاسکے اور انسان واقعتاً سمجھ سکے کہ اُس کی غربت اور پسماندگی اللہ جل شانہٗ نے ہی مقدر نہیں فرمائی بلکہ انسانی غصب استحصال اور بد دیانتی کا نتیجہ ہے۔

یہاں یقیناً یہ برمحل ہوگا کہ میں اس مسلمہ حقیقت کا اعتراف بھی کروں کہ تمام عورتیں ہی فضول خرچ نہیں ہیں بلکہ زیادہ عورتوں کی کفایت شعاری کے صدقے لاکھوں گھر آباد ہیں۔ محدود وسائل میں ایک پورے گھرانے کا نظم ونسق قائم رکھنا بھی عورت کی بصیرت اور صلاحیت کا آئینہ دار ہے۔ ایسی عورتوں کو لاکھوں سلام۔

Marfat.com

اب اگر ہم دوبارہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 14 کا حکیمانہ فراست سے مطالعہ کریں تو بہت سے معمولات اور معاملات ادراک کی سطح تک واضح ہو جاتے ہیں۔ اب اگر عورتوں کے نقطۂ نظر سے اس پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ اگر مطمعِ قلب ونظر اور مقصودِ محض یہ دنیا ہے اور خواہشات کی پیروی ہے تو پھر یہ منزلیں تو بے حیائی، فحاشی اور بد دیانتی سے ہی طے ہونگی اور عاقبت اندیش عورت کے لیے پردہ کسی بھی کام میں رُکاوٹ نہیں بنتا۔

اداکاری، ماڈلنگ، جسم فروشی، رقص ونغمہ وغیرہ جیسے قبیح و مذموم اعمال یقیناً پردے کی حالت میں نہیں ہوسکتے۔ اس کے برعکس جہاز اُڑانا، گاڑیاں بسیں چلانا، کسی بین الاقوامی کمپنی میں اعلیٰ عہدوں پر کام کرنے، میڈیکل، انجینئرنگ اور تعلیم کے شعبوں میں اہم ذمہ داریاں نبھانے کے لیے بھی ہرگز بے پردگی ضروری نہیں ہے۔ ہماری بے شمار خواتین، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے، اپنے اس اسلامی تشخص کو ہر شعبۂ زندگی میں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج پورے عالم اسلام میں نفس کے خلاف جہاد معدوم ہو چکا ہے اور یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ آج اس جہاد کا شعور بھی باقی نہیں رہا۔ یہی سبب ہے کہ آج کا مسلمان ہر قیمت پر جہنم کمانے کے لیے سرتوڑ کوشش کرتا نظر آرہا ہے۔ کیوں نہ ہو ہمارے آقا ومولا محمد مصطفیٰ ﷺ نے چودہ سو سال پہلے پیش گوئی فرمادی تھی کہ ہر امت کسی ایک شئے سے آزمائی گئی ہے اور میری امت کا فتنہ مال ودولت ہے۔ اس کا سبب یہ ہے۔

؎ کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی
مثالِ ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

(اقبالؒ)

Marfat.com

جمہوری فکر نے پوری انسانیت کو افراد میں تقسیم کر دیا ہے۔ لوگوں نے خُدا پرستی کی بجائے نئے نئے خُدا تراش لیے ہیں۔

ان تازہ خُداوں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اسکا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
(اقبالؒ)

دنیا کا پجاری بنا کر شیطان لعین نے انسانیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ جوئے، شراب، زنا، سود، غصب، استحصال، بددیانتی، عاقبت، نا اندیشی، قطع رحمی، خود غرضی اور تفاخر کو انسانیت کا معمول بنا دیا ہے۔ اپنے اس مشن کی کامیابی کے لیے اُس نے سب سے زیادہ محنت اہلِ اقتدار و اختیار پر کی ہے جنہوں نے پھر شیطانی ولایت کا خوب حق ادا کیا ہے۔ یہاں تک کہ شیطان کو بارگاہِ خداوندی میں التجا کرنی پڑ رہی ہے

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک
(اقبالؒ)

پوری انسانیت کے صاحبانِ علم کے لیے ایک کھلا چیلنج ہے کہ اگر وہ اپنے نشترِ تحقیق سے تاریخ انسانی کا سینہ چاک کر کے دیکھیں تو انہیں قرآنی دعووں کی حقانیت کو ماننا پڑے گا کہ پوری انسانیت کو حق سے برگشتہ کرنے والے، انسانیت کو ہلاکت و بربادی کے جہنموں میں دھکیلنے والے یہی دولت پرست امراء و مقتدر ہوتے ہیں۔ حضرت نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے لے کر تا امر روز جہاں جہاں اور جب جب انسان کو قدرتی وسائل سے غصب و استحصال کے ذریعے محروم کیا گیا اور جب جب انسان کا سفا کانہ اور وحشیانہ خون خرابہ کیا گیا اُس کے پیچھے ہمیشہ شیطان پرست فرعونیت، چنگیزیت اور یزیدیت ہی کارفرما ہوتی ہے۔

Marfat.com

قرآن: وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ: اور پیروی کی اُن لوگوں نے جنھوں نے ظلم روا رکھا عیش و عشرت کو جس میں وہ پڑے رہے ہیں اور وہ عادی مجرم تھے۔ (ھود 11: آیت نمبر 116)

یہ آیت مبارکہ مستقل رویے کی نشاندہی فرما رہی ہے جو صاحبانِ ثروت نے ہمیشہ دنیا پرستی میں اختیار کیے رکھا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اور دیگر کئی آیاتِ مقدسہ میں اللہ عزوجل نے دنیا پرست مالداروں کو ہی دنیا کا سب سے بڑا مفسد و تخریب کار اور اقتصادی غارت گر (Economic Hitman) قرار دیا ہے۔ اپنے مجرمانہ، ظالمانہ، فاسقانہ، مفسدانہ اور غاصبانہ کرداروں کی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ قوموں کی تباہی اور ہلاکت کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

قرآن: وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا

ترجمہ: اور جب ہم ارادہ کر لیتے ہیں کسی بستی کو ہلاک کرنے کا تو ہم حکم دیتے ہیں وہاں کے خوشحال/ مالدار لوگوں کو پس وہ وہاں نافرمانی کرنے لگ جاتے ہیں۔

(بنی اسرائیل 17: آیت نمبر 16)

یہاں اس آیت کریمہ نے بھی حجت فراہم فرما دی کہ انسانی بربادی اور ہلاکت میں ہمیشہ اہلِ ثروت ہی آلۂ کار رہے ہیں۔ یقیناً اس مجرمانہ ذہنیت کے پیچھے وہی سات شہوانی محرکات عمل پیرا ہیں جو سورۃ الِ عمران کی چودہ نمبر آیت مبارک میں مذکور ہیں۔

اس مرحلۂ فکر پر یہ ملحوظ رکھنا بھی نہایت سعادت کا باعث ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان شہوانی جذبوں کو انسانی فطرت کا حصہ بنا کر اور دنیا کو اپنی بے پایاں نعمتوں سے مالا مال کر کے ان کی طمانیت سے محروم ہرگز نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ان سے مستفید ہونے کا ایک جائز، مباح اور حلال راستہ متعین فرما دیا ہے تا کہ انسان اپنی تقدیر پر صابر و شاکر رہے۔ غصب استحصال اور بددیانتی کا حرام راستہ اختیار نہ کرے۔ درحقیقت بددیانت لوگ غصب و استحصال سے دوسروں کے مقدر میں لکھی ہوئی نعمتوں کو اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں۔ حرام خوری اور حرام کاری ہی اصل میں فرعونیت،

Marfat.com

چنگیزیت اور یزیدیت کی معین راہ ہے۔ جتنا بڑا کسی کے پاس اختیار واقتدار ہوتا ہے اتنا ہی بڑا وہ مفسد وتخریب کار ہوتا ہے بشرطیکہ وہ صرف طالبِ دنیا ہو ایمان وآخرت سے بے نیاز ہو۔ حلال کمائی اور اسلامی ضابطۂ اخلاق کے اتباع سے ان شہوات کی بجا آوری عبادت بھی ہے اور امنِ عامہ کی ضمانت بھی ہے۔

شہوت کی تعریف:

چونکہ علماء صاحبانِ عقل ہوتے ہیں لہٰذا اُن کی علمیت ظاہر پر مرکوز رہتی ہے اسی لیے میں نے توفیقِ حق سے کوشش کی کہ شہوت کی جامع تعریف کسی صوفیانہ ذوق رکھنے والے کے تدبر میں تلاش کی جائے تو کشف المحجوب کے خزینۂ ولایت میں یہ جوہر قدسی نصیب ہوا۔ حضرت محمد بن الفضل بلخیؒ نے فرمایا ''نفس کی سب سے زیادہ ظاہر صفت شہوت ہے اور شہوت ایک کیفیت ہے جو انسان کے تمام اعضاء میں منتشر ہے اور تمام حواس اُس کے کاموں میں مصروف ہیں، اس لیے بندہ ان تمام کی نگہداشت پر مکلف ہے اور ہر حس کے فعل سے حضورِ حق میں جوابدہ ہے، چنانچہ آنکھ کی شہوت دیکھنا، کان کی شہوت سننا، ناک کی شہوت سونگھنا، زبان کی شہوت بولنا، تالو کی شہوت چکھنا، جسم کی شہوت چھونا، گھسنا اور قلب ودماغ کی شہوت سوچنا ہے۔ پس لازم ہے کہ مردِ مومن اپنا حاکم ونگہبان ہو اور رات دِن اسی میں صرف کرے تاکہ ہوائے نفس کے وہ اسباب، جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں اپنے سے الگ کردے۔''

شیطانِ لعین کے حربوں کو سمجھنے اور ان کا دفاع کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم جان سکیں کہ شہوت ایک کیفیت ہے اور کیفیت ہمیشہ ایک ہی سطح پر نہیں رہتی۔ نفس کی تحریک جتنی شدید ہوگی اس کا اظہار بھی اتنا ہی جاندار ہوگا یہاں سے شیطان کا جہاد شروع ہوتا ہے کہ اپنی تحریک میں شدت پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ اپنے شکار کے تصورات میں اس بدعملی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی لذّت اور منفعت کو سجا سنوار کر سہانے سپنے اُن کی آرزوؤں تمناؤں میں راسخ

Marfat.com

کر دیتا ہے۔کاش یہ بات ہم شعوری سطح پر سمجھ جائیں کہ وہ ہمیں بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں بروئے کار لاتا ہے۔ایک لمحے کی غفلت بھی نہیں برتتا اور اس کے برعکس ہم جہنم میں جانا منظور کر لیتے ہیں اور ساری زندگی اس سے غافل رہ کر گزار دیتے ہیں۔

ارادہ اور عمل کی حکمت:

خواہش کے بعد تحریک و ترغیب انسان کو نیت اور ارادے پر ابھارتی ہے۔جب پختہ ارادہ قائم ہو جاتا ہے تو انسان کا بدن اُس ارادے کا اتباع کرتا ہے۔یہ بات ہر انسان کو جان لینی چاہیے کہ ہمارا بدن/جسم ہمارے ارادوں کا تابع ہے۔اگر کوئی شخص شراب نوشی کا پکا ارادہ کر لے تو اُسکا بدن اس ارادے کے اتباع میں شراب خانے کی طرف چل پڑے گا۔اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان نماز نہ ادا کرنا چاہتا ہو اور اس کا جسم اس کے ارادے کے خلاف مسجد کی طرف گامزن ہو جائے۔اللہ تبارک و تعالیٰ امام غزالیؒ کے مراتب میں مزید رفعت عطا فرمائے کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنی عظیم تصنیف ''کیمیائے سعادت'' میں اس حقیقت کا اکتشاف فرمایا۔

شیطانی ورغلاہٹ کی قرآنی ہدایت

اَکلِ حلال وطیّب:

ہمارے جدِ اعلیٰ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور اماں حوا (سلام علیہا) کو ممنوعہ پھل کھانے کی پاداش میں جنت سے زمین پر آنا پڑا۔اس میں دستورِ حیات کا یہ پہلو علم الیقین بنا کہ کھانا پینا محض پیٹ بھرنے کا ایک معمول نہیں ہے بلکہ اس کے بڑے جاندار اثرات انسانی شخصیت پر مرتب ہوتے ہیں۔دنیاوی غذاؤں کا تعلق پیکرِ بشری سے ہے۔

ایک طرف تو اللہ جل شانہٗ کی حکمت ہے کہ انسان میں غذا اور غذائیت کا پورا ایک نظام وضع فرمایا اور دوسری طرف غذائیت (Nourishment) کے جو عناصر (Neutrients)

Marfat.com

انسانی بدن کو درکار ہیں وہ سارے انسانی خوراک میں مرحمت فرمادیئے ہیں۔ اگر انسان پوری زندگی اپنے نظامِ انہضام (Digestive System) اور خوراک میں غذائیت کے اس تعلق پر فکرو تدبر سے کام لے تو یقیناً وہ اپنے خالق و رازق کی شکر گزاری میں زندگی گزارنا پسند کرے گا۔ لیکن اگر وہ یہی علم محض پیشہ وری کی خاطر حاصل کرے گا تو اس کے علم کی برکات مخلوق کو حاصل نہ ہونگی۔ ملحوظ رہے کہ کھانا پینا محض جسمانی نشوونما کے کام ہی نہیں آتا بلکہ اس کا ظالمانہ استعمال جسمانی، ذہنی اور قلبی بیماریوں کا سبب بنتا ہے بلکہ موت سے ہمکنار بھی کر دیتا ہے۔ اسلام کی نورانی ہدایت کا ایک حیات افزاء پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے محض خواہشات نفس کی تکمیل یعنی نفس پروری کے لیے کھانے سے اسے منع فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ مومنین کو سال میں ایک مہینہ بھر کے روزے رکھنے کی تلقین فرمائی گئی بلکہ فرض قرار دیا گیا۔ ساتھ ہی ان کا مقصد بھی بیان فرمادیا گیا کہ اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ہم عبادات کرتے ہیں لیکن ہر عمل صالح کی ادائیگی کے وقت اُس کا مقصد پیشِ نظر نہیں رکھتے۔

اس دنیا کا قانون/ دستور ہے کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل اور بڑے سے بڑا عمل کسی مقصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ہی **حکمت اللہ قادر و قیوم** کی بادشاہی کے لیے حجتِ تامہ ہے جس نے زندگی کو کس قدر با مقصد بنادیا ہے۔ اس کے برعکس اگر مقصود کو پیشِ نظر رکھے بغیر کوئی عمل کتنے ہی تواتر و تسلسل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے سیرت و کردار میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں آتی۔ اگر نماز کی ادائیگی کے وقت قربِ الٰہی مقصود نہ ہو تو نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن قربت نصیب نہیں ہوتی۔ نماز کو منکرات و فحاشی سے روکنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے تو نماز بھی چلتی رہتی ہے اور معاشرہ منکرات و فحاشی کا مظہر بھی بنا رہتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت مقصود پیش نظر نہ رہا تو تزکیہ وطہارت نصیب نہ ہوگی۔ حج ادا ہو جائے گا لیکن معصومیت نصیب نہ ہوگی۔ اسی طرح جیسے NASA کا سائنسدان ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے لیکن ان کے خالق سے حجاب میں ہے۔

Marfat.com

الغرض اسی طرح انسان جب متاعِ دنیا کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہدایت کے عین مطابق حاصل کرے گا تو وہ نعمت اُس کے لیے باعث رحمت ہوگی اور حلال چیزوں کا استعمال اس کے کردار میں صالحیت پیدا کرے گا۔اس کا قلب وضمیر نیک اعمال کے ارتکاب سے تسکین وطمانیت حاصل کرے گا۔اس کے برعکس اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی حرام کردہ اشیاء استعمال کرے گا تو اس کا نفس امارہ مضبوط وتوانا ہوگا اورایک مقام ایسا بھی آجائے گا جب یہ نفس امارہ نفس لوامہ پر غلبہ پالے گا پھرایسے لوگ شیطان کے وَلی بن جائیں گے۔اُن کی زندگی اللہ کی مخلوق کے لیے سراپا تخریب وفساد بن جاتی ہے۔انسانی تاریخ کا ایک ایک لفظ اس پر گواہِ ناطق ہے اسے حق کہتے ہیں۔

قرآن: يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ

ترجمہ: اے لوگو! زمین سے پیدا ہونے والی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال اور طیب ہیں اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(البقرہ2: آیت نمبر168)

اے امتِ مسلمہ کے فرزندو! اللہ آپکو استقامت عطا فرمائے خوب جان لو کہ اس سر زمین پر حرام کھانے اور کمانے سے بڑا کوئی گناہ نہیں اور حلال کمانے اور کھانے سے بڑی نیکی کوئی نہیں۔انسان جب حلال وحرام کی تمیز کے بغیر کھائے پیئے گا تو اس میں جانوروں والی صفات پیدا ہونگی اس لیے کہ:

☆ جانوروں کا کوئی ضابطۂ حیات/ دستور/شریعت نہیں ہوتی۔

☆ جانور کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں ہوتے۔

☆ جانوروں کو حلال وحرام کی تمیز نہیں ہوتی۔

☆ جانوروں کو حقوق وفرائض کا ہر چند شعور نہیں ہوتا۔

☆ جانور خود غرضی اور نفس پروری کا مظہر اتم ہوتا ہے، ہمدردی اور رحم سے یکسر عاری۔

Marfat.com

☆ جانوروں پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا وہ بغیر احتساب کے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت یہ وہ حقائق ہیں جنہیں پڑھ کر اور سمجھ کر انسان کی روح لرز جانی چاہئے کہ خالقِ کائنات نے اسے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (اور بے شک ہم نے ابنِ آدم کو بڑی تکریم سے نوازا) کا تاج پہنا کر اُسے اپنا خلیفہ بنایا اور اگر خلیفۃ اللہ مسجودِ ملائک ہونے کے باوجود شیطانِ لعین کے ہتھے چڑھ جائے اور وہ اسے نفس پرست بنا کر جانوروں کی صف میں کھڑا کر دے تو یہی حقیقی فریب دنیا ہے۔

مذکورہ بالا قرآنی نصیحت ہر انسان کو ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی شئے کو حلال قرار دیتا ہے تو اس میں صرف اور صرف خیر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہر وہ شئے جسے اسلامی شریعت نے حرام قرار دیا اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں سے خیر نکال دیتا ہے۔ اسی لیے 1400 سال سے آج تک کوئی حرام شئے سائنسی بنیادوں پر بھی باعثِ خیر ثابت نہیں ہو سکی اور کوئی حلال شئے تخریب وتباہی کا باعث نہیں بن سکی۔ یہ دین اسلام کا حق ہونا ہے۔ یہ آیات قرآنی اور احادیث وسنّت کا فارمولوں کی صورت کام کرنا ہے۔

مخلوق کو خالق سے برگشتہ کرنا:

یہاں مخلوق سے مراد انسان کی ذات ہے جو زمین پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اس خلیفہ کی حقیقی ذمہ داری اللہ کی بندگی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے زمین پر اس کی حاکمیت قائم کرنا ہے۔ اس ضمن میں انسان کو تخلیقی علم وقدرت ودیعت فرمائی گئی ہے۔ انسان کی زمینی اور خلائی کامیابیاں اُس کے اشرف المخلوقات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

؎ پھونک ڈالے یہ زمین و آسمان مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے
(اقبالؒ)

Marfat.com

ابلیس مردود کا اصل مشن یہ ہے کہ وہ اللہ کے خلیفہ کو ربِ ذوالجلال کی رحمٰنیت اور رحیمیت سے اندھیرے میں رکھے۔

قرآن: اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

ترجمہ: وہ (شیطان) تمہیں بدی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور (اکساتا ہے) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ (البقرہ 2: آیت نمبر 169)

بدی یعنی بداخلاقی، گناہ جرم اور بے حیائی کا ارتکاب اُس وقت تک انسان سے ممکن نہیں جب تک وہ خدا خوفی اور احتسابِ اُخروی سے بے نیاز نہ ہو جائے۔ سبب یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں میں بہر حال لذّت وتسکین ہے۔ اس پہ طرّہ یہ کہ اس لذّت انگیزی کی تسکین و راحت عارضی ہوتی ہے یعنی ایک وقت کا فعل وقتی اور عارضی طور پر باعث تسکین ہوتا ہے۔ کچھ ہی دیر کے بعد پھر اُسی ارتکابِ فعل کی خواہش وطلب دِل میں کروٹیں لینے لگتی ہے۔ اس لیے کہ پہلے فعل کی لذّت و راحت یا اُس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا فائدہ انسانی حافظے میں ایک تجربے کی صورت محفوظ ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم اپنی زندگی کے تلخ وشیریں تجربات کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں۔ بچپن، نوجوانی، جوانی اور بڑھاپے کے تجربات کی نیرنگی ہی ہماری زندگی کا سرمایۂ حیات ہوتی ہے۔ تجربوں کے نتائج سبق آموز ہوتے ہیں۔ تجربوں کے نتائج اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یہ اثرات افرادی سطح پر، عائلی سطح پر اور پھر معاشرتی سطح تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ اسی بناء پر بُرے اعمال یا اچھے اعمال ہی معاشرت انسانی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

الغرض انسانی کرداریت (Behavior) اور نفسیات کا یہ ایک مربوط نظام ہے جس تک شیطان مردود ولعین کو رسائی وتصرف حاصل ہے۔ جیسے ہی کوئی خواہش نفس انسانی میں کروٹ لیتی ہے تو یہ مردود اپنی تھوتھنی دل سے لگا کر انتہائی مکر وفن سے ورغلاہٹ کا مکروہ عمل شروع کر دیتا ہے۔ انسانی سوچوں اور تخیلات کا رخ دنیا کی رنگینیوں کی طرف موڑ دیتا ہے۔ وہ سارا وقت انسانی ذہن کو مختلف کردار بن کر مکالموں میں الجھائے رکھتا ہے۔ آپ اکیلے بیٹھے ہوئے یا

Marfat.com

راستوں میں چلتے پھرتے لوگوں کے تاثرات اور کیفیات کا جائزہ لیں تو اس مشاہدے اور جائزے سے شیطانی ہتھکنڈوں کی سمجھ آئے گی۔ ہر کوئی اپنے اندر کسی نہ کسی کردار کے ساتھ مکالموں کی لذت کا مزہ لے رہا ہوتا ہے۔

ان مکالمات کا تنقیدی جائزہ لینے والا شخص ہی حق شناسی کی مراد پا سکے گا۔ یہ مکالمات انسان کو سب سے پہلے اس کے خالق و معبود سے غافل کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے حواسِ انسانی پر ایسے حجابات وارد کر دیتا ہے کہ انسان مخلوق کو دیکھتا ہے لیکن اس کے معبود و بدیع کی صناعی سے نابیناء رہتا ہے۔

؎ نہ خودبین، نے جہاں بیں، نے خدا بیں
یہی شاہکار ہے تیرے ہنر کا
(اقبالؒ)

ایسے انسان کی سماعت ہر لغو اور لایعنی بات کے سننے میں لذت پاتی ہے لیکن ہدایت و حکمت کی بات سماعت پر گراں گزرتی ہے۔ دن رات گالیاں بکنے والی زبان، فحش گوئی، بدکلامی، غیبت اور دروغ گوئی میں چلنے والی زبان ذکرِ الٰہی کی طمانیت سے محروم رہتی ہے۔ ذرائع ابلاغ میں، منافقانہ بناؤ سنگھار میں عریاں عورتوں کے بہروپ کی مدح سرائی نغمات کی صورت شیطان پرستی کی عبادت کی صورت میں سامنے آ چکا ہے۔

الغرض تمام حواس خارج سے فریب دنیا وصول کرتے ہیں اور دِل پر نازل کرتے ہیں۔ اس وصول اور نزول کے نتیجے میں انسانی قلب میں صالحیت کے جذبات سوئے پڑے رہتے ہیں۔ بدی اور فحاشی کے جذبات کو چونکہ ترغیب و تحریک ملتی رہی لہٰذا وہ قوی و توانا ہوئے اور یوں بندہ نفس پرست یا شیطان پرست بنا۔

شیطان لعین نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایک جنگ لگا رکھی ہے۔ وہ سب سے زیادہ محنت بندے کو مشرک بنانے میں کرتا ہے۔ سب ظاہر ہے کہ شرک واحد گناہ ہے جس کی معافی

Marfat.com

نہیں اگرچہ قرآن مجید میں بے شمار آیات مقدسہ ہیں جو اس شیطانی مکر وفن کو آشکار کرتی ہیں لیکن طوالت سے گریز حکمتاً کر کے اُن کا لب لباب بیان کیا جا رہا ہے۔

سب سے بڑا شیطانی فتنہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دِل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ہر شئے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا فرمایا ہے۔ اگرچہ اس کا جواب بہت سادہ سا ہے لیکن یہ ذہین وزیرک انسان اس سوال پر بوکھلا جاتا ہے ورنہ اس کا جواب بہت سادہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق ہرگز نہیں ہے وہ ''خالق'' ہے لہٰذا کیسے ممکن ہے کہ خالق کو بھی اسی تعریف (Definition) کی کسوٹی پر پرکھا جائے جس پر مخلوق کو پرکھا جاتا ہے۔

اس کے بعد وہ انسانی محبتوں اور عقیدتوں کا رخ ہر تہذیب وتمدن کی روشنی میں تازہ خداؤں کی طرف موڑتا رہتا ہے۔

؎ تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم

(اقبالؒ)

اور ملحوظ رہے کہ شیطان اپنی تحریکی قوت کو اس چابکدستی سے استعمال کرتا ہے کہ بڑے بڑے سائنس دان وفلسفی تخلیقی رازوں کو دریافت کر لینے کے باوجود خالق کی معرفت سے یکسر بے بہرہ رہتے ہیں۔ یہ لعین انہیں اس تحقیق کے دنیاوی فائدے گنواتا رہتا ہے۔ اُن کی علمی وتحقیقی جستجوؤں کا رخ تجارتی مفادات (Commercial Benefits) کی طرف موڑ دیتا ہے۔ ایسے سفلے لوگ اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے اللہ ذوالفضل العظیم کی بخشی ہوئی ہر فضیلت کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ وہ جس کام کو خود کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اُس کے وسائل پر تصرف حاصل کرتے ہیں تاہم معاشی وسائل پر قبضہ کر کے دوسرے ممالک کو اپنا دستِ نگر بنایا جائے۔ یہ مذموم منصوبہ سفلہ پروری اور سفلہ نوازی کے بغیر کسی طور بھی ممکن نہیں۔ اسی بنیاد پر قرآنِ مجید نے ایسے لوگوں کو فساد کی جڑ قرار دیا۔ علم اور دولت پر اجارہ داری قائم کروا کے شیطانِ لعین انہیں **خیر الرازقین** سے دور کر دیتا۔ بددیانت حکمران اپنے اقتدار کے تحفظ کے لیے فرعونی سپر پاورز کو اپنے

Marfat.com

وسائل پر تصرف کی راہ ہموار کر دیتے ہیں انہی سے قرضے لے لے کر عوام کو یہ باور کرواتے ہیں کہ اگر یہ سپر پاور ہماری مدد و معاون نہ ہو تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ ایسے رہبر و رہنما پیدا کر کے شیطان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ انسانوں کی یوں تربیت کی جاتی ہے تاکہ اُن کا توکل اپنے حقیقی رازق سے ہٹ کر ان باطل خداؤں کی طرف مڑ جائے۔ اے مسلمان ذرا آنکھیں کھول کر شیطانی سیاست کے رنگ دیکھ اور عبرت حاصل کر۔

اس کے علاوہ شیطانِ لعین اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں انسانوں کو شرک پر اُبھارنے میں صرف کرتا ہے۔ جانتا ہے کہ اگر کسی کو شرک کے دام میں پھنسا لیا تو پھر اس پر مزید محنت کی ضرورت باقی نہ رہے گی کیونکہ شرک وہ اکلوتا گناہ ہے جس کی کسی طور بھی معافی نہیں ہوتی یعنی جہنم اس کے لیے واجب قرار پاتی ہے۔ یہی درحقیقت شیطانی مشن ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جب بھی کسی ظن و گمان/نظریے کو عقیدہ بناتا ہے تو اُسے اس کی تائید کے لیے بھی کسی نہ کسی دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس امر میں بھی شیطان ایک سہولت کار (Facilitator) کا کردار ادا کرتا ہے۔ انہیں ایسے جواز فراہم کر دیتا ہے کہ وہ مکمل طمانیتِ قلب سے اس باطلانہ عمل کا ارتکاب بھی کرتے ہیں اور استحقاقِ جنت کے مدعی بھی بنے رہتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے شیطان کے مکر و فن سے غفلت کا۔

ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا انسان شیطانی ہاتھوں میں کس طرح کھلونا بنا ہوا ہے۔ یہی اس کی بدبختی کی معراج ہے۔ شیطانی تحریک پر اپنے ہاتھوں سے ایک بے جان پتھر کو تراشنا اور اسے اپنا معبود مان لینا۔ یہ سب کچھ کس انداز میں وقوع پذیر ہوتا ہے اس مراحلاتی عمل (Process) کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ضروری اس لیے ہے کہ انسان بہرحال تاویل، دلیل، تعبیر، حجت اور ثبوت وغیرہ کو بروئے کار لا کر ہی شعور و ادراک کی منزلیں طے کرتا ہے۔ انہیں ذرائع کو استعمال کرنے کا مقصود اگر حق شناسی ہو تو انسان گمراہی کی ظلمتوں سے نکل کر نورِ ہدایت پا لیتا ہے اور انہی ذرائع کا ظالمانہ استعمال نورِ ہدایت لے کر پیدا ہونے والے انسان کو اتنی دور تک بھٹکا

Marfat.com

دیتا ہے کہ حق کی طرف لوٹنے کی راہ ہی سُجھائی نہیں دیتی۔

قرآن: وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

ترجمہ: اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ انہیں گمراہی میں دور دراز تک بھٹکاتا رہے۔
(النساء 4: آیت نمبر 60)

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ انسان بہرحال اپنے عقائد کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے جواز و دلیل تلاش کرتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں شیطان لعین بھٹکانے کے لیے اسے اطمینان بخش تاویل فراہم کرتا ہے۔ مثلاً جب شیطانِ لعین نے بت تراشنے کا خیال وسوسہ کیا تو یقیناً انسان کے ذہن میں یہ بات ضرور آئی ہوگی کہ خود تراشیدہ صنم کیسے معبود ہو سکتا ہے تو اب اس لعین نے اس کے رد کے لیے کہا ہوگا کہ اے بندے میں کب کہہ رہا ہوں کہ یہی خُدا ہے بلکہ میں تو تجھے سمجھا رہا ہوں کہ یہ بت تجھے تیرے رب کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے سے تو اَن دیکھے خُدا کی طرف رجوع قائم کر سکے گا۔ پورا ہندوستان گھوم لیں آپ کو ہر جگہ یہی دلیل ملے گی۔ یہ شیطانی منصوبے کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ غفلت کا یہ پہلا پردہ ہی کفر کی طرف دھکیلنے کے لیے کافی ہے۔

قرآن: مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ

ترجمہ: ہم ان کی بندگی نہیں کرتے سوائے اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔
(الزمر 39: آیت نمبر 3)

یہاں قرآنِ مجید نے ایسے مشرکانہ ذہنیت کے لوگوں کے عقیدے اور رویّے کو آشکار فرما دیا۔ اگر انسان تمام تر تعصبات سے بالاتر ہو کر معمولی سا غور کرے تو اُس کی کم ظرفی فوراً آشکار ہو جاتی ہے۔ جو خود اللہ جل شانہٗ کا خلیفہ/ نائب ہو اور زمین پر اپنے حاکمِ اعلیٰ کی حاکمیت قائم کرنے پر مامور ہوا ہو اُس کے لیے ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ وہ اپنے سے انتہائی کم حیثیت کی شئے کو اپنا معبود بنا لے۔ لہٰذہ طے ہوا کہ انسان شرک کا مرتکب ہو کر اللہ وحدہ لاشریک کا کچھ نہیں بگاڑتا بلکہ خود اپنے

Marfat.com

آپ کو اعلیٰ ترین مقام سے گرا کر گھٹیا ترین مقام پر لے آتا ہے اور سراپا فساد بن جاتا ہے۔

اسی طرح ابلیس مردود نے بہت سے شیطانی عقائد اپنی وسوسہ اندازی سے انسانی دلوں میں راسخ کر دیئے۔ معاذ اللہ کبھی انبیاء (علیہم السلام) کو اللہ تبارک تعالیٰ کا بیٹا بنا کر پیش کر دیا۔ کبھی نعوذ باللہ من ذٰلک فرشتوں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیا۔ کبھی بے شمار مال و دولت اور اختیار و اقتدار رکھنے والوں کو اُکسا بہکا کر خُدائی کے دعوے دار بنا دیا۔ کبھی اپنی ابلیسانہ ذہنیت سے انسان کو تاثر دیا کہ مختلف نعمتوں کے مختلف خُدا ہیں۔

اسی طرح انبیاء ورُسُل (علیہم الصلوٰۃ السلام) جب انسان کو پیام وحی سناتے ہیں تو لعین انہیں ورغلاتا ہے کہ یہ ہرگز وحی نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ کلام خود گھڑ لیا ہے۔ اگر وہ معجزات دکھاتے ہیں تو اپنی انتہائی کمینگی سے اسے جادوگری گردانتا ہے۔ کبھی وسوسہ اندازی سے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کو گزشتہ امتوں اور قوموں کے قصوں کی کتاب بنا کر پیش کرتا ہے۔

الغرض تمام مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں اب ہر مسلمان ومومن کو سمجھ جانا چاہیے کہ شیطان لعین ومردود کی ساری توجہ دینِ حق کے راستے میں رخنہ اندازی پر مرکوز ہے۔ اس میں وہ ہر چند غفلت نہیں کر رہا ہے اور ہم غفلت کا دامن چھوڑنے کے لیے تیار نہیں بھلے ہمارا دین لٹ جائے یا جنت ہاتھ سے نکل جائے۔

تنگدستی کا خوف فحاشی کا حکم:

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا کہ انسان بسا اوقات آنے والے خطرات وخدشات کا خوف اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے۔ پھر فطرتاً اس کے سدِّ باب کے لیے کوشاں ہو جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مفلسی، غریبی اور تنگدستی ایسی شئے ہے جو انسان کو بہت سی دنیاوی نعمتوں سے محروم کرتی ہے۔ اس مختصر، عارضی وفانی دنیا میں محرومیوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے لیے صبر و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے۔ متوکلین رضاء الٰہی اور اُخروی اجر کے لیے صبر کر لیتے ہیں لیکن

Marfat.com

حبِ دنیا والے شیطان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔

قرآن: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ

ترجمہ: شیطان تمہیں تنگدستی کی وعید سناتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔

(البقرہ2: آیت نمبر268)

اس آیت کریمہ میں ''وعید'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اردو لغت میں اس کے معنی ہیں سزا دینے کا وعدہ/ انتباہ یا دھمکی۔ یہ لفظ مبارک یہاں بڑے حکیمانہ انداز میں استعمال ہوا ہے تا کہ شیطانی تحریک و ترغیب کی شدت کا اندازہ کیا جا سکے۔ یہ طرزِ بیان ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم کسی شخص کو کسی کام کے سنگین نتائج یا بھیانک انجام سے خوفزدہ کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح شیطانی تحریک انسانوں کو مفلسی تنگدستی سے خوفزدہ رکھتی ہے۔

یہاں وہ دو طرح سے اپنا مکر وفن استعمال کرتا ہے۔ ایک تو وہ غریبوں کو ڈراتا ہے کہ اگر ان کی یہ مختصر سی زندگی محرومیوں کی نذر ہو گئی تو یہ ایک پیہم عذاب ہوگا۔ انہیں مزید مشتعل کرنے کے لیے وہ انہیں پرتعیش زندگی گزارتے ہوئے امراء کی ترنگ اور جاہ وحشمت سجا سنوار کر دکھاتا رہتا ہے۔ یہی اُس کی اصل فنکاری ہے۔ اس ترغیب میں مزید شدت و تاکید پیدا کرنے کے لیے وہ غریبوں کو بددیانتی اور جرم کی راہ دکھاتا ہے۔

اس کا دوسرا حربہ یہ ہے کہ وہ امراء کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ انہیں بھی اپنی ناقابلِ سماعت آواز سے اکساتا ہے۔ انہیں پہلے ورغلاتا ہے کہ تمہاری امارت تمہاری ذہانت و تدبر کا ثمرہ ہے۔ اسی کی بدولت تم معاشرے میں معزز و محترم ہو۔ اسے غریبوں میں تقسیم کر کے کہیں غریب نہ ہو جانا۔ یہ ترغیب امیر کو بخیل بنانے کے لیے بہت کارگر ثابت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ بہکاوے میں آ کر نبی مکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھائی کہ **اللہ غنی حمید** کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، کم نہیں ہوتا، کم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

بے حیائی کا شیطانی حکم:

قلبِ انسانی میں اس کے خالق و رب کے بارے میں بدگمانیوں کے بیج بونے کے علاوہ ابلیس مردود کا سب سے مؤثر ہتھیار انسان کو بے حیائی کی طرف مائل کرنا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ مبارکہ بھرپور دعوتِ فکر دے رہے ہیں تاکہ انسان اس شعبۂ زندگی میں علم الیقین پیدا کرے۔ قرآنی پیام یہاں شیطانی حکمرانی کی خبر دے رہا ہے۔ درحقیقت بے حیائی ہی ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کے دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کو اس بات میں شبہ ہو تو وہ کسی با حیا کے تناظر میں تمام غیر اسلامی معاشروں کا عادلانہ جائزہ لے لے تو اس کی یہ تحقیق میری وضع کردہ حجت کی غماز ہوگی۔ اسی لیے یہ شیطان لعین کا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ بے حیائی کی سنگینی اور ابدی خسارہ ہونے کی بدولت ہی یہ شیطان کا ہلاکت خیز حربہ ہے۔

بے حیائی کا فروغ سب سے پہلے تحفظ نسل پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ تحفظِ نسل کی ضمانت صرف اسی میں ہے کہ مرد اور عورت کا ازدواجی تعلق اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے وضع کردہ قواعد و ضوابط کے عین مطابق ہو۔ اس ازدواجی تعلق کا ہر ہر رومانوی (Romantic) لمحہ عبادت میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس محض شہوت رانی کے لیے اس مکروہ فعل کا ارتکاب مجرمانہ عمل ہے اور خیر سے خالی ہے۔ باہمی رضامندی سے ہو تو یہ زناکاری ہے اور جبراً کیا جائے تو آبروریزی ہے۔ دونوں ہی صورتوں میں انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کا مجرم اور مردود شیطان کا ہمدم بن جاتا ہے۔

اس کا بھیانک سماجی اور معاشرتی پہلو یہ ہے عورت اپنے شرف سے گر جاتی ہے جانتی ہے کہ جتنا زیادہ اپنے جسمانی خدوخال کو عریاں کرے گی اتنا ہی مجرمانہ جنس پرستوں کی تفریح طبع کا سامان بنے گی۔ یہی ناقابلِ تردید حق ہے کہ فحاشی و عریانی عورت کے لیے دنیاوی عیش و عشرت کے دروازے کھول دیتی ہے لیکن اُس کے حواس و عقل پر ایسے حجابات وارد کر دیتی ہے کہ پھر نہ وہ

Marfat.com

سوچتی ہے نہ اہلِ ہوس اسے سوچنے دیتے ہیں کہ بے حیائی کی دلبرانہ لذتیں اُسے جہنم کا ایندھن بنا رہی ہیں۔

تجھے ثقافت نچا رہی ہے، تجھے نمائش رِجھا رہی ہے
تیری جہالت سے اقتصاد و معاشرت بے مہار ہوگی
جو لطفِ نسوانیت سے تیری تجارتوں کا فروغ ہوگا
تو شرفِ انسانیت سے گر کر تماشۂ کم عیار ہوگی
خُدارا اپنی رداء غیرت ان اہل ابلاغ سے بچالے
وگرنہ عورت کی حیثیت بس تجارتی اشتہار ہوگی
(سجاؔد)

یہاں اس بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ بے حیائی وفحاشی صرف عورت کی بربادی ہے بلکہ ملحوظ رہے کہ عورتوں کو بے حیائی کی صراطِ رجیم پر ڈالنے والے مرد ہی ہوتے ہیں۔ عورت کی بے حیائی میں مرد پر دوہری فردِ جرم عائد ہوتی ہے ایک تو انہیں یہ آزادی دینے پر اور ایک اپنے لیے جنس پرستی کی راہ ہموار کرنے پر اور انجامِ کار دونوں کی تذلیل اور بربادی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جب اس شیطانی تہذیب کو ارتقائی ترقی نصیب ہوتی ہے تو صرف شیطانی مذہب فروغ پاتا ہے اور دین حق سے لوگ بیزاری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ حق کی مزاحمت کرنا ہی شیطان پرستوں کا دین ہوتا ہے۔

شیطانی اعمالِ رجس:

ہر طرح کی پلیدگی رجس ہے۔ جب انسان کا باطن پلید ہوجائے تو پھر وہ سراپا شیطان بن جاتا ہے اُس کا وجود عین فسادِ آدمیت بن جاتا ہے اور یہ رجس انسان اپنے ہاتھوں کماتا ہے۔ جب انسانی جسم کا حکمران یعنی قلب ٹیڑھا ہوجائے تو اس کے ماتحت اعضاء نہ صرف گناہ میں

Marfat.com

لذّت پاتے ہیں بلکہ اپنے ضمیر کی خلش کو ہمیشہ کے لیے سلا دینے کے لیے اُس مکروہ شئے اور عمل کو جائز و مباح قرار دینے کے لیے منافقانہ دلائل بھی وضع کر لیتے ہیں۔

قرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک شراب اور جُوا اور پوجا کے بت اور فال کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں پس تم ان سے اجتناب کرو تاکہ اُخروی کامیابی پالو۔

(المائدہ5: آیت نمبر90)

اس آیتِ مبارکہ میں حکمتاً اہل ایمان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ ایمان کی بدولت تمہیں باطنی تزکیہ نصیب ہو چکا ہے۔ اب اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری یہ پاکیزگی زندگی بھر کے لیے برقرار رہے تو چند اعمالِ رذیلہ سے مکمل اجتناب برتو ورنہ تمہارا سراپا خباثتوں کا مظہر بن جائے گا۔ سینۂ دہر پر تمہارا وجود فسق و فساد کی علامت بن جائے گا تم انسانیت کے ماتھے پر شیطانی کلنک بن کر نمودار ہو گے اور حزب الشیطان کے لشکری کہلاؤ گے۔

دین حق ہونے کی بدولت ہر ہر اسلامی تعلیم ایک دعویٰ حق ہے جسے بے شک اہل عقل اپنی جہالت و غفلت کی بنیاد جھٹلاتے رہیں لیکن ''علم'' اسے کسی طور بھی جھٹلا نہیں سکتا یہ اسلام کا حق ہونا ہے۔ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں جن چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی پلیدگی اور خباثت کے آئینہ دار نہ صرف غیر اسلامی معاشرے ہیں بلکہ اب عالمِ اسلام بھی انہی کی بدولت ''دورِ جاہلیہ'' کا منظر پیش کرنے لگ گیا ہے۔

یہ چار مذموم اعمال انسان کو کس حد تک گرا سکتے ہیں اس پر تو انسائیکلو پیڈیا مرتب کیا جا سکتا ہے لیکن چند مختصر مگر انتہائی مؤثر حقائق قرآن کی حقانیت کو روزِ روشن کی طرح واضح فرما دیں گے۔ ایک حوالہ تو اُس تہذیب و معاشرت کا دور ہے جس میں ذاتِ سیّد کائنات ﷺ تشریف

Marfat.com

لائے۔آپ ﷺ کی آمدِ باسعادت پر اہلِ عرب کا شعار یہی چار خباثتیں تھیں۔ یہ اُن کی رگ و پے میں اس طرح رچ بس چکی تھیں کہ تاریخ نے گواہِ ناطق بن کر اُسے دورِ جاہلیہ یا تاریک دور گردانا شروع کیا۔اُن کی ضلالت، بے راہ روی اور کفر و شرک کی تائید کے لیے انہی چار عناصر خبیثہ کے ثبوت پیش کیے۔ ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، امیّہ بن خلف اور ان جیسے ہزاروں دوسرے انہی خباثتوں کے سائے میں پروان چڑھتے ہیں۔

آقائے دو جہاں ﷺ نے چودہ سو سال پہلے شراب کو ام الخبائث یعنی تمام خباثتوں کی ماں قرار دیا۔آج اہلِ مغرب کے محققین روز بروز اس کی نت نئی خباثتیں منظرِ عام پر لا رہے ہیں لیکن شوقِ خباثت ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ایک ماہر نے تو یہاں تک حق آشکار کر دیا ہے کہ جو والدین باقاعدہ شراب پینے والے ہوں تو جینیاتی (Genetically) طور پر اُن کے بچے مجرمانہ خصوصیات لے کر پیدا ہوتے ہیں۔

شراب نوشی اشرف المخلوقات انسان کو کس حد تک گرا دیتی ہے تو امریکن میڈیا پر (Opera) کے نام سے خواتین کا ایک ٹاک شو دکھایا جاتا ہے اور انٹرنیٹ کے ذریعے اُس تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ میں نے بارہا اس شو میں اُن لڑکیوں اور عورتوں کو دیکھا کہ جنہوں نے اپنے شرابی بھائیوں کی اولاد کو جنم دیا۔اُن ماؤں کو دیکھا جو اپنے شرابی بیٹوں کے ہاتھوں حاملہ ہوئیں۔ اُن بیٹیوں کو دیکھا جنہوں نے اپنے شرابی باپ کے ناجائز بچے پیدا کیے۔ اب اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شیطانی خباثت شراب کی صورت میں صرف مغرب تک محدود نہیں بلکہ تمام اسلامی معاشرے اس کی لپیٹ میں آ چکے ہیں بلکہ اُن سے زیادہ رذالت کا مظہر ہیں۔اس لیے کہ مسلمانوں کی شراب نوشی میں منافقت بھی شامل ہے۔ زبان سے اس کے حرام ہونے کا اقرار کر رہے ہوتے ہیں۔لیکن عملاً اپنے نفس میں شراب کی آلودگی کا رِجس بھر رہے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اس مرحلہ فکر میں ایک غور طلب پہلو یہ ہے کہ دنیا میں بے شمار مباح و جائز مشروبات ہیں لیکن آپ نے کبھی اُن سے مستفید ہونے کا جنوں لوگوں میں نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کے برعکس میرا ذاتی مشاہدہ بھی یہی ہے کہ شراب نوشی کی دعوت ملنے پر مئے خواروں کا شوق خمار جنوں خیزی کی انتہاؤں کو چھونے لگتا ہے۔ آخر کیوں؟ تو اس کی وجہ یہی ہے کہ مباح مشروبات کے لیے ایک ہی محرک ہوتا ہے اور وہ ہے حفظانِ صحت لیکن اس کے برعکس شراب کی تحریک و ترغیب کے لیے شیطان اپنی پوری توانائیاں اور صلاحتیں بروکار لاتا ہے۔ جانتا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے شراب کو ام الخبائث اور شراب نوشی کو شرک کے برابر گناہ قرار دیا ہے۔ یہ بھی جانتا ہے کہ لذتوں راحتوں کے پرستار نفس کو کسی طرح خمار آشنا کر دیا تو پھر یہ خود ہی ہر مذموم خباثت کا دلدادہ بن جائے گا۔ یہ اپنے دین سے غافل ہو جائے گا اور میری مشققت کم ہو جائے گی۔

ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا، اپنی تخلیق کاری سے جہانِ تازہ آباد کرنے والا یہ انسان اپنی کورفہمی اور کم کوشی میں بھی امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی راحتوں کے لیے لاکھوں کروڑوں کو کرب والم کے جہنم میں جھونک دیتا ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنی فرعونی آرزوں کی تکمیل ہو لیکن محنت کی بجائے غصب، بد دیانتی اور حرام ذرائع سے وسائل کا رُخ اپنی طرف موڑ لے۔ یہ رذالت وکمینگی کا رویہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان حیات بعد الموت اور احتساب اُخروی کا عقیدہ کھرچ کر باہر نکال دیتا ہے۔ تمام انسان یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر جان لیں کہ جب انسان آخرت کا منکر ہو جائے تو حسنِ اخلاق کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ دنیاوی اسباب کی بے پناہ کثرت تو وحشت و بربریت سے حاصل ہوتی ہے۔ نیکی و صالحیت چونکہ قناعت اور استغناء کا راستہ ہیں اس لیے اس پر صرف عاقبت اندیش ہی گامزن ہو سکتے ہیں۔

شیطانی رجس کے طلبگاروں کا ایک پسندیدہ مشغلہ جوا ہے۔ ہر وہ مشغلہ جس میں قسمت آزمائی کے ذریعے مال و متاع جیتا جا سکتا ہے، کمایا نہیں، جُوا کہلاتا ہے۔ چونکہ اس میں ہار جیت کا عنصر پایا جاتا ہے لہٰذا شیطان کے لیے یہ سنہری موقع فراہم کرتا ہے کہ انسانوں کو جیتنے کی

Marfat.com

جھوٹی امیدیں دلا سکے۔ بغیر مشققت کی زحمت اُٹھائے طرب انگیز، پر تعیش زندگی گزرانے کی جھوٹی امیدیں دلاتا ہے۔ بے پناہ کامیابیوں کے وعدے کرتا ہے۔ نت نئے پینترے بدلنے کی ترغیب دیتا ہے۔

نفسیاتی طور پر کوئی بھی انسان ہار پسند نہیں کرتا بالخصوص مال واسباب میں۔ اب ہارنے والے کے لیے بغض وعناد پیدا ہونا عین نفسیاتی امر ہے یعنی ہارنے والے کا نفس جیتنے والے کو ناپسندیدگی سے دیکھے گا۔ ہار اُس کے لیے تنگ دلی اور نفسیاتی دباؤ کا باعث بنے گی۔ دِلوں میں دشمنی کے جذبات کو ہوا دینا تاکہ انسانوں میں عداوت فروغ پائے۔ اب قانونِ قدرت کے مطابق جیسے جیسے معاشرے میں شرابی وجواری بڑھتے جائیں گے اخوت ومحبت کا جنازہ نکلتا جائے گا۔

کاش لوگ مغربی معاشروں کو قرآن کی آنکھ سے دیکھیں تو ان کے لیے قرآنی آیات کا حق المبیں ہونا اظہر من الشمس ہو جائے گا۔ مغربی معاشروں میں شراب و جوا معمولاتِ روزگار سمجھے جاتے ہیں۔ خبائث کے پرستاروں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرر کردہ گناہوں کو نہ صرف اپنے لیے جائز قرار دے دیا بلکہ شیطان کی رکر پا سے ان کا استعمال وہاں روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ انجام کار یہ ہے کہ ان کے معاشروں میں صرف خود غرضی کے رشتے باقی رہ گئے ہیں۔ نہ وہاں تحفظِ عقل کی کوئی ضمانت موجود ہے اور نہ ہی تحفظ نسل کی کوئی ضمانت موجود ہے۔ یہ شیطانی رجس ہے کہ شیطنت وخبائث کے پجاری اُس مادیت پرستی پر اِترا رہے ہیں جس کے تمام تر خزانوں کی قدر و قیمت خالق کائنات کی نظر میں محض مچھر کے پَر کے برابر ہے۔

اہلِ مغرب کا صرف اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ انہوں نے شیطان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی اعمالِ خبیثہ کو اتنا سجا سنوار دیا ہے کہ مسلمان معاشرے بھی اس کی لپیٹ میں تیزی سے آتے جا رہے ہیں۔ وہی شیطانی عداوت و بے مروّتی گھر گھر رقص پیرا ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ اخوت کا شیرازہ بکھرتا ہوا واضح دکھائی دے رہا ہے۔ دین محض ایک رسم بن کر رہ گیا ہے۔ امت افراد میں تقسیم ہوگئی۔ جن کے سجدوں سے زمین لرزتی تھی آج میکدوں اور جوا خانوں میں

Marfat.com

شیطان پرستی کا طوق گلے میں ڈالے اپنی اپنی جہنم کما رہے ہیں۔

؎ میں نے سکھلائے فرنگی کو علومِ فطرت
وہ مجھے عیشِ جہاں کے لیے اکساتا ہے
نفس امارّہ کی تحریک کو فطرت کہہ کر
راہِ طاغوت سجا کر مجھے بہکاتا ہے

(سجّاد)

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی بھرپور تائید کے لیے اللہ عزیز و حکیم نے ساتھ ایک اور آیتِ مبارکہ ملا دی تاکہ اس امر کی تاکید نمایاں ہو جائے اور قرآن مجید کی قطعی نص سے شراب و جوے کی حرمت قائم فرمادی۔

قرآن: اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾

ترجمہ: شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (المائدہ 5: آیت نمبر 91)

اس آیتِ حکیم میں ربِ ذوالجلال نے نہ صرف شیطانی ارادوں کو ننگا فرمادیا بلکہ ابلیس مردود کی سازشی ذہنیت بھی آشکار فرمادی کہ بغض و عداوت کا خمیر انسانی سیرت میں راسخ کر کے محبت، ہمدردی و مروّت کے جذبات کی بیخ کنی کرنے پر لگا رہتا ہے کیونکہ یہی عناصر حسنِ معاشرت کی روح رواں ہیں۔ جُوا اور شراب جہاں معاشرتی و سماجی بربادی کا باعث ہیں وہاں وہ انفرادی طور پر انسانی صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیتے ہیں۔ جس طرح بدمست شرابی ماں، بہن، بہو، بیٹی کی عزت سے کھیل جاتا ہے اسی طرح جواریوں کی تاریخ بھی یہی گواہی دیتی ہے کہ وہ جوے میں ماں باپ اور بیوی بچوں تک کو ہار جاتے ہیں کیوں نہ ہو انسان کے لیے اللہ تبارک و

Marfat.com

تعالیٰ کا واضح پیغام موجود ہے کہ اس کی بندگی سے منہ موڑنے والوں کے لیے صرف ایک ہی راستہ اور بچتا ہے اور وہ شیطان کی بندگی کا اور یقیناً شیطان کے بندے کے لیے نہ ذکرِ الٰہی کی کوئی اہمیت ہوتی ہے اور نہ نماز کی۔ اذان پہ اذان کی آواز کانوں میں پڑتی ہے مگر دِل تک نہیں پہنچتی۔ شیطان کے پرستار دل کے لیے ذکر اللہ اور ادائیگی نماز میں کوئی راحت نہیں ہوتی۔ تو اے انسان! کیا جوئے اور شراب کی خاطر اپنی دنیا و آخرت دونوں کو داؤ پر لگا دے گا۔

مال و اولاد میں شیطانی شراکت داری:

انسان کو راہِ حق سے ورغلانے اور بھٹکانے میں جس تندہی، مستعدی اور کامیابی سے اپنا کردار ادا کر رہا ہے اُس سے انسان کی غفلت ناقابلِ فہم ہے۔ روزِ اوّل سے انسانی اکثریت اس لعین کی بندگی کر کے جہنم کی مستحق ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ عجب المیہ ہے کہ آج اس کی شیطنت کی زد میں بے شمار مسلمان بھی آچکے ہیں بلکہ یوں دکھائی دیتا ہے کہ انسان انسانوں کی تربیت سے بالکل دست کش ہو چکے ہیں اور تربیت کی تمام تر ذمہ داری معاذ اللہ ابلیس مردود نے اُٹھالی ہے۔ یہ بیان محض دل لگی نہیں بلکہ ہدایتِ قرآنی کا آئینہ دار ہے۔

قرآن: وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ

ترجمہ: اور اس امر کو علمی بنیادوں پر جان لو کہ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں محض آزمائش/چیلنج ہیں۔ (الانفال 8: آیت نمبر 28)

قرآن: وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ

ترجمہ: اور ان کے اموال اور اولادوں میں ان کا شریک بن اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔
(بنی اسرائیل 17: آیت نمبر 64)

یہ دونوں آیاتِ مقدسہ فی نفسہ اتنی جامع ہدایت ہیں کہ ان کا شعوری فہم والدین اور اولاد سب کو شاہراہِ عدن و فردوس پر گامزن کر سکتا ہے اور اس سے غفلت پورے کنبے کو شیطان پرست بنا کر واصلِ جہنم کر دے گی۔

Marfat.com

انسانی تاریخ کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ مال اور اولاد ہمیشہ ہی انسانوں کے لیے بہت بڑا فتنہ/چیلنج رہے ہیں۔ ان دونوں امور کو آزمائش یا چیلنج بناتی ہے عاقبت اندیشی۔ اگر انسان صاحبِ ایمان ہو اور بندۂ رب ذوالجلال ہو وہ مال کو عین ہدایت خُداوندی کے تحت تصرف میں لائے گا اور اولاد کو جہنم سے بچانے کے لیے اُسے نیک سیرت بنانے کے لیے تربیت کرتا رہے گا۔ وہ دونوں امور میں اسلامی ہدایت کو مشعل راہ بنائے رکھے گا۔ وہ بچوں میں زاہدانہ فکر پیدا کرنے کے لیے خود بھی رہبرانہ کردار ادا کرتا رہے گا اور چاہے گا کہ معاشرت میں بھی اس کی اولاد کو انعام یافتگان کی صحبت میسر رہے۔

اس کے برعکس جو لوگ مال کمانے میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے تو وہ اپنے ہاتھوں اولاد کو شیطانِ لعین کے حوالے کر دیتے ہیں اور یوں شیطانِ مردود مال کے تصرف میں اور اولاد کی تربیت میں اُنکا شراکت دار بن جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح طور پر جان لینی چاہیے کہ جب ہم کسی امر میں کسی دوسرے کے ساتھ شراکت اختیار کرتے ہیں تو پھر ہر معاملے میں فیصلہ شراکت داروں کے اتفاق رائے سے طے پاتا ہے۔ اب ذرا شیطان لعین کے مشن کو اور اُس کی انسان دشمنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور فرمالیں کہ والدین نے دنیا پرستی کا انتخاب کر کے اپنے لیے بھی اور اولاد کے لیے بھی دونوں جہانوں کا خسارہ کما لیا۔

جب خالقِ کائنات نے ابلیس مردود اور شیطنت کے لیے اتنی واضح ہدایت مرحمت فرمادی۔

قرآن: اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ

ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے پس اُسے بطور دشمن ہی پکڑے رکھو۔ بے شک وہ تو اپنے گروہ کو صرف اسی لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔

(فاطر 35: آیت نمبر 6)

Marfat.com

اس تنبیہ کے بعد بھی اگر انسان شیطان و شیطنت کو شعوری طور پر سمجھنے میں تامل برتے تو نتیجتاً اُسے شیطان کی شراکت داری میں ہی زندگی گزارنی پڑے گی اور دارین کا خسارہ سمیٹنا پڑے گا۔

یہاں یقیناً برمحل ہوگا کہ شیطانی شراکت داری کو تمثیلاً بھی واضح کر دیا جائے۔ ہر انسان کو اپنے معاشی معاملات میں رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ پیشہ ورانہ امور اور انفاق فی سبیل اللہ میں بھی۔ اگر عاقبت اندیش انسان پُرعزم ہے کہ اُسے ہر صورت میں کسبِ حلال ہی کی سعی کرنی ہے تو پھر اُس کے دین کی ہدایت کافی ہے اور یہی ہدایت شیطانِ لعین سے اُسکا دفاع بھی کرتی رہے گی یعنی دین دار بندے نے شیطانی شراکت داری کو مسترد کر دیا۔

اس کے برعکس درہم و دینار کی ہوس رکھنے والے کو شیطان نے بد دیانتی، بخل، ناپ تول میں کمی، جوا، سود، اشتراکیت اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کی راہ پر ڈال دیا اور زندگی بھر کے لیے ان کی توجہات کو عیشِ جہاں کے دوام کی جستجوؤں پر مرکوز کر دیا۔

؎ اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برأت
نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چُن چُن کر بنائے مسکرات
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات
(اقبالؒ)

یہاں قرآن حکیم کی ترجمانی کرتے ہوئے سیّد الشعراء علامہ محمد اقبالؒ نے مال کمانے اور اُسے خرچ کرنے میں شیطانی شراکت داری کے بہت سے ایسے پہلو آشکار فرمائے ہیں جنہیں شیطان پرستوں نے باقاعدہ نظام کے طور پر متعارف کروایا۔ دنیا پرست چونکہ اپنے ظن و گمان

Marfat.com

یعنی نظریات کی پیروی اپنی خواہش نفس سے اور دینِ حق کی مخالفت میں کرتا ہے اور خواہشات نفسانی پر مبنی ظن وگمان کی پیروی صرف اور صرف ابلیس مردود کا راستہ ہے۔

قرآن: اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ

ترجمہ: اور وہ لوگ نہیں پیروی کرتے مگر ظن وگمان کی اور ان خواہشات کی جو ان کے نفوس پیدا کرتے ہیں۔ (النجم 53: آیت نمبر 23)

یہ تو طے ہو چکا کہ نفس دنیا کا نمائندہ ہے اور دنیا پرستی صراطِ جحیم ہے جس کا رہبر و رہنما شیطان لعین و مردود ہے۔

شیطان کی شراکت داری کا بھیانک ترین کردار اولاد کی تربیت کے حوالے سے ہے۔ یہ بات سوچ کر روح لرز جاتی ہے کہ پہلے مسلم والدین اپنی اولاد میں نیکی اور صالحیت پیدا کرنے کے لیے فکر مند بھی ہوتے اور عملاً کوشش بھی کرتے۔ دراصل انہیں قرآنی حکم یاد تھا۔

قرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔

(التحریم 66: آیت نمبر 6)

یہاں اللہ جل شانہٗ نے واضح اور بیّن ہدایت فرمادی کہ خود اپنی ذات اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانا انسان کی ذمہ داری ہے۔ اگر تو والدین کی ذات واقعی سراپا رحمت ہے اور وہ اپنی اولاد کا جہنم میں جانا ناپسند کرتے ہیں تو اس مقصد کے لیے ہدایتِ ربانی، سیرتِ مصطفیٰ ﷺ اور صحبت اولیاء کرام وصالحین سے مستفید ہونا ضروری ہے تاکہ بچہ اپنے دنیاوی معمولات میں کبھی بھی اپنی اُخروی اور دائمی زندگی سے غافل نہ ہو۔ اخلاص اور تندہی سے اپنے رب کی بندگی پر کمربستہ رہے۔

Marfat.com

اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر یہ صفحہ ہستی کا عظیم ترین المیہ ہے کہ کسی انسان میں صلاحیتیں تو اللہ جل شانہٗ کے نائب والی ہوں مگر خود فراموشی اور غفلت کی وجہ سے وہ زندگی جانوروں سے بھی بدتر گزار رہا ہو۔ جو نہ خود بین ہو نہ خُدا بین ہو۔ نہ جہاں بین و جہاں بان ہو۔ ایسے لوگوں کا مقصودِ حیات صرف کثرتِ مال بذریعہ غصب و بد دیانتی ہوتا ہے۔ معرفتِ خدا وندی، رُشدِ نبوت نورِ ہدایت، حیات بعد الموت، جنّت و جہنم، فنا و بقا سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ خالق کی رزاقیت سے بے نیاز، حرام ذرائع پر انحصار اور مخلوق کے ساتھ سفاکانہ، وحشیانہ سلوک ایسی ہوتی ہے وہ اولاد جن کی تربیت میں شیطان لعین شراکت دار ہوتا ہے۔ اے انسانو!!! یہ ہے شیطان جو ہم میں سے ہر کسی کو جہنم میں پہنچانے کے لیے دن رات محنت کر رہا ہے لیکن تم اسے جاننے اور پہچاننے کے لیے ایک لمحہ بھی صرف کرنے کے لیے تیار نہیں۔

غافلانِ خُدا کی شیطانی پارٹی:

اللہ عزّ وجل نے حکمتاً جمیع انسانیت کو دو وسیع گروہوں میں تقسیم فرمادیا ہے۔ ایک اللہ کی پارٹی والے ہیں۔

قرآن: وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور جو دوست/ولی بناتے ہیں اللہ کو اور اُس کے رسول ﷺ کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے پس بے شک یہی اللہ کی جماعت ہے جو غالب رہنے والے ہیں۔

(المائدہ5: آیت نمبر56)

المائدہ کی یہ آیتِ مقدسہ واضح اعلان فرما رہی ہے کہ اللہ جل شانہ، رسالت مآب ﷺ اور حقیقی مومنین کے ساتھ ولایتی نسبت قائم کرنے والے دراصل اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ یہاں اولیاءِ کرامؒ سے نسبت کا شرف بھی واضح ہوگیا اور ان کے غلبے کی ضمانت بھی۔

Marfat.com

اب مسجود ملائک ایک دلدوز پیغام بھی سُن لیں کہ جو لوگ حزب اللہ یعنی اللہ رب العزت کی پارٹی کے رکن نہیں ہوتے ان کے لیے صرف ایک ہی پارٹی بچتی ہے جس کی رکنیت خواہی نہ خواہی اُن کا مقدر بن جاتی ہے۔

قرآن: اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے پس اُس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں۔ خبردار! بے شک شیطانی گروہ کے لوگ ہی گھاٹا کھانے والے ہیں۔ (المجادلہ 58: آیت نمبر 19)

تاریخ گواہ ہے کہ انسانوں کی غالب اکثریت ہمیشہ اپنے خالق، مالک اور وارث سے لاتعلق رہی ہے۔ ہوسِ دنیا کا فرعونی جذبہ، کافرانہ ذہنیت کے ظن و گمان سے وضع کردہ دستور حیات اور فکرِ عاقبت سے عاری انسان دنیا و آخرت میں شیطانی لشکری کی حیثیت میں رہے گا۔ کاش انسان اپنی بندگی کا مفہوم سمجھ سکتا۔ سب کچھ جانتے بوجھتے جہنم کا خریدار یہ ظلوماً جھولاً، اسفلہ سافلین انسان یقیناً جانوروں سے بدتر ہے۔

اِس کائنات کا رب اپنے عالمینی ہدایت نامہ میں واضح طور پر فرما رہا ہے کہ انسانوں کی اکثریت جب اللہ رب العزت کی دائمی ربوبیت کے شعوری احساس سے عاری و غافل رہے۔ جب وہ صرف انسانی ربوبیت کے ظالمانہ، دستور پر عمل پیرا رہنے کو ہی زندگی سمجھنے لگ جائیں تو مان لیں کہ ایسے لوگ مکمل طور پر شیطان مردود کے زیرتسلط آجاتے ہیں۔ یعنی وہ فکری اور عملی طور شیطان لعین کے مطیع و فرمانبردار بن جاتے ہیں۔ اُن کی بیّن پہچان یہی ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ جل شانہ اور رسول ﷺ کے حرام کردہ معمولات و اشیاء میں تسکین پاتے ہیں۔ یہ یقیناً اُسی صورت ممکن ہوتا ہے جب دِل کے کسی گوشے میں معبودِ برحق کی یاد بھی موجود نہ ہو بلکہ اُس کے وجود کا مطلقاً انکار ہی کر دیا جائے۔

Marfat.com

اس ضمن میں حضرت امام عبداللہ باقرؒ کا تدبر روحانی یوں ہماری دستگیری فرماتا ہے۔ آپؒ کا ارشاد جہاں تاب ہے کہ ہر وہ چیز جو تجھے حق کے مطالعہ سے بے باز رکھے وہ تیرا شیطان ہے۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا جانا نہایت ضروری اور برمحل ہے کیونکہ آج کے مسلمان ذکر اللہ کی تعریف سے یکسر نا آشنا ہیں۔ اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ بار بار زبان سے اللہ وحدہ لاشریک کے کسی اسم مقدس و محمود کا تذکرہ ہی ذکر اللہ ہے۔ لیکن یہ محض غلط فہمی ہے۔ یہ ظاہری ذکر کی ایک صورت ہے۔ اس کی حقیقی تعریف میرے عظیم المرتبت، آفتاب ولایت، مرشدِ کامل بابا سید وجیہہ السیما عرفانیؒ نے فرمائی۔ آپ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ جس طرح ماں نظروں سے اوجھل ہوجائے تو ننھا بچہ رونے لگتا ہے لیکن جونہی ماں سامنے آتی ہے تو اسے دیکھ کر وہ سکون میں آجاتا ہے۔ اس تعریف کو سمجھنے کے لیے شعوری تجزیہ نہایت ضروری ہے کیونکہ اس میں ذکر کی وہ ظاہری تعریف نظر نہیں آرہی جو ہم اپنی فراستوں میں سجا کر بیٹھے ہیں۔

دراصل بچے کے لیے ماں ہی اسکا ملجاو ماویٰ ہے۔ وہ نگاہوں کے سامنے ہوتو بچہ مسرور و مامون رہتا ہے کہ اُس کی چارہ ساز اس کے ہر دکھ درد کا مداوا کرنے اور اس کی ہر احتیاج پوری کرنے کے لیے ماں حاضر باش ہے تو اس کے قلب کی یہ کیفیت اسے اپنے چارہ ساز کی دستیابی سے نصیب ہوئی۔ لہٰذا ہمہ وقت کا یہ احساس ہی اصل ذکر ہے۔ بعینہٖ جب کوئی انسان ہر وقت یہ شعوری احساس اپنے قلب میں راسخ کر لیتا ہے کہ اُس کا خالق، مالک، رازق اور چارہ ساز اُس کے پاس ہی ہے۔ سمیع و بصیر بھی ہے۔ قادر بھی ہے اور اُس کی چارہ سازی زماں و مکان کی قید سے مطلقاً آزاد ہے۔

اس مرحلۂ فکر پر یہ بات سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ زندگی کے معمولات میں بارہا ایسا ہوتا ہے۔ کہ کسی شئے کی محبت یا کسی معاملے کی فکر ہمارے ذہن پر سوار ہوجاتی ہے۔ بسا اوقات اس کا غلبہ اتنی شدّت اختیار کر لیتا ہے کہ وہ محبت وفکر ایک ساعت کے لیے بھی قلب سے محو نہیں ہوتی۔ یہ ہمہ وقت کی یاد اور ہمہ وقت کا عدم نِسیان ہی اصل میں ذکر ہے۔ جب اللہ حی

Marfat.com

القیوم کی محبت اور احتساب آخرت کی فکریں قلب میں اس قدر راسخ ہو جائیں کہ پھر دنیا کی ہوش نہ رہے تو یہ ہے حقیقی ذکر اللہ۔ زبانی تذکرے یا وظائف بھی اسی کا ایک حصہ ہیں۔ یہی تصوف کی راہ ہے جس کی رہنمائی آقاء دو جہاں ﷺ نے ایک حدیث قدسی کی صورت فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اِذَا ذَکَرْتَنِیْ شَکَرْتَنِیْ وَاِذَا نَسِیْتَنِیْ کَفَرْتَنِیْ (اے بندے) جب جب تو نے مجھے یاد رکھا تو نے میری قدردانی/شکرگزاری کی اور جب جب تو مجھے بھولا رہا تو نے میرا کفر کیا۔ اسی حدیثِ قدسی کو حضرت سلطان باہوؒ نے اپنے سخنِ دل نواز میں یوں پرویا:

جو دم غافل سو دم کافر ساہنوں مرشد اے سمجھایا ہُو
سنیاں سخن گیاں کھل اکھیں اساں چت مولا نال لایا ہُو

ذکرِ الٰہی کی اتنی مفصل وضاحت اسی لیے ضروری تھی تا کہ انسان کو ادراک حاصل ہو کہ اللہ جل شانہٗ کے ذکر سے بندے کو غافل کر دینا کتنی بڑی کامیابی ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے خالق کی بندگی سے ہٹا کر اپنی بندگی پہ لگا دیتا ہے۔ نتیجتاً ایک تو بندہ جنت سے محروم ہو جاتا ہے اور دوسرا جہنم کا ایندھن جا بنتا ہے۔ اور! اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذکر کی استقامت نصیب ہو جائے تو خود رب کریم فرماتا ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا رہوں گا۔

ذکر سے غفلت کا ایک ہی مطلب ہے کہ جس ربِ رحمٰن نے کائنات کی ہر شئے کو بطور نعمت انسان کی خدمت پر مامور فرما رکھا ہے یہ ظالم و جاہل انسان اُسی رب سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کر رہا ہے اور جب انسان واقعتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمیت سے غافل ہو جائے تو وہ شخص کائنات کا بدبخت ترین شخص قرار پاتا ہے۔ اُسے بھی بارگاہ خُداوندی سے دھتکار دیا جاتا ہے اور شیطان کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

قرآن: وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝

ترجمہ: اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے گریز کرتا رہا تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو ہر وقت اس کے ساتھ جڑا رہتا ہے/ ہمدم و ہمدوش بنا رہتا ہے۔ (الزخرف 43: آیت نمبر 36)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں تدبّر فرمائیں کہ رحمٰنیت کو صرفِ نظر کرنے والے پر جبّاریت وقہاریت یوں مسلط ہوئی کہ راندۂ درگاہِ خُداوندی ہو کر شیطان لعین و مردود کے سپرد کر دیا گیا۔ اس شیطانی تسلط کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب اُسے لاکھ جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر پوچھو "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝" لیکن وہ گونگے، بہرے اور اندھے ہی بنے رہیں گے خواہ وہ NASA کے سائنس دان ہی کیوں نہ ہوں اور ایمان کے سرمایہ سے محروم ہوں۔

مجھے اسی لیے یہ بات دہرانی پڑتی ہے کہ ہر قرآنی آیتِ مقدسہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ایک دعویٰ حق ہے جو فارمولوں کی صورت کام کرتا ہے یعنی حق آشکار کر کے زندہ معجزہ کہلاتی ہے۔ انسانی معاشرت ہمیشہ اس کی عکاس رہی ہے۔ آپ قرآنی بصیرت پیدا کر کے گھر سے نکلیں تو ہزاروں لاکھوں لوگ آپکو خود سے باتیں کرتے نظر آئیں گے۔ اُن کی جسمانی حرکات وسکنات نمایاں طور پر ان کی پہچان کروا دیتی ہیں یا ایسے لوگ اپنی کافرانہ، جاہلانہ، ظالمانہ، فاسقانہ، مفسدانہ، مجرمانہ اور کاہلانہ سرگرمیوں سے پہچان لیے جاتے ہیں۔ الغرض ایک ہمدم و ہمدوش کی صورت شیطانِ لعین کا تسلط روزِ روشن کی طرح نمایاں نظر آتا ہے۔ کاش انسان اس معاملے کی سنگینی کو شعوری طور پر سمجھ سکتا اور وہ بھی اس حیاتِ ارضی میں۔ اگر جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر حق آگاہی نصیب ہوئی تو اس سے بڑا خسارہ کائنات میں اور کوئی نہیں۔

شیطانِ مردود کا یہ تسلّط محض لفاظی نہیں بلکہ واقعتاً شیطانِ لعین کا باقاعدہ نزول ہوتا ہے اور وہ بالذّات انسانوں پر مسلّط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح انسان کسی جانور کو لگام کے ذریعے جس طرف چاہتا ہے لیے پھرتا ہے اسی طرح شیطانِ لعین اپنی تحریکات وترغیبات سے نفس پرستی کی بھول بھلیوں میں لیے پھرتا ہے۔ یہ بدبختی کی معراج ہے کہ ایسے انسان صرف ایسی شاہراہ پر

Marfat.com

گامزن ہیں جس کی منزل مقصود صرف دوزخ ہے۔ اسی لیے سیّد کائنات ﷺ نے نفس کشی کو جہادِ اکبر گردانہ ہے۔ پیام خداوند کا مطالعہ فرمائیں۔

قرآن: هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ۝

ترجمہ: کیا میں تمہیں غیب کا راز بتاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں۔ وہ ہر جھوٹ گھڑنے والے گناہگار پر اترتے ہیں جو سنی سنائی باتیں لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ (الشعراء 26: آیت نمبر 221, 222, 223)

یہ آیتِ مبارکہ آج کی دنیا میں قرآنِ حکیم کا زندہ معجزہ ہے۔ آج کی دنیا ایک ایسے دستورِ حیات کی پیروی پر مُصر ہے جو انسانی اکثریت کے ظن و گمان یعنی نظریات کی پیداوار ہے۔ چونکہ یہ نظام مغضوب وضالین کے ذہنوں کی پیداوار ہے لہٰذا جھوٹ اس کا خُدا ہے۔ اس جھوٹ کی تشہیر کے لیے پوری دنیا میں بے شمار زرخرید صحافتی غلام ہیں۔ اس نظام کے شیطانی ہونے کی روشن دلیل یہ ہے کہ اس کی ابتداء سے ہی پوری انسانیت ہلاکت و تخریب کا شکار ہے۔ یہ سب جھوٹ کی کرامات ہیں اور جھوٹ شیطانِ لعین کی عبادت ہے۔

اب اگر ہم مذکورہ بالا سورۃ الزخرف اور الشعراء کی آیاتِ مقدسہ کو پورے سیاق و سباق کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں تو اس باطنی لشکرِ شیطانی کا بھید یوں کھلتا ہے کہ شیطان جب کسی غافل کا قرین/مستقل ساتھی بنتا ہے تو جان لیتا ہے کہ میں (شیطان) اس انسان کو زبردستی اپنی قوتِ بازو سے مسخر نہیں کرسکتا۔ لہٰذا وہ انسانی نفس سے گٹھ جوڑ کر لیتا ہے۔ وہ انسانی حواس کے ذریعے دنیا کی خوشنمائیاں اور رعنائیاں دکھاتا ہے، سناتا اور محسوس کرواتا ہے۔ اب یہ لعین پوری تندہی سے کوشش کرتا ہے کہ بندے کا رجوع/توجہ ان چیزوں کے خالق کی طرف نہ ہونے پائے ورنہ یہ اس کی قدردانی/شکرگزاری میں لگ جائے۔ اپنا مقصد پانے کے لیے یہ لعین اس کی توجہ

Marfat.com

ان چیزوں کی لذات اور اُن سے بھرپور مستفید ہونے والے محبانِ دنیا کی طرف مبذول کر دیتا ہے۔ پوری استقامت اور محنت سے لگا رہتا ہے تا کہ دنیا پرست اس نو وارد کے لیے ایک تحریکی قوت اور ترغیب کا ذریعہ بن جائیں۔

اس طرح حواس کے ذریعے خارجی عوامل اپنا رنگ چڑھاتے ہیں۔ قلب میں موجود جذبے مسلسل دنیا کی طرف رجوع رہنے سے شوق میں ڈھل جاتے ہیں۔ شوق مقصد بن جاتا ہے۔ تحریکی ترغیبی قوتیں عزم و ارادے کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوتی ہیں اور جسم انسانی اُس کے ارادوں کے اتباع کا پابند ہے۔ اس تصنیف کی ابتداء میں بھی اس موقف کا اظہار کیا گیا ہے کہ نفس اور شیطان کا باہمی گٹھ جوڑ ہی انسانی نفسیات کے ہر پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ نے یہ حق بھی آشکار فرمادیا کہ ملعون شیطان صرف گناہ پرستوں پر ہی نازل ہوتے ہیں۔ گناہگار وہ ہے جو ایک طرف تو اپنے رب کی بندگی کو یکسر بھولا ہوا ہے اور دوسری طرف یہ کہ دنیا کی زندگی ہر قیمت پر موج مستیوں میں گزارنا چاہتا ہے بھلے اُس میں اُسے انسانی جان مال اور آبرو سے ہی کیوں نہ کھیلنا پڑے۔ اسی بناء پر اسلام شیطان پرستی کی مکمل ضد ہے کہ وہ صاحبانِ ایمان سے تقاضہ کرتا ہے کہ وہ گناہ سے نفرت کریں اور گناہ سے نفرت ایک ہی صورت ممکن ہے کہ تعلیم و تربیت اور ریاضت و مجاہدات کے ذریعے نفس کا تزکیہ کریں تا کہ نفس مغلوب و معدوم ہو جائے اور مردِ مجاہد و مومن اپنے آپ کو لامتناہی خواہشات کی بجا آوری پر کمر بستہ کرنے کے ضروریات کی بجا آوری تک محدود کر دے تا کہ گناہ کی حاجت ہی نہ رہے۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ ہمارے وجود کی جبلی ہوس اسی وقت بیدار ہوتی ہے جب نفس امارہ میں کوئی خواہش ظہور پذیر ہو۔

اس ضمن میں حضرت یحییٰ بن معاذؒ کا بڑا جامع اور مدبرانہ قول ہے ''شیطان فارغ ہے اور تو مشغول ہے۔ شیطان تجھے دیکھ رہا ہے اور تو اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ تُو تو اُسے بھول چکا ہے لیکن شیطان تجھے کبھی نہیں بھولتا۔ خود تیری ذات میں شیطان کے کئی مددومعاون ہیں لہٰذا تجھ پر

Marfat.com

ضروری ہے کہ تو شیطان کے ساتھ جنگ کرے اور اس پر قہر کے پہاڑ توڑے ورنہ تو اس کی ہلاکت اور شرانگزیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔''

ہر مولود کے ساتھ فرشتہ اور شیطان ہے:

سیّدِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمانِ حکمت ہے۔

اِذَا وُلِدَ لِابْنِ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ قَرَنَ اللّٰهُ سُبْحَانَه ٗ بِهٖ مَلَكًا وَّقَرَنَ الشَّيْطَانُ بِهٖ شَيْطَانًا . فَالشَّيْطَانُ جَثِمٌ عَلٰى اُذُنِ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ الْاَيْسَرَ وَالْمَلَكُ جَاثِمٌ عَلٰى اُذُنِ قَلْبِهِ الْاَيْمَنِ فَهُمَا يَدْعُوَانِهٖ ٥

جب کسی انسان کے اولاد کی پیدائش ہوتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک فرشتے کو اسکا ساتھی بنا دیتا ہے جبکہ شیطان اس نومولوں کے ساتھ اپنا ایک شیطان چیلہ لگا دیتا ہے۔ شیطان اس بچے کے بائیں کان کے ذریعے سرگوشی کرتا ہے جبکہ فرشہ دائیں کان کے ذریعے سرگوشی کرتا ہے۔ دونوں اُسے اپنی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل)

ایک اور حدیث مبارکہ میں دانائے سُبُل، ختم الرُسُل، مولائے کُل ﷺ نے فرمایا:

لِلشَّيْطَانِ لَمَّةٌ بِابْنِ اٰدَمَ وَ لِلْمَلَكِ لَمَّةٌ ٥

شیطان کے لیے بھی انسان تک رسائی کی راہ اور فرشتے کے لیے بھی۔

(الاحیاء علوم الدین)

یہ بات نہایت وثوق اور دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ کرۂ ارضی پر پوری انسانیت کا عظیم ترین گناہ مذکورہ بالا احادیث کے علم سے بے بہرہ اور غافل ہونا ہے۔ دراصل یہ مزید وضاحت ہے قرآنی پیغام کی۔ وھدینٰه النجدین کہ ہم نے اُسے دونوں راستوں کی ہدایت فراہمی کردی۔ والھمھا فجورھا و تقوٰھا ۔ اور اُس کے پیکرِ بشری میں فاجرانہ اور متقیانہ

Marfat.com

میلانات/روّیے ودیعت کردیے۔

اب غور طلب بات یہ ہے فلسفیانہ اور سائنسی مزاج رکھنے والا انسان صالحانہ عمل کرے اور اُسے یہ علم نہ ہو کہ اس کے پیچھے کونسی تحریکی قوت کارفرما ہے۔ یا وہ کسی فاجرانہ عمل کا ارتکاب کرے اور وہ ہرگز یہ جاننا نہ چاہتا ہو کہ عمل کے وقت اس کا مقصود کیا تھا اور اسے کن نتائج کی توقع تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اولاد کی ولادت پر جشن منانے والے اس قدر کوتاہ فہم اور کم کوش ثابت ہوئے ہیں اولاد کی تربیت کے حوالے سے کہ اسے اگر ایک زندہ معجزہ کہا جائے تو یقیناً بے جا نہ ہوگا۔

درحقیقت یہ ہیں وہ بنیادی تعلیمات جن کی آگاہی ایک منظم نصاب کی صورت میں ہر انسان کو عموماً اور مسلمان کو خصوصاً دی جانی چاہیے۔ اس حکمتِ پیغمبری نے ایک ایسا رازِ ہستی عیاں فرمادیا جس کا ادراک پوری انسانیت میں ایک شعوری انقلاب برپا کرسکتا ہے۔ اگر اولاد کی پیدائش سے پہلے لوگ یہ جان لیں کہ ہمارے نونہال کے ہمدوش دو ایسی ہستیاں ہیں جو اُسے نجدین (دو متضاد راستوں) کی پیہم دعوت دے رہی ہیں۔ یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ ان دونوں ہستیوں کو یہ قوّت حاصل نہیں کہ وہ انسان سے زبردستی یا جبراً کوئی کام کروالیں۔ وہ اپنی آوازوں کے ذریعے تحریک فراہم کرتے ہیں اور ان تحریکی قوّتوں میں سے شیطان بے پناہ سرگرمی سے انسان کو ابھارتا ہے کہ وہ ارتکابِ گناہ کرے یعنی اُس کی صوتی تحریک میں جبر کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ وہ ارتکاب و اکتساب گناہ تک انسان کا پیچھا کرتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس فرشتہ انسان کے باطن میں احساس گناہ بیدار رکھتا ہے جسے انسان ضمیر کی چبھن سے تعبیر کرتا ہے۔

دراصل خود انسان کے اندر ہی حق و باطل کا ایک میدان کارزار ہے۔ عقل و فراست رکھنے والا یہ انسان اس معرکۂ خیر و شر کے نتائج و انجام سے مطلقاً آگاہ ہے۔ اس کے علاوہ انسان فطرتاً ایک مجاہد ہے یعنی اُس کی حیاتِ ارضی کو جدوجہد کی محنت و مشقت سے مشروط کردیا گیا ہے۔ اگر وہ عقل کی تابعداری کو شعار بنالیتا ہے تو اہل کتاب کی طرح عقل قدم قدم پر اُس کو دھوکا

Marfat.com

دیتی رہے گی کیونکہ شیطان لعین و مردود اپنے استدلال عقلی میں بندگانِ خُدا کے علاوہ تمام انسانوں پر غالب رہا ہے۔

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیلؑ نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دِل نہ کر قبول
عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
(اقبالؒ)

فیصلے کا اختیار انسان کو ہے کہ وہ اس معرکۂ حق و باطل میں حزب اللہ یعنی اللہ جل شانہٗ کے لشکر میں شامل ہو کر شیطانی قوّتوں یعنی باطل کے خلاف جدو جہد کرتا ہے یا پھر حزب الشیطان میں شامل ہو کر دینِ حق کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے۔

قرآن و حدیث میں تدبر و تفکر کی توفیق کے بعد میں ذاتی طور پر ہمیشہ اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ انسانیت کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً عظیم ترین گناہ شیطانی عداوت سے بے بہرہ ہونا ہے۔ صرف آج ہی نہیں دنیا میں خونریزی اور بددیانتی کے سبب انسانوں کی اکثریت زندگی کی ان آسائشوں سے محروم کر دی گئی جو ان کا مقدر تھیں۔ مردار دنیا پرست حکمرانوں نے سیاسی رشوتوں کے ذریعے تمام ریاستی قوتوں کو غصب و جبر کے لیے جمع کیا۔ وسائل کو غصب و استحصال کے ذریعے لوٹا۔ سفلہ پروری اور سفلہ نوازی سے مُنصف اور محتسب اداروں کو خریدا اور عوام کو اُن کے حق سے محروم کر دیا۔ عوام کے گرد مکر و فریب کا ایسا جال بُن دیا جاتا ہے کہ:

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حکمران کی ساحری
(اقبالؒ)

Marfat.com

جب سارے ادارے بد دیانتی پر مرکوز ہو جائیں تو:

بنے ہیں اہلِ ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں
(فیض)

قارئین یقیناً یہ محسوس کریں گے کہ اس موضوع پر بڑی تکرار کے ساتھ مختلف زاویوں سے بحث کی گئی ہے۔ درحقیقت اس کا مقصود اس شیطانی گورکھ دھندے کو آشکار کرنا ہے جو اس ارتقاء حیات میں زمان و مکان تک محدود نہیں بلکہ اس کے باطلانہ اثرات ہر فرد، ہر معاشرے، ہر زمانے اور ہر مکان پر حیاتِ انسانی سے وابستہ و پیوستہ رہے ہیں۔ تاریخ انسانی کا ہر ہر لمحہ مغضوب، ضالین اور انعام یافتگان کی صورت غمازیِ حق فرما رہا ہے۔

شیطان جبر پر قادر نہیں:

جیسا کہ متکرر ذکر ہو چکا کہ شیطان کا حقیقی ہتھیار ترغیب و تحریک ہے وہ کسی شئے کو جبراً انسان پر مسلط کرنے پر قادر نہیں ہے۔ کاش انسانوں نے ترغیب و تحریک کی قوّت کو فروغِ حق کے لیے استعمال کیا ہوتا بجائے مفسدانہ مقاصد کے۔ اس حقیقت کو تمثیلاً سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا تاریخ انسانی کی گہرائی میں جا کر دیکھ لیں کہ محمد ﷺ نے تاریک ترین دور کے بدترین لوگوں کو اپنی عالمینی رحمت کی ترغیب و تحریک سے اُس اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرما دیا جو انبیاءؑ کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سب سے قریب ہیں۔ اس کے برعکس شیطانِ لعین و مردود دینِ حق کی ہدایت موجود ہونے کے باوجود اپنی ترغیب و تحریک کے زور سے انسان کو ورغلا کر اتنا دلیر بنا دیتا ہے کہ انسان ہزاروں لاکھوں سال تک جہنم میں جلنے سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتا۔ کاش مسلمانوں کو ترغیب و تحریک کے ذریعے مقاصد کا حصول سمجھ میں آ جائے تا کہ وہ بھی اپنے اسلاف کی میراث کو بروکار لاتے ہوئے آج کے قیصر و کسریٰ اور دارا کا تاج پاؤں تلے کچل دیں۔

Marfat.com

؎ تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِدارا
(اقبالؒ)

''جبر'' اصل میں وہ قوت ہے کہ جس کے ذریعے کوئی صاحب اقتدار و اختیار زبردستی کسی پر کوئی بات مسلط کر دے یا بزورا اپنے حکم کا اتباع کروالے۔ دینِ اسلام کی پیروی میں جو بات سب سے اہم اور سمجھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے پوری انسانیت پر کبھی رتی برابر جبر نہیں کیا۔

عظیم حکمت ہے رب ذوالجلال کی اور انسانیت پر عظیم ترین احسان ہے کہ باری تعالیٰ نے شیطان مردود کو اپنے خلیفہ پر جبر کی اہلیت نہیں بخشی۔ وہ صرف ترغیب وتحریک کے ذریعے انسانی ارادوں پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ لیکن اس فعل میں انسان مطلقاً مختار ہے۔ چاہے تو اثر قبول کرے اور چاہے تو اُس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ابلیسِ مردود پر مکمل غلبہ پانے کی ہر اہلیت اس کے پاس موجود ہے۔ اس ازلی حق کا اعلان خود رب کائنات نے فرمایا:

قرآن: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی۔ (الحجر 15: آیت نمبر 42)

اللہ والوں کے سامنے ابلیسِ لعین محض بے بس و بے نوا ہے۔

قرآن: اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: بے شک اُس کا بس اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور وہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ (النحل 16: آیت نمبر 99)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کامل مومنین اور متوکلین کی شان واضح فرمائی کہ ابلیسِ مردود اُن کے مقابل بے بس ولاچار ہے۔ ظاہر ہے جو شخص اپنے رب کی

Marfat.com

ربوبیت میں اس قدر پُر اعتماد ہو کہ مخلوق سے بالکل بے نیاز ہو جائے اور یہ بے نیازی کیوں نہ ہو کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے متوکلین کو ہر معاملے میں نصرت و غلبے کی ضمانت بذریعہ وحی دے رکھی ہے۔

قرآن: وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ (الطلاق 65: آیت نمبر 3)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

یہ بھی ایک حکمت بالغہ اور خدائی قانون ٹھہرا کہ پورے معاشرے میں صالحیت تبھی فروغ پاتی ہے جب مسلمان عملاً مومن بن کر اللہ پر توکل اختیار کریں تو پورا معاشرہ شیطانی تسلط سے آزاد ہو کر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اس کے برعکس جب اہلِ ایمان توکل علی اللہ سے فارغ ہو جائیں تو شیطانی کرداریت پنپنے لگتی ہے مگر بہر حال اس میں شیطانی جبر کو ہرگز دخل نہیں۔ حق یا باطل کو اختیار کرنا یہ انسانی صوابدید پر موقوف ہے اور محض شعوری تجزیہ یا رائے نہیں بلکہ مذکورہ بالا الحجر کی آیت نمبر 42 میں واضح اعلان عام موجود ہے کہ بھٹکے ہوئے ہی ابلیس مردود کے ہتھے چڑھتے ہیں۔

میدانِ حشر اور شیطان کی دستبرداری:

تا قیامت انسانوں کو بھٹکا کر جہنم تک پہنچانے والا ابلیس لعین اپنے گمراہ کردہ لوگوں کے درمیان کھڑا ہوگا۔ وصلِ نار سے پہلے ہر کوئی اس لعین و مردود کو لعن طعن کر رہا ہوگا۔ ہر کوئی اپنے کفر و شرک کا الزام اس منحوس پر دھرنے لگے گا۔ آخر میں سٹپٹا کر اور چیخ چیخ کر سب کو یہ جواب دے گا۔

قرآن: وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: اور مجھے کبھی بھی تم پر زبردستی / جبر کی قوت حاصل نہ تھی سوائے اس کے کہ میں تمہیں

Marfat.com

دعوت دیتا اور تم میری دعوت قبول کرتے۔ اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو۔ بے شک اس سے پہلے یہ جو تم مجھے اللہ کا شریک ٹھہراتے رہے ہو میں اُس سے انکار کرتا ہوں بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(ابراہیم 14: آیت نمبر 22)

یقین مانیں جب میں قرآن مجید کے ان بواطن میں جھانکنے کی توفیق پاتا ہوں تو شدت سے احساس ہوتا ہے کہ واقعی قرآنی تدبر سے بے بہرہ مسلمان اپنے دِل/قلب پر تالے ڈال کر بیٹھا ہے اور جسے تدبر کی توفیق نصیب ہو جائے وہ امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام غزالیؒ، علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اور علامہ محمد اقبالؒ وغیرہ بن جاتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے ایک ایک لفظ پر غور کریں اور تصور میں لائیں کہ اگر آپ نے اللہ کی بندگی کو کبھی اپنا مطلوب و مقصود نہیں بنایا تو خود بخود شیطان کی بندگی کا ارتکاب ہوتا رہا ہے۔ جو شخص اپنے رب کی دنیا میں رہا اُس کی ان گنت نعمتوں سے مستفید ہوتا رہا، کائنات کی ہر ہر شے اس کی خدمت پر مامور رہی، اپنی قوت تسخیر سے ستاروں پر کمندیں ڈالتا رہا لیکن اپنے ظالمانہ اور جاہلانہ رویوں کی وجہ سے یہ جاننے کی زحمت بھی گوارا نہ کی آیا کہ وہ اپنے رب کی بندگی پر کاربند ہے یا بھٹکا دیا گیا ہے۔ چونکہ زمین پر دو ہی راستے ہیں اور ہر ایک کی منزلِ مقصود کا تعین ہو چکا ہے۔

جو شخص تاحیات شیطانی وساوس اور ان کی تباہ کاریوں سے آگاہ نہ ہو سکا حشر میں اُس کی کسمپرسی اور بے چارگی کا عالم کیا ہوگا اس آیت مبارکہ نے اس کی حقیقی منظر کشی پیش کر دی۔ موت کی گھڑی میں جب بے شمار مسلمانوں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں تھما کر جب ان پر آشکار کیا جائے گا کہ یہ ان کی شیطان پرستی کا ثمرہ ہے تو اُن کی چیخوں سے کائنات کی ہر شے لرز اُٹھے گی لیکن صرف انسان اُسے سُن نہ پائیں گے۔ معذرتوں اور دیگر دلدوز فریادوں کا ایک لامتناہی

Marfat.com

سلسلہ شروع ہو جائے گا لیکن عالم لاہوت میں ان کی ہر چند کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ وہ شیطانی وعدے اور امید افزائی جس کے بل بوتے پر وہ خالق سے بیگانے اور مخلوق کے پروانے بنے ہوئے تھے وہ سب سراب کی مانند فریب نظر ثابت ہونگے۔ وہی ابلیسی تحریک و ترغیب جو حیات ارضی میں ان کے لیے اس قدر ناقابل مزاحمت (Irresistable) تھی آج اُسی کا محرک ڈنکے کی چوٹ اپنی بریت کا اعلان کر رہا ہے۔ وہاں ہر کوئی انتہائی ندامت کے عالم میں محسوس کرلے گا کہ ابلیس سے بڑھ کر وہ خود قصوروار ہے لیکن اب یہ پچھتاوا معاملہ سنوار نہ سکے گا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود یہ پچھتاوا بھی ایک عذاب الیم ثابت ہوگا۔

اس عذاب الیم میں اضافہ اس وقت ہوتا رہے گا جب شیطانِ لعین سمیت سبھی اپنی بے بسی اور بے چارگی کے یقین میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہی وہ عذاب الیم کا نمایاں حصہ ہے جس کا ذکر آیتِ مبارکہ کے آخری حصہ میں ہے۔

عدو شناسی میں یہ ڈھٹائی کیسی:

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
(اقبالؒ)

ہر چند کہ جہاں بینی حیاتِ انسانی کا سب سے بڑا چیلنج ہے کیونکہ انسان اپنی فکر اور سعی پیہم سے جس بھی ذرّے کا دِل چیرتا ہے اُسی میں سے خُدائی حکمتوں کے بے پناہ خزانے آشکار ہو جاتے ہیں۔ طُرّہ یہ کہ اس حکمت اور شرف انسانی کو بھی انسانی قوّتِ تسخیر نے آشکار کیا ہے۔

آشکارہ ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
(اقبالؒ)

Marfat.com

تسخیرات کے اس لامتناہی سلسلے میں انسان کی کورفہمی کا حقیقی مظہر یہ ہے کہ اپنے وجود کی ذاتی کائنات میں وہ کبھی غوطہ زن نہیں ہوتا کہ رازِ ہستی کی حقیقت کو پالے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
سر آدم ہے، ضمیر کن فکاں ہے زندگی

(اقبالؒ)

کاش انسان آج بھی اس نکتے پر غور کرلے کہ حیاتِ ارضی میں ہر فتنے یعنی شرک، کفر نفاق، جھوٹ، بد دیانتی، رسوائی، ذلت، گناہ، جرم، ناشکری، بے صبری، ہلاکت، آفت، بے حیائی، عداوت، قطع رحمی، خونریزی، سفّاکی وغیرہ جو خلقِ خُدا میں وقوع پذیر اور ظہور پذیر ہوتی ہے اس کے پیچھے تنہا نفس اور اس کا معاون ابلیس مردود و لعین کارفرما ہیں۔ ان تمام قبیح اعمال کی نفس خواہش کرتا ہے اور تکمیلِ ارادت کے لیے شیطانِ لعین اپنی مہم جوئی بروئے کار لاتا ہے اور یوں معاشروں میں ہلاکتِ انسانی کا سامان پیدا ہو کر منظم طور پر فروغ پانے لگتا ہے۔

زمین کی کشش ثقل (Gravity) دِلوں میں پلنے والے محبت و نفرت کے جذبات، فضاؤں اور خلاؤں میں صوتی لہروں (Sound Waves) کا پیغام رسانی پر مامور ہونا اور اس کے علاوہ بے شمار مابعد الطبیعات (Meta Physical) چیزوں کو نہ صرف علم الیقین کی حد تک جاننا بلکہ اپنی سائنسی تخلیقات میں بروئے کار لا کر اپنے شرف کا اظہار کرنے والے انسان کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ حق سے متصادم ان شیطانی قوتوں کا ادراک حاصل نہ کر سکے۔ اس حق شناسی سے گریز ہی درحقیقت انسان کا ظلوماً جھولاً ہونا ہے۔

خود شیطان کیونکر گمراہ ہوا؟

خود شیطان مردود کی گمراہی کے سبب کو جاننا بھی ہر پیکر بشری کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس لیے کہ جو شیطان پیدائش کی گھڑی سے بالذات وجود بشری میں براجمان ہو کر اس بندے کی موت تک اُس پر غلبہ پانے کے لیے کسی بھی حد تک گر سکتا ہے۔

Marfat.com

اب غور طلب بات یہ ہے کہ انسان کو تو ورغلایا جاتا ہے دنیاوی لذّات میں الجھا کر لیکن جب ابلیسِ ملعون بھٹکا تو اُس وقت نہ تو وہ دنیا میں تھا اور نہ دنیا اُس کا مطلوب اور مقصود تھی۔ اس ضمن میں حضرت امام غزالیؒ نے اپنی تصنیف ''منہاج العابدین'' میں اس کی بڑی جاندار اور حکیمانہ توجیہہ پیش فرمائی ہے جسے من وعن رقم کیا جارہا ہے۔

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ذلت ابلیس لعین نے اُٹھائی اور اس کا سبب بھی نفس کے تکبر وحسد کے ساتھ خواہش نفسانی تھی۔ اسی نفس کی خواہش نے اس کی ہزاروں سالوں کی عبادات کے باوجود شیطانِ مردود کو ہمیشہ کے لیے ذلّت و رسوائی کے تاریک سمندر میں غرق کر دیا۔ ملحوظ رہے اُس وقت نہ تو دنیا تھی اور نہ ہی اُسے ورغلانے والا کوئی شیطان۔ بلکہ یہ شیطان کا نفس ہی تھا جس نے تکبر اور حسد کی آگ میں اُسے جھونک دیا اور یوں وہ جہنمیوں کا پیشوا بنا۔''

پھر اس کے بعد حضرت آدمؑ اور حضرت حوا (سلام علیہا) کی لغزش ہے کہ نفس کی خواہش نے انہیں جنت سے نکال کر دنیا کی آزمائشوں میں ڈال دیا ہمیشہ کی زندگی اور بقا کی حرص میں دونوں کو شیطان لعین نے ورغلانے کی کوشش کی یہ بھی نفس کی معاونت اور اس کی شرکت سے ہوا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب اور جنت الفردوس کی سکونت سے نکل کر اس فانی، حقیر اور ہلاکت میں ڈالنے والی دنیا میں تشریف لے آئے اور پھر کتنی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن کی اولاد بھی اسی دِن سے لے کر قیامت تک انہی بکھیڑوں میں جکڑ دی گئی۔ پھر قابیل اور ہابیل کے معاملہ میں بھی قتل وغارت کا سبب حسد وحرص ہی تھا۔ ہاروت و ماروت بھی جن اذیتوں سے دوچار ہیں۔ ان کا سبب بھی شہواتِ نفس ہی تھا۔ پھر قیامت تک ہر شر انگیزی نفس کے سبب ہی رہے گی۔ جب دشمن اس حد تک نقصان دینے والا ہو تو عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ دفاع کے لیے مؤثر و منظم اقدامات کا اہتمام کرے اور یہ دفاع بندے ہی کی ذمہ داری ہے۔

Marfat.com

شیطان کے خلاف منظم و موثر دفاع:

جب یہ حجت قطعی قائم ہو گئی کہ حبِ دنیا اور شیطان سے بھی بڑھ کر انسان کا حقیقی دشمن خود اُس کا اپنا نفس ہے جو شیطان سے معاونت کا کردار ادا کرتا ہے۔ نفس کے اندر جو فجور ہیں مثلاً حسد و تکبر، تو وہ ان کی خواہش پیدا کرتا ہے لیکن محض خواہش کا بیدار ہونا کافی نہیں جب تک جسمِ انسانی اپنی صلاحیتوں کے ساتھ اس کے حصول کی جستجو نہ کرے۔ کسی بھی انسان کی اس سے بڑھ کر کوئی بدقسمتی نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی باطنی قوتوں سے اس حد تک بے بہرہ رہے کہ یہ قوتیں اسے خالق کائنات کا مقرب بنا سکتی ہیں یا اسے ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم میں جھونک سکتی ہیں۔ کسی بھی انسان کا خود اپنے نفسیاتی نظام سے آگاہ نہ ہونا یہ جہالت کی معراج ہے خواہ ایسا انسان سائنسی دنیا کا کتنا بڑا موجد ہی کیوں نہ ہو۔

اگرچہ نفس امارہ اور شیطانی گٹھ جوڑ کے حوالے سے پہلے بھی تفصیلی بحث ہو چکی اور اب واجباً تزکیہ نفس یعنی نفس کو ذمائم سے پاک کرنے کی بحث کا آغاز کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ پوری انسانیت کے لیے تزکیۂ نفس سے بڑا کوئی چیلنج نہیں۔ اس سے بڑا کوئی مجاہدہ نہیں۔ اس سے بڑی کوئی کامرانی نہیں اور اس سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔ لہٰذا یہاں کئی معارف کا اعادہ تدریسی اور تربیتی اعتبار سے نہایت ضروری ہے۔

آپکا ردِ عمل معرفتِ شیطانی کا ذریعہ:

چونکہ شیطانِ لعین ایک غیر مادی وجود اور محض ایک صوتی قوت کی صورت ہمارے باطن میں موجود ہے تو اس کے ادراک کے لیے ہمارے پاس کوئی تو پیمانہ ہونا چاہیے جس کے ذریعے ایسی قوتوں کی واضح پہچان نصیب ہو۔ قوت گویائی بھی اللہ احسن الخالقین کی ایک معجزاتی تخلیق ہے۔ اسی لیے اُس نے قرآن میں فرمایا: خلق الانسان و علّم البیان ۔ کہ میں نے انسان کو تخلیق کیا اور اُسے اظہار بیان بھی سکھایا۔ اس کے معجزاتی اثرات یہ ہیں کہ اسے منظم و مربوط بنا

Marfat.com

دیا گیا ہے متکلم و مخاطب کی گویائی اور اُس کے ردِعمل سے۔ یعنی جب ایک شخص بولتا ہے تو وہ دوسرے کے جذبات کو برانگیختہ کرتا ہے۔ یعنی جب گفتگو کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے تو ردِعمل کا اظہار بھی ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اسے سادہ الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ انسانی زبان سے ادا ہونے والا ہر جملہ یا تو محبت کے جذبات کو بیدار کرتا ہے یا نفرت جگا دیتا ہے۔ ہر بات یا پسند کی جاتی ہے یا ناپسند۔ ایک جملہ انسان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور حوصلہ شکنی بھی۔ ناگواری بھی پیدا کرتا ہے اور فرحت بھی۔ آمادہ بہ جنگ بھی کرتا ہے اور مودّت سے بغلگیر ہونے پر بھی اکساتا ہے۔ دلوں میں قطع رحمی کی کدورت بھی پیدا کرتا ہے اور صلہ رحمی کی اپنائیت بھی۔ ارتکاب گناہ و جرم کی ترغیب بھی فراہم کرتا ہے اور صالحانہ مجاہدات کی تحریک بھی۔

چونکہ یہ سب کچھ ایک باطنی قوت کے ادراک کی سعی کے طور پر کیا جارہا ہے لہٰذا ہر انسان کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے نفس میں اٹھنے والی آوازوں (وسوسوں) اور اُن کے نتیجے میں مرتب ہونے والے ردِعمل کا تحقیقی جائزہ لیں اور! یہ لینا پڑے گا اگر جنت کمانی ہے ورنہ جہنم کمانے پر تو انسان کی کمر بستگی ہر کوئی دیکھ رہا ہے۔

اس تصنیف کے آغاز میں اس امر کو نہایت صراحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ انسان کے لیے کسی بھی عملِ صالح کا صدور ممکن نہیں ہے جب تک وہ وسوسۂ شیطانی کو اپنے ذوقِ بندگی اور عزمِ مُقیم کی قوت سے مغلوب نہ کرلے۔ یعنی شرور کی نفی کے بعد ہی صالحیت کا اثبات ممکن ہوگا۔ یہ وضاحت بھی متکرر کی جاچکی ہے کہ یہ اتنا معمولی عمل نہیں کہ محض سوچ لینے سے ہی اس کے ثمرات نصیب ہو جائیں گے بلکہ اس کے لیے زندگی بھر کا مجاہدہ درکار ہے اور یہ منزل بہ منزل سفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں کوئی ماں ایسی نہ ہو، کوئی باپ ایسا نہ ہو، کوئی استاد ایسا نہ ہو جو اولاد اور طلباء کو اس کی تعلیم نہ دے اور کردار سازی کی تربیت میں اسے انسانی وقوف کا حصہ نہ بنادے۔ اس ضمن میں ریاضت و مجاہدات کی ایک طویل فہرست ہے جسے اپنائے بغیر جہنم سے

Marfat.com

نجات ممکن نہیں اور جنت کا حصول ممکن نہیں۔

تعوذ یا استعاذہ:

قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ؁" (میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطانِ مردود سے) تعوذ یا استعاذہ کہلاتی ہے۔ تعوذ یا استعاذہ کی حقیقی تعریف حافظ ابنِ کثیر نے تفسیر ابنِ کثیر میں اس طرح فرمائی ہے "استعاذہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرنے اور ہر صاحبِ شر کے شر سے پناہ حاصل کرنے کے لیے اس کی بارگاہ سے وابستہ و منسلک ہو جانے کو کہتے ہیں۔
(تفسیر ابن کثیر 1: 15)

یہ بات ملحوظ رہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ ہمہ وقت طلب کرتے رہنا دراصل حقیقی ایمان کی علامت ہے۔ خود خالقِ کائنات بڑی تکرار و تاکید سے قرآن میں تعلیم فرما رہا ہے کہ شیطان ایک بہت بڑی عقلی قوت ہے جسے انسانی عظمت اور کمزوریوں دونوں کا بھرپور ادراک ہے بلکہ اُسے بہکانے ورغلانے کا ایسا ملکہ حاصل ہے کہ بے شمار انسان محض اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت سے اُس کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔

اس کے برعکس پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی متقی، محسن، موقن، ابرار، نعیم اور اوّاب وغیرہ اعمال مذمومہ و رذیلہ کی نفی کیے بغیر تزکیۂ نفس کا اثبات حاصل نہیں کر سکا۔ یہاں پھر مجھے اعادہ کرنا پڑے گا کہ تعوذ کی اہمیت بھی تبھی اجاگر ہو سکے گی جب انسان یہ شعوری احساس پیدا کر لے کہ شیطانِ لعین انسانوں کی اکثریت کو بہکا کر جہنم واصل کر رہا ہے۔ اب ایسے دشمن سے دفاع کے لیے جو لائحہ عمل دین نے وضع فرمایا ہے وہ دو عوامل پر مشتمل ہے ایک تو ہر گھڑی اللہ السمیع العلیم کی پناہ کا خواستگار رہنا اور تزکیۂ نفس کے لیے نفس کی ہر شر انگیزی کو عبادت ریاضت اور مجاہدوں کی بھٹی میں پگھلا کر صالحیت کا کندن تیار کرنا ہے۔ چونکہ اس کا مقصود اپنے آپ کو "عباد اللہ" ثابت کرنا اور منوانا ہے اس لیے یہ سعی پیہم چند دنوں، مہینوں یا سالوں پر محیط نہیں ہے بلکہ یہ زندگی بھر کا معرکہ ہے جو ہر فرد کے لیے ناگزیر ہے۔

Marfat.com

اللہ کی پناہ:

اس عالمِ فتن ومصائب میں انسان ہمہ وقت خطرات ومصائب کی زد میں رہتا ہے۔ اس سے مبرّا کوئی نہیں۔ یہ خطرات ہر حال میں انسان کا پیچھا کرتے ہیں اور اس کے لیے رنجیدگی اورالم کا باعث بنتے ہیں۔لیکن! جب کردار سازی کی بات ہواور کردار کوحقیقی عقائد کا تابع کرنا ہو اور مطمع قلب ونظر فلاح اُخروی ہوتو پھر اللہ جل جلالہٗ کی پناہ کے بغیر نہ تو انسان ''**عبدالرحمٰن**'' بن سکتا ہے اور نہ ہی دین قائم رہتا ہے۔ کاش مسلمان والدین اسے ایک فرض عین سمجھ کر اپنی اولادوں کو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ کی ہمہ وقت پناہ کا طلبگار بنا دیتے تو آج ہماری نئی نسلیں مغربی اور مشرکانہ قلوب کے رجس میں زندگی کی خوشنمائی نہ دیکھتیں۔

حیاتِ ارضی کی اس رزمِ حق وباطل میں اگر کوئی اپنے بدترین دشمن سے اور اس کے خلاف دفاعی چارہ سازیوں سے یکسر غافل ہے اور پھر یہ بھی جانتا ہو کہ مجھے ایک ابدی زندگی کے ساتھ نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔تو یقیناً ایسا شخص خلیفۃ اللہ تو کیا انسان کہلانے کا بھی حق دار نہیں۔

.انسان اللہ ذی القوۃ المتین کی پناہ طلب کرے اور وہ ربِ ذوالجلال ولاکرام اسے اپنی پناہ میں لے کر اس کا دفاع کرے۔ کاش انسان اس امر میں اپنے شرف اور اعزاز کا ادراک کرسکے۔کاش انسان شعوری سطح پر اس امر کو جان لے اور مان لے کہ کائنات کا خالق ومالک رب انسان کی کس کس طرح سے تکریم فرماتا ہے۔کیا یہ تکریم وتعظیم کم ہے کہ پوری کی پوری کائنات انسان کی خدمت پر مامور ہے اور یہ خدمت محض سہولتکاری کی حد تک نہیں بلکہ اسی خدمت کی بدولت اُس کی زندگی برقرار ہے۔مثلاً سورج کی روشنی، آکسیجن، زمین کی کششِ ثقل، موسموں کا تغیر وتبدل اور غذائی اجناس وغیرہ۔ دِن رات کائنات کی نعمتوں سے مستفید ہونے والا یہ انسان جب اپنے پروردگار کی ناقدری کرتا ہے تو پھر رب العرش الکریم کو ایسے ناقدروں اور ناشکروں سے سوال کرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

قرآن: يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ

ترجمہ: اے انسان! کس بات نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔

(الانفطار 82: آیت نمبر 6)

اس مرحلۂ فکر پر یہ امر نہایت توجہ طلب ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کی تکریم و تعظیم کیا ہو سکتی ہے کہ انسان سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اللہ خیر الحافظین سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں کہ مولا کریم دوران سفر ہماری حفاظت فرمانا۔ دراصل اس دعا کے توسط سے ہم رب کریم کو ایک ذمہ داری سونپ رہے ہوتے ہیں اور وہ یہ ذمہ داری خوشی سے قبول فرمالیتا ہے اور پھر ذمہ داری کو نبھانے کا اہتمام بھی فرماتا ہے۔ یہی حقیقی ربوبیت ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رب ہونے کی تعریف اور محبت بھی یہی ہے کہ اس نے جمیع مخلوقات کی بے حد وحساب اور ان گنت ذمہ داریاں اپنے سر لے رکھی ہیں۔

شیطانِ لعین نے بارگاہِ خُداوندی میں دعویٰ کیا کہ انسانوں کی اکثریت کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ناشکری اور بے قدری پر لگا دے گا۔ چونکہ یہی مقدر بھی تھا لہٰذا یہی ہوتا آرہا ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ یہ بڑی غور طلب بات ہے کہ ہر وہ انسان جو شیطانی خطروں سے واقعی اپنا دفاع چاہتا ہو۔ راست بازی اور پرہیز گاری کو شعار بنا کر حقِ بندگی ادا کر کے فلاح آخرت ہی اُس کا مقصودِ حیات ہو تو ایسے شخص کو تقوے میں استقامت اور پناہِ خُداوندی کی جو حاجت ہے تو خود خالقِ کائنات نے شیطان کے شر سے حفاظت کا ذمہ اپنے سر لے لیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ واقعی شیطانی تسلط سے بچنے کا خواہاں ہو۔ اس حیاتِ ارضی میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی فرد صدق و خلوص سے شیطانی چنگل سے بچنا چاہتا ہو۔ اپنے ایمان کی محافظت کے لیے اپنی ذات پر تقوے کا پہرہ بٹھا رکھا ہو۔ شیطان پرستی سے اُسے نفرت ہو اور شیطانی لشکر کے خلاف وہ ہمہ وقت سینہ سپر ہو تو ناممکن ہے کہ رب اللعالمین ایسے شخص کو عدوٗ مبین کے خلاف دفاعی پناہ فراہم نہ فرمائے۔

Marfat.com

کاش اُن انسانوں کی بدبختی کا کوئی اندازہ لگا سکے کہ جنہوں نے قصداً شیطان پرستی اختیار کی۔ انہوں نے شیطانی ترغیب وتحریک کے نتیجے میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ دنیا اور آخرت میں انہوں نے شیطانی معیت ورفاقت کو پسند کیا۔ ایسے ہی لوگوں سے سوال کیا جارہا ہے کہ رب کریم کے بارے میں تم کیسے دھوکا کھا گئے؟

اس لیے اے انسان اپنی ذات سے جُہل اور غفلت کے پردے ہٹا اور جاننے کی کوشش کر کہ تیرا کریم رب تجھے متقی دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کو ھدی للمتقین بنا کر تیری چھاؤں میں آئے بغیر ہدایت سے مستفید نہیں ہوسکتا لہٰذا رب کریم نے اپنے حبیب معظم ﷺ کی کملی کو رحمت بنا کر سایہ فگن فرمادیا اور یہ واحد کرم خاص ہے جس کا اللہ نے باقاعدہ احسان بھی جتلا دیا:

قرآن: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

ترجمہ: بے شک اللہ نے بڑا احسان فرمایا مومنین پر جب اُس نے ان میں ایک رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا: (ال عمران 3: آیت نمبر 164)

پھر سب سے بڑھ کر کرم یہ ہے کہ دنیا جیسی کفر گاہ میں تحفظِ ایمان کے لیے، شیطانی سازش سے پناہ فراہم کرنے کی ذمہ داری بھی وہ قوی العزیز لے رہا ہے۔ میرے نزدیک اس کائنات کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خلیفہ کے کام یا معاملات اپنے ذمے لے لیتا ہے لیکن انسان اُس کی شکرگزاری کرنا تو دور کی بات ہے اسے یاد رکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اب ذرا مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں استعاذہ، یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ کا خواستگار ہونا، کی پیش کش کس کس انداز میں کی گئی ہے۔

قرآن: فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

ترجمہ: پس تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سب سے زیادہ سننے اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔
(حٰم السجدہ 41: آیت نمبر 36)

Marfat.com

قرآن: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝

ترجمہ: اور جب کبھی ورغلائے شیطان تجھے کسی وسوسے کے ذریعے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، بے شک وہ سب سے زیادہ سننے والا اور علم والا ہے۔

(الاعراف 7: آیت نمبر 200)

الاعراف کی یہ آیتِ کریمہ صریحاً سمجھا رہی ہے کہ جب انسان اپنے باطن میں محسوس کرے کہ کوئی منفی سوچ ابھری ہے اور اُس کے منفی اثرات کا ردِعمل کیفیت کی صورت میں جسم سے عیاں ہونا شروع ہو گیا ہے تو فوراً سمجھ جائے کہ یہ شیطان کا وار ہے۔ اب بجائے اُس سوچ کو اپنے اوپر طاری رکھنے کے فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں اور اُس لعین کو شکستِ فاش دیں۔

درحقیقت یہی وہ آیت کریمہ ہے جو ہر انسان کو باطن شناسی کی شاہراہ پر گامزن کرتی ہے۔ یعنی جب کبھی کوئی مفسدانہ سوچ، خیال، وسوسہ، خطرہ دِل میں پیدا ہو جسے یہاں "نَزْغٌ" کہا گیا ہے تو اپنے ردعمل اور کیفیات سے اسکا شعوری احساس پیدا ہو۔ یہاں انسانی قلب ایک دوراہے پر آکھڑا ہوا۔ اب یا تو انسان اس ورغلاہٹ کو اپنے اوپر طاری کرلے یعنی شیطانی آواز کے ساتھ مکالمے میں مشغول ہو جائے۔ تصورات گہرے ہوتے چلے جائیں۔ شھوانی سوچیں ہیں تو لذّت آمیزی میں گم ہو جائے گا اور اگر عداوتی وسوسہ ہے تو غصے سے طیش، طیش سے قہر اور قہر سے غضب میں ڈھلتا ہوا عداوت کی افزائش میں مددگار ہو جائے گا۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ ایمان اور اخلاص سے اس کے مفسدانہ نتائج اور اثرات کا احساس کرتے ہوئے اس شیطانی وار کی زد سے اپنے آپ کو بچالے۔ اس کے لیے فوراً اللّٰہ قوی و عزیز کی پناہ طلب کرے اور کسی صالح عمل میں مصروف ہو جائے کیونکہ اگر ذہن فارغ رہے گا تو پیہم شیطانی حملے ہوتے رہیں گے۔ جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کہ راہِ حق میں جوانمردی اور اعلیٰ مقامات انہیں کو نصیب ہوتے ہیں جو اپنے اس باطنی دشمن کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

پناہِ خُداوندی کی ڈھال سے دفاع کرتے ہیں اور تقوے کی شاہراہ پر فاتحانہ جوانمردی سے گامزن رہتے ہیں تو یہی اللہ والے ''مُحسنین'' میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل ایسے لوگوں کو اپنی جماعت کا رکن گردانتا ہے جسے قرآن حکیم میں ''حزب اللہ'' فرمایا گیا ہے۔

قرآن: وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ، اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا پس یہی اللہ کی جماعت اور وہی (اللہ، رسول ﷺ اور مومنین) غالب آنے والے ہیں۔

(المائدہ5: آیت نمبر56)

اس آیت کریمہ نے مومنین کی ولایت پر مہر حق ثبت کردی ہے اور اُن کے غالب رہنے کا دعویٰ اور ضمانت فراہم فرمادی ہے اور یہ اولیاء ہی کی تاویل ومحبت ہے کہ پہلے لا الٰہ کہہ کر تمام باطل اور شیطانی خُداؤں کی نفی کرو تب اللہ کی واحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت ونبوت کا اثبات قائم ہوگا اور اسی میں غلبے کی ضمانت ہے۔

شیطانِ لعین کی قرآن دشمنی:

کرۂ ارض پر جو شخص قرآن سے دور رہتا ہے اس کی شیطان پرستی میں ہر چند کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں نہ ہو قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی پہچان بھی کروادی ''هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' وہ گھاٹا کھانے والے ہیں۔ جس شخص کے پاس کسبِ دنیا، امیرانہ تعیش اور غریبانہ غفلت کے سبب قرآن فہمی کے لیے وقت بھی نہیں، ذوق بھی نہیں اور شوق بھی نہیں تو ایسا شخص بھلے اہرامِ مصر کا مالک بن جائے تو بلاشک وہ گھاٹے میں ہی ہے۔

؎ نگاہِ شوق میسّر نہیں اگر تجھ کو
تیرا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی
(اقبالؒ)

Marfat.com

تلاوت، فہم اور تدبّر قرآنی ایک انتہائی سنجیدہ عمل ہے اور عظیم عبادت ہے۔ اس میں ایک لمحے کا تدبر 60 سال کی عبادت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اور! تدبر سے عاری قلب کو قفل زدہ گردانہ گیا ہے۔

قرآن: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔

(محمد ﷺ 47: آیت نمبر 24)

صحابہ کرامؓ سے لے کر علامہ محمد اقبالؒ تک اور اس سے بھی ماورئ قرآنی تدبر نے حکمتِ خداوندی کا جو بحرِ بیکراں جاری و ساری فرما رکھا ہے۔ سائنسی دریافتوں اور صوفیاء کرام کے شرح صدر نے جس طرح حق کو عریاں فرمایا ہے اس سے یقیناً ملائکہ کو بھی اثباتِ حق نصیب ہو چکا ہو گا کہ یہ خونریز و مفسد کیونکر خلیفۃ اللہ قرار پایا۔

اہل تدبر کی عظمت جان لینے کے بعد اب انسانی اکثریت، جو اپنے کفر یا غفلت کے سبب قرآن حکیم سے بے بہرہ ہے، کا جائزہ لیں۔

قرآن: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ

ترجمہ: بلکہ یہ اس (قرآن) کو اس لیے جھٹلاتے ہیں کہ انہوں نے اس کا علمی سطح پر احاطہ نہیں کیا اور ابھی تک بھی حقیقت ان پر آشکار نہیں ہو سکی۔ (یونس 10: آیت نمبر 39)

اگر ہم اسلامی تاریخ پر مدبرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں ایک طویل عرصہ نظر آتا ہے جس میں ہدایتِ قرآنی کی حکمرانی ریاستوں پر بھی اور دلوں پر بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ لیکن پچھلی کئی صدیوں سے ایک بھیانک پسپائی کا رجحان دکھائی دے رہا ہے۔ اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیادؒ اور محمود غزنویؒ جیسے سلاطین، جن کی تلواروں میں قرآنی تجلّیات تھیں، رخصت ہو گئے۔ عالم اسلام شومئ قسمت سے پھر نمرودوں، فرعونوں، ابو جہلوں اور یزیدوں جیسے شیطان پرستوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ایسے محبان دنیا اور دشمنان خدا اور

Marfat.com

رسول ﷺ قصداً امت کو قرآنِ حکیم سے دور کر رہے ہیں۔ اس کا سبب سیّد کائنات ﷺ کا وہ قولِ حکیم ہے کہ اللہ عزّ وجل قرآن ہی کے ذریعے قوموں کو سر بلندی نصیب فرماتا ہے اور اسی کے ذریعے قومیں مائل بہ زوال ہوتی ہیں۔

جو نورانی ہدایت اس قدر کارگر ہو کہ قوموں کا عروج و زوال اس کا مرہون ہو تو کیسے ہوسکتا ہے کہ شیطان لعین اس کی نورانیت سے قلوب کا منور ہونا برداشت کر لے۔ اسی لیے تدبّر تو دور کی بات آج لوگ قرآنی تلاوت سے بھی دست کش ہونا شروع ہو گئے۔ پہلے کم از کم کسی کی فوتگی کی تقریبات میں قرآن خوانی کا اہتمام ہوتا تھا جو آج بھی ہو رہا ہے لیکن سوائے چند لوگوں کے باقی سب کو شیطانِ مردود نے گپ شپ میں مشغول کر رکھا ہوتا ہے۔ یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن نے گفتگو کی ہوس میں وہ چاشنی پیدا کر دی ہے کہ مسلمانوں میں یاوہ گوئی اور لغویات کا شغل زہر قاتل بن چکا ہے۔ جگہ جگہ آپ کو شیطان پرستوں کی بزم آرائیاں نظر آئیں گی جن کا موضوعِ سخن محض مبنی بر غیبت ہوگا۔ اس کا خمیازہ پورا عالمِ اسلام بھگت رہا ہے۔ اسی لیے ربِ کائنات نے قرآنی حلاوت وحکمت سے مستفید ہونے کے لیے مومنین کو پابند فرما دیا۔

قرآن: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

ترجمہ: پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کریں۔
(النحل 16: آیت نمبر 98)

فکرِ آخرت ایک مؤثر دفاعی حربہ:

؎ یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
(محمد علی جوہر)

ایک طرف پوری کائنات کو انسان کی خدمت پر مامور فرمایا۔ دوسری طرف ہر فرد کی ذات میں ایک قوی اور مکار شیطانِ مردود براجمان فرما کر انسان کو ایک پیہم معرکے کا پابند کر دیا۔

Marfat.com

اب جس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی کو مقصود بنالیا تو بندگی تقاضہ کرتی ہے کہ اگر ایک لمحہ بھی دشمن سے غفلت میں گزرا تو ممکن ہے دنیائے ہوس کی دلدل ہمیشہ کے لیے اپنے سفّا کانہ پنجوں میں جکڑ لے۔

موت ایک انجانہ لمحہ ہے نہ جانے کب جواب طلبی کے لیے بلالیا جائے۔ قرآن مجید کا ایک روح فرساء پیغام ہے جس سے مسلمانوں کی بیگانگی اُن کی دین فراموشی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قرآن: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝

ترجمہ: لوگوں کے لیے ان کے حساب کا وقت قریب آ پہنچا ہے مگر وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (الانبیاء 21: آیت نمبر 1)

حساب کی گھڑی ہر انسان کے سر پر کھڑی ہے۔ موت دراصل ذریعہ ہے اپنے خالق و وارث کے روبرو پیش ہونے کا۔

قرآن: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ

ترجمہ: اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس بات کو علمی تحقیق کے ذریعے جان لو کہ بے شک تم اس (رب) سے ملاقات کرنے والے ہو۔ (البقرہ 2: آیت نمبر 223)

یہ نصیحت متکرر بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اگر انسان اُخروی حساب سے بے خوف ہو جائے۔ بلکہ وہ اسے بطور عقیدہ راسخ کرلے تو ایسے شخص کے لیے اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کرنا ایک بے معنی شئے بن جاتا ہے۔ اسی بناء پر انسانی اکثریت دستورِ شیطانی پر بڑے شد و مد کے ساتھ عمل پیرا رہتی ہے۔ درحقیقت ابلیسی آئین ہی بے پناہ دنیا کمانے کا واحد ذریعہ ہے۔ قتل و غارت، غصب، استحصال، سود خوری، جُوا، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، بے حیائی، خیانت، حسد، لالچ، خودغرضی، تکبر، بے توکلی، بے صبری اور رب کریم کی ناقدری وغیرہ۔

Marfat.com

انسانی تاریخ کا ایک ایک دن گواہ ہے کہ جب جب اور جہاں جہاں یہ ابلیسی دستور نافذ ہوتا رہا وہاں وہاں فساد کا راج رہا اور قیامت تک رہے گا کیونکہ یہ خالق کائنات کا اٹل قانون ہے کہ خیر سے شر کی توقع نہیں کی جاسکتی اور شر سے خیر کا حصول ناممکن ہے۔ جس دنیا میں خُدائی قوتیں اپنی نتیجہ خیزی میں اس حد تک بیّن ہوں وہاں تجزیاتی ذہن رکھنے والا انسان اگر بھٹک جائے تو اس کے ظلوماً جھولاً ہونے میں کسے شک ہوسکتا ہے۔

لہٰذا کم از کم عالمِ اسلام میں فکرِ عاقبت ہر اہل ایمان کے قلب میں بچپن ہی سے راسخ ہونی چاہیے۔ جو بات بچپن میں چند اشاروں سے سمجھائی جاسکتی ہے وہ پختہ عمری میں سالوں کے مجاہدات سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن! صد حیف! آج اسلامی معاشروں میں لوگ نارِ جہنم کمانے کے سرتوڑ مجاہدے کرتے نظر آرہے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو جو یہ حدیث کریمہ نہ جانتا ہو کہ ''رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں''۔ لیکن آج مسلمان باپ خود اپنے بچے کو اُس پیشے میں بھیجنا پسند کرتا ہے۔ جہاں اُس کا فرزند جہنم کی آگ فراوانی سے کما سکے۔

جوئے، شراب اور زنا وغیرہ کے احکامات اور اُن کے تباہ کن اثرات بین الاقوامی سطح پر آشکار ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ قرآن اور سیرت طیبہ سے دوری نے اللہ کا رنگ نہیں چڑھنے دیا۔ توحید و رسالت کی نورانیت سے محروم دِل فکرِ عاقبت سے بے فکر ہوکر فانی دنیا کی لذتوں کے دھارے میں بہہ گئے۔ قرآنِ حکیم نے ایسے غافلانِ مطلق کی یوں نشاندہی فرمائی۔

قرآن: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝

ترجمہ: بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی سے راضی ہیں اور اسی کی بدولت مطمئن ہیں اور جو ہمارے مظاہرِ قدرت سے غافل ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اُن اعمال کی بدولت جو وہ کماتے ہیں۔ (یونس 10: آیت نمبر 8,7)

انسان ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اُس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ میدانِ

Marfat.com

حشر میں ہوگا حالانکہ اللہ اسرع الحاسبین نے اپنے قرآنِ مقدس میں جنتیوں اور جہنمیوں کی شناخت اوران کی کارستانیوں کو روزِ روشن کی طرح عیاں فرمادیا ہے۔ میدان محشر میں تو صرف توثیق ہوگی۔ سو یہ حکمت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے آخرت کی فکر اور اپنے رب سے ملاقات کی خشیعت شیطان لعین ومردود کے خلاف ایک نہایت مؤثر دفاع ہے۔

شیطان پرستی، دُعائیں نامقبول:

دُعاوں کے ضمن میں ہر صاحبِ ایمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ سمیع الدعا سنتا سب کی ہے لیکن مانتا سب کی نہیں۔ اگر چہ آقائے دو جہاں ﷺ کے مطابق ہر دعا اپنا اجر پاتی ہے۔ کسی کو تو اپنی منہ مانگی مراد مل جاتی ہے۔ کسی کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ فرمادیا جاتا ہے اور کسی کے لیے وہ دُعا آخرت کے لیے محفوظ کردی جاتی ہے۔ لیکن! بدبختی ہے اُن ایمان والوں کی کہ جن کی دُعائیں اپنی مراد نہیں پاتیں۔ اس ضمن میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی جامع وضاحتیں نہایت ایمان افروز ہیں۔ اُن سے کسی نے سوال کیا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ میں دُعاوں کو قبول کرتا ہوں۔ اس کے باوجود ہم دُعائیں کرتے ہیں لیکن وہ قبول نہیں ہوتیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اس لیے کہ تمہارے قلوب مردہ ہیں۔ پوچھا گیا دل کس سبب سے مردہ ہوتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا: آٹھ چیزوں سے۔

1- تم اللہ کو پہچانو اور اُس کا حق ادا نہ کرو۔

2- قرآن پڑھو اور اُس کی حدود کو قائم نہ کرو۔

3- تم نبی ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرو لیکن آپ ﷺ کی سنت پر عمل نہ کرو۔

4- تم موت سے تو ڈرو لیکن اُس کے لیے تیاری نہ کرو۔

5- اللہ تعالیٰ نے شیطان کو تمہارا دشمن قرار دیا لیکن تم نے اپنے مالک کی معصیت میں شیطان کی مدد کی۔

6- تم کہتے ہو کہ ہم جہنم سے ڈرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو اس کا ایندھن بنارہے ہو۔

Marfat.com

7- تم جنت کو پسند کرتے ہو لیکن اس کے لیے عمل نہیں کرتے۔

8- تم اپنے عیوب کو پس پشت ڈالتے ہو لیکن لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔

آخر میں انہوں نے مزید وضاحت فرمائی کہ ان اعمال سے اپنے رب کو ناراض کرتے ہو تو وہ تمہاری دعائیں کیسے قبول کرے؟

اے مسلمانو! اللہ رب کریم نے سورۃ الفاتحہ میں انعام یافتگان کے نقوشِ قدم پر گامزن ہونے کو ہی صراطِ مستقیم کیوں قرار دیا؟ اس لیے کہ انہوں نے اپنے تدبر قدسی سے ہمارے لیے اسلامی اقدار و ہدایت کے وہ قاعدے، ضابطے اور رہنما اصول وضع فرما دیے جو اسلامی سیرت و کردار، تشخص اور جانچ پرکھ کی مستقل کسوٹیاں بن چکی ہیں۔ دُعائیں کیوں مقبول نہیں ہوتیں یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہیں بتا رہا بلکہ اللہ والا بتا رہا ہے۔

ربِ ذوالجلال کے مقرب نے یہاں جہالت کا حقیقی معیار مقرر فرما دیا کہ حق آگاہی کے باوجود اُسے عملاً اپنی ذات پر لاگو نہ کرنا ہی جُہلِ مطلق ہے۔ مقربین انعام یافتگان کی دعائیں اسی لیے رد نہیں ہوتیں کہ وہ ہمیشہ ''معلوم کو معمول'' بنانے کی جستجو میں استقامت اختیار کرتے ہیں۔ جس نے ان پر زبانی ایمان تو رکھا لیکن اس ہدایت سے عملاً مستفید ہو کر خود انعام یافتہ نہ بنا۔ بلکہ عمل اس کے برعکس کرتا رہا تو بلاشک یہ فاسقانہ روّیہ شیطان پرستی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا صریحاً مطلب یہی ہے کہ جب ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی اجتماعی دعائیں رد ہونا شروع ہو جائیں تو سمجھ لو کہ ہماری عبادات میں فرقہ واریت کی ملاوٹ اور معاشرت میں یہود، ہنود اور نصاریٰ کی تقلید جڑ پکڑ گئی ہے اور ہماری سیاست میں فرعونیت، چنگیزیت، ابوجہلیت اور یزیدیت کا راج ہے اور ہمارا ولی شیطان ہے جس کی عکاسی تمہاری معاشرت، سماج، اقتصاد (مبنی بر سود و حرام) اور تمہاری ثقافت سے بھرپور ہو رہی ہے۔

Marfat.com

موت کو کثرت سے یاد کرنا:

؎ تخیلات کی دنیا غریب ہے لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
(اقبالؒ)

یقیناً اس دنیا سے زیادہ غریب تر مقام اور کونسا ہوسکتا ہے جہاں ہر زندہ انسان روزانہ سینکڑوں انسانوں کی موت کی خبریں سنتا ہے۔ اپنوں اور غیروں کی میتوں کے غسل و تکفین میں ملوث ہوتا ہے۔ سفرِ آخرت میں شہادت طیبہ کے نعرے بلند کرتا ہے۔ روح کی مفارقت میں ساکت و جامد پیکر بشری کو لحد میں اتارتا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس کی مغفرت اور فوزِ عظیم کی دعائیں مانگتا یہ انسان قبرستان کی چاردیواری پھلانگتے ہی تقلید مغضوب وضالیں پر کمربستہ ہوجاتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ

؎ تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی
(اقبالؒ)

اور یہ سب کچھ جو عملی صورت میں ہمیشہ انسان کے پیشِ نظر رہا ہے اور رہے گا کسی طور بھی فراموش نہیں کیا جانا چاہیے۔ جو جرم و جفاء کی بدولت دنیا میں کامیاب ہے وہ خود کو عقل مند گردانتا ہے لیکن عقلمندی کا حقیقی معیار قائم کرنا صرف احکم الحاکمین یا اس کے نائب حقیقی جناب مصطفیٰ ﷺ کا حق ہے۔ سیّد کائنات، امین الحسنات ﷺ کا فرمانِ عبرت نشان ہے۔

حدیث مقدسہ:

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ۔

ترجمہ: عقل مند و دانا آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچان لے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے تیاری کرلے۔ (ترمذی)

Marfat.com

ہماری یہ دنیا فقر اور فرعونیت کے تصادم کا مقام ہے۔ اہل فقر اُس نفس کی فنائیت کے لیے برسرِ پیکار رہتے ہیں جو انہیں فرعون بنانے کے درپے رہتا ہے۔ جو نفس پر غلبہ پا کر متاعِ غرور سے بے نیاز ہوا اُسے دوعالم کی سلطانی نصیب ہوئی۔ اس کے برعکس جو نفس پروری میں لگ گیا وہ کائنات کے سب سے بڑے دھوکے باز کے چنگل میں پھنس گیا۔ المیہ یہ ہے کہ یہ دھوکا اُس نے جانتے بوجھتے کھایا۔

اس دھوکے باز سے بچنے کے لیے اہم ترین دفاعی حربوں میں سے ایک مؤثر ترین حربہ ایسا ہے جس کی نشاندہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اُس کے رسولِ رحمت ﷺ نے فرمائی۔ یہ موت کو کثرت سے یاد کرنا ہے جو ممکن ہے ہم سے محض ایک لمحے کی دوری پر ہو۔

نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے توسل سے امت کو جس شئے کی سب سے زیادہ تاکید فرمائی وہ موت اور قبر کو کثرت سے یاد کرنا ہے۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے کہ موت کو دن میں کم از کم بیس مرتبہ یاد کیا کرو۔ اس تاکید کے بعد موت سے غفلت ایک عجیب ترین مظہرِ قدرت ہے۔ یہی مظاہر قرآنی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اللّٰہ عالم الغیب و الشھادۃ نے خُدائی قانون آشکار فرما دیا کہ کرۂ ارض پر ایک تازہ جہاں آباد کرنے والا انسان اپنے بُرے بھلے کی تمیز کا شعور ہی نہیں رکھتا۔ یہ آیتِ کریمہ گزشتہ صفحات میں مذکور ہے اس کے ترجمے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ تم کسی شئے کو ناپسند کرو اور وہی تمہارے لیے خیر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی شئے کو محبوب جانو اور وہ تمہارے لیے باعثِ شر ہو۔ اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

(البقرہ2: آیت نمبر216)

اس آیت مبارکہ کو مفصل بیان کیا جا چکا ہے اور یہاں اس کی یاددہانی مقصود ہے۔ اس عارضی زندگی میں عارضی لذتوں کا اسیر بن کر موت سے بھاگتے پھرنا ایک عظیم ترین جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ قرآنِ حکیم قدم قدم پر ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یاددہانی فرماتا ہے کہ شاید کسی طرح موت کے خوف اور اپنے خالق سے یقینی ملاقات کا عقیدہ قائم کریں اور یہی عقیدہ ہمارے اعمال کی حقیقی

Marfat.com

تحریک بنے۔ درج ذیل آیت مبارکہ بھی یہی تاکید کرتی ہے۔

قرآن:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠

ترجمہ: آپ ﷺ فرما دیجیے! کہ بے شک جس موت سے تم فرار چاہتے ہو وہ تمہیں مل کر رہے گی پھر تم لوٹائے جاؤ گے غیب اور موجود جاننے والے کی طرف۔ پس وہ یہ بھید تم پر کھول دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ (الجمعہ: آیت نمبر 8)

ہمارا المیہ اور بدنصیبی یہ ہے کہ ہم قرآنی آیات کو محض خوبصورت جملے یعنی اقوالِ زریں سمجھنے لگ گئے ہیں جبکہ ہر آیتِ کریمہ اور حدیث مقدسہ تربیتی جامعات ہیں۔ جب تک ہم یہ ادراک واحساس پیدا نہیں کریں گے ہماری دنیا نہیں بدلے گی۔

افضل الانبیاء، محبوب اصفیاء ﷺ نے فرمایا ”لذتوں کو ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو“ (ترمذی) غور فرمائیں یہ محض چند الفاظ نہیں ہیں جنہیں صرف ونحو کے قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے بلکہ ضبطِ نفس کا ایک اکمل واحسن تربیتی پروگرام ہے جس کی تکمیل پر آقاء دوجہاں ﷺ سے یہ سرٹیفکیٹ نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا "تحفة المومن الموت" یعنی موت مومن کا تحفہ ہے۔

حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سب سے زیادہ دانا آدمی کون ہے؟ فرمایا: ”جو لوگوں میں سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہے۔ ایسے ہی لوگ دانا ہیں جنہوں نے دنیا اور آخرت دونوں کی عزت کو سمیٹ لیا۔“ (ابن ماجہ)

Marfat.com

موت کو کیسے یاد کیا جائے؟

انسانیت کسی طور بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ یہاں بھی سرورِ کون ومکاں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے رہنمائی فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا: اگر تم صبح کرو تو شام کا خیال بھی دل میں مت لاؤ اور اگر شام کرو تو صبح ہو جانے کا خیال دل میں مت لاؤ، اپنی زندگی کو موت آنے سے پہلے غنیمت سمجھو اور صحت کو بیماری آنے سے پہلے غنیمت سمجھو۔

(''اے عبداللہؓ! بلاشبہ تمہیں نہیں معلوم کہ کل کو تمہارا نام کیا ہوگا؟ زندہ یا مردہ'' (ابن حبان)

بے شک موت کو یاد کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن کی ہدایت ہمیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے انعام یافتگان کی سیرت سے میسر آتی ہے اور ہمارے لیے اتباع کی راہیں ہموار کرتی ہے۔

قبور کی زیارت میں عبرت:

موت کو یاد رکھنے کا ایک بہت ہی مؤثر ذریعہ قبرستانوں کی زیارت ہے۔ جب بھی کسی مسلمان کو قبرستان جانے یا اس کے قریب سے گزرنے کا موقع ملے تو وہ ضرور وہاں رُکے اور پورے شعوری احساس سے اپنے آپ کو باور کروائے کہ اس شہر خاموشاں کے یہ سارے باسی کبھی اس دنیا کی رونقوں کا حصہ ہوا کرتے تھے مگر آج کس طرح یہ بھلا دیئے گئے ہیں۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہمارے قبرستانوں میں اپنے اقرباء کی قبور پر ضرب ایک ہی نسل جاتی ہے۔ یہ بھی اس مردہ امت کا المیہ ہے کہ قبور کی زیارت سے موت کی یاد دہانی کو ہم نے اپنے بچوں کی تربیت کا حصہ ہی نہیں بنایا۔ اولاد جب ماں باپ کو موت سے اس قدر بے خوف پاتی ہے تو وہ اُن سے زیادہ دلیر دکھائی دیتی ہیں اور موت اب تو اسلامی معاشروں میں بھی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔

Marfat.com

یہ نظارہ اب قبرستانوں میں اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ تدفین کے آخری مراحل طے پا رہے ہوتے ہیں لیکن حاضرین اردگرد اپنی ٹولیاں بنا کر روزگارِ زمانہ کے ہر موضوع پر تبصروں میں مصروف ہوتے ہیں۔ آخر میں نہایت بے دلی اور بے توجہی سے دعائے مغفرت بھگتا کر، ادائیگی رسم کی تکمیل پر شاداں وفرحاں گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ بہرحال یہ یاد رکھیں کہ جو بھولا رہا وہ شیطان کے ہتھے چڑھ گیا اور شیطان لعین کے پاس بہت سی دلیلیں ہیں موت کے خوف کو غیر موثر بنانے کے لیے۔

صحبت صالحین سے روگردانی:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انعام یافتگان کے صالحانہ طرز کے اتباع کی بھرپور تاکید فرمائی ہے۔ شیطانِ لعین نے اس عظیم ادارے کو بھی غیر مؤثر بنانے میں پوری تندہی سے محنت کی ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں اسلاف صالحین کی خُدا خوفی اور خشیتِ مرگ یقیناً ہمارے لیے مشعل راہ اور قابلِ اتباع ہیں۔ چند کے اقوال وحالات کا تذکرہ یقیناً عبرت کا باعث ہوگا۔

ایک خاتون نے حضرتِ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے اپنے دِل کی سختی کی شکایت کی تو فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کیا کر تیرا دِل نرم ہو جائے گا۔ جب اُس خاتون نے نصیحت پر عمل کیا تو اس کے دل میں رقت پیدا ہونا شروع ہوگئی اور وہ ام المومنینؓ کی شکرگزار ہوئیں۔

حضرت ابو داؤد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا جب تم مردوں کو یاد کرو تو خود کو ان میں شمار کرو۔

حضرت ابنِ مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: نیک بخت انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کر لے۔

حضرت ربیع بن خثیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی اور دِن میں

Marfat.com

کئی بار اس میں سویا کرتے اور فرماتے: اگر ایک لمحے کے لیے میرا دل موت کی یاد سے غافل ہو گیا تو تباہ ہو جاؤں گا۔

8 جولائی، 2016 کو پاکستانیوں کے علاوہ دنیا بھر میں کروڑوں ناظرین نے دیکھا کہ فقر کے سلطان عبدالستار ایدھی (رحمۃ اللہ علیہ) کو کس طرح تعظیم و تکریم اور وقار کے ساتھ اس قبر میں دفنایا گیا جسے انہوں نے پچیس سال پہلے خود اپنے ہاتھوں سے تیار فرمایا اور ہر روز اس پر نگاہِ عبرت ڈالی جس نے اُن کے نفس کو فنا کر دیا اور ان کی نظر میں بھی دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پر سے زیادہ نہ رہی۔ یہی اللہ کے فقیروں درویشوں کی شناخت ہے۔ جس نے اللہ کی راہ میں فقر اختیار کیا تو اللہ غنی مُغنی اسے دینے والا ہاتھ عطا فرماتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ربِ کریم کا اُن کے لیے کرم بے پایاں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن: فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

ترجمہ: پس اُن کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا/ دائمی اجر ہے۔ (التِّينِ 95: آیت نمبر 6)

فقراءِ حق کے فیض کو جاری و ساری رہنے کی قطعی نصِ قرآنی ہے کہ جس کا اجر ختم نہیں ہوتا وہ خود کیسے ختم ہو گیا؟

الغرض میرے موضوع کے تناظر میں دیکھیں تو یہ ایک زندہ کرامت ہے کہ اللہ والوں پہ شیطانِ لعین و مردود کا ذرّا برابر بس نہیں چلتا۔

خلوات الصالحین:

انعام یافتہ صالحین کے نقشِ قدم پر چلنا ہی صراطِ مستقیم اور راہِ نجات و فوز ہے حضرت حاتم اصمؒ بڑے عالی مرتبت صوفی تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علوم اختیار کر لیے اور دنیا کے تمام باقی علوم سے نجات پائی۔ پوچھا گیا وہ چار علوم کونسے ہیں؟ فرمایا پہلا یہ کہ میں نے جان لیا، میرا رزق میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ جو زیادہ یا کم نہیں ہوسکتا، اس لیے میں زیادہ کی طلب

Marfat.com

سے بےفکر ہو گیا ہوں۔ دوسرا میں نے یہ جان لیا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا حق ہے جو میرے سوا کوئی ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا میں اُس کے ادا کرنے میں مصروف ہو گیا ہوں۔ تیسرا یہ کہ میں نے جان لیا کہ کوئی میری تلاش میں ہے یعنی موت میرا پیچھا کر رہی ہے لہٰذا میں اُس کی تیاری میں لگ گیا۔ چوتھا یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا ایک آقا ہے جو لمحہ بہ لمحہ میرے حالات سے آگاہ ہے لہٰذا اُس کی نگاہوں کے سامنے میں نے ناروا اعمال سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے ہاتھ اُٹھا لیا تاکہ روزِ محشر اُس کی ناراضگی کا صدمہ نہ اُٹھانا پڑے۔

یہ تمام عوامل جن کا ہم مطالعہ کرتے آرہے ہیں یہ سب کے سب دلائل قطعی کی صورت اتمامِ حجت کا اہتمام کر رہے ہیں کہ اسلام میں نفس کشی ہی جہادِ اکبر ہے اور شیطان کے خلاف دفاع کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

اعمالِ صالحہ کا جنون:

چونکہ اسلام ایک بھرپور مجاہدانہ زندگی کا تقاضہ کرتا ہے اور ترغیب و تحریک کے لیے ناقابلِ تصور اُجورِ اُخروی کا وعدہ کرتا ہے۔ بلکہ اسلام معاشرتی اور سماجی سطح پر اعمالِ صالحہ کے لیے ایک مسابقت کی فضا پیدا کرنے کی ترغیب فرماتا ہے۔ قرآن میں ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۔ یعنی انسانی فلاح و بہبود کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہو۔ یعنی اسلام نے اس رویّے کی حمایت کی ہے۔

اس میں ہر چند کوئی شک نہیں کہ عظیم مراتب خواہ وہ مجازی ہوں یا حقیقی وہ جنوں یعنی عشق سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اگر ہم تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر شرحِ صدر کا فرقان لے کر قرآنِ حکیم کے استدلال کی وسعتوں میں جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ نور الھدیٰ در حقیقت اللہ جل شانہٗ کے عاشقوں کی کتاب ہے جو بھرپور منظر کشی کرتی ہے ان مصائب و بلا کی جن میں انہیں مبتلا کیا گیا۔

Marfat.com

کوئی سالہ سال آتشِ فراق میں تڑپتا اپنی خطاء پر نادم، گریہ وفریاد کرتا، بیت اللہ کے طواف میں مگن اپنے رب کو راضی کر رہا ہے۔کوئی بے خطر آتشِ نمرود میں کود کر اپنے رب کو وفاداری کا یقین دلا رہا ہے۔کوئی اپنے جگر گوشے کی گردن پر چھری چلا کر حق بندگی ادا کر رہا ہے تو کوئی گردن پر چھری چلوا کر آداب فرزندی کی عدیم المثال روایت قائم کر رہا ہے۔کوئی ماں اپنے ننھے سے نونہال کو لیے لق ودق وادی میں گونجتی پھنکارتی خاموشیوں سے بے نیاز، اپنے سرتاج کے آنگن کو بھلائے اپنے مالک کی رضا میں سرشار عشقِ حقیقی کی تاریخ رقم فرما رہی ہے۔ جب وہ اپنے نونہال کی پیاس پر تڑپتی ہے تو ربِ کریم کی رحمت بے پایاں نے اُن کے صدقے میں ممتا کے اُس عشق کی لاج رکھتے ہوئے جس کا مظاہرہ وہاں ہوا، قیامت تک آنے والوں کی سیرابی کا اہتمام فرما دیا۔

پھر کون نہیں جانتا کہ رب ذوالجلال کے حبیب ﷺ نے رحمت للعالمینی حثیت میں نا ہنجار مشرکوں کے ہاتھوں طائف میں پتھر کھائے تاکہ ان کے رب کا دین تمام ادیان پر غلبہ پالے۔

درحقیقت اس کائنات میں انسانی اعمال ارتقاءِ حیات کی روح ہیں۔انسانی معاشروں کا حُسن وقبح ہمارے اعمال ہی کا مرہون ہے۔اسی لیے مومنِ حقیقی کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ اعمالِ صالحہ کے فروغ اور مذموم ورذیل اعمال کی روک تھام کے لیے اپنی بھرپور قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔اگر وہ مجاہدانہ کردار کا مظاہرہ نہیں کرتا، اگر وہ محض چند عبادات کے ذریعے صرف اپنی جنت کمانے میں مگن ہیں یا وہ حجاباتِ حبِ دنیا کے سبب اندھے، گونگے اور بہرے ہو چکے ہیں۔

ملحوظ رہے! کہ زندگی میں باطل رجحانات کی بیخ کنی یا نفی کے بغیر عدل وامن برقرار نہیں رکھا جا سکتا لیکن یہ نفی ایک ایسے مجاہدانہ کردار کا تقاضہ کرتی ہے جس میں ترجیحاً نفی خوفِ خلق اور مذمتِ خوفِ مرگ ہو۔یہی جہاد فی سبیل اللہ کا دستور ہے۔ بلاشبہ قرآن کا ہیرو وہی ہے جو

Marfat.com

میدان کارزار کی وحشتوں میں بھی اپنی قوت ایمانی کی طمانیت اور جلالت قائم رکھتا ہے۔ وہ اس یقینِ محکم سے آگے بڑھتا رہتا ہے کہ "باطل تو ہے ہی مٹنے کے لیے"۔ دراصل رب ذوالجلال کو غلبۂ حق کیلئے معرکہ آرائی اس قدر پسند ہے کہ اس نے قرآن حکیم جیسی عظیم مقدس کتاب میں اُن مجاہدین کے دوڑتے، ہانپتے اور سموں کی قاہرانہ ضرب سے چنگاریاں اُڑاتے ہوئے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے (سورۃ العٰدیٰت، پارہ 30)۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے تو اسی فلسفۂ خطر کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی حکیمانہ افکار کا دھارا اسی رخ موڑے رکھا۔ فرمایا:

؎ اگر خواہی حیات اندر خطرزی

یعنی اگر تو حقیقی زندگی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتا ہے تو پُرخطر ماحول میں جینا سیکھ۔

؎ شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُردم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ افتاد

(اقبالؒ)

بہر حال اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ صالحیت، جو انسانی امن کے لیے ناگزیر ہے، کا فروغ باطلانہ خطرات کا قلع قمع کیے بغیر ممکن نہیں۔ اس ضمن میں شیطان اپنا بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔ وہ اپنی مکارانہ ورغلاہٹوں سے مومنین کو بہکا کر ان کا ایمان کمزور کرتا ہے۔ اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ مومن جب معاشرے میں کسی کو بُرائی کا ارتکاب کرتے دیکھتا ہے تو اس کی غیرت ایمانی اُسے برداشت نہیں کرتی۔ وہ اصلاح کے لیے سرگرم عمل ہونا چاہتا ہے لیکن انسان کی دنیا اور آخرت برباد کرنے کا خواہش مند حقیقی دشمن ابلیس مردود اُسے اپنے وسوسوں کے ذریعے نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو تمہاری گھریلو اور پیشہ ورانہ زندگی کتنی ہموار جا رہی ہے۔ اپنی زندگی کو بہتر بنانے پر توجہ دو اپنے اہل خانہ کو زندگی کی بہترین سہولتیں بہم پہنچاؤ بچوں کو ایسی اعلیٰ تعلیم دلواؤ کہ وہ نہ صرف اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں بلکہ پُرتعیش زندگی کے اسباب جائز و ناجائز ذرائع

Marfat.com

سے میسّر ہوں۔ دولت کی ریل پیل ہوگی تو سماج بھی عزت کرے گا۔ اشرافیہ سے تعلقات ہونگے تو قانون سے بھی بالاتر ہو جاؤ گے۔ اب برائی کرنے والوں کی اصلاح کر کے کیا ملے گا؟ کیوں دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑاتے ہو۔ ممکن ہے کہ لوگ تمہارے ساتھ بھی الجھ پڑیں۔ معاملہ پولیس تک پہنچ جائے گا۔ لوگ انگلیاں اُٹھائیں گے۔ اہلِ خانہ واقارب پریشان ہونگے۔

یقین مانیں اس لعین مردود کا یہ ہتھیار اتنا موثر ہے کہ آج عالمِ اسلام میں کثیر تعداد غیرتِ دینی اور حیاء کھو چکی ہے۔

؎ غیرت ہے بڑی چیز جہاں تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا

(اقبالؒ)

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ غیرت گنوا دینے پر بھی حقیقی راحت ہرچند نصیب نہیں ہوتی بلکہ معاشرتی بگاڑ کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ظلم و جبر ہر کسی کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔ مثلاً پاکستان جہاں مکمل شیطان راج ہے۔ سکھ نام کی شئے کسی کو میسّر نہیں۔ یہ ہے اُس شیطان کی کارستانی جسے آپ جاننے، ماننے کے لیے بالکل تیار نہیں۔

تقلید۔ صراطِ جحیم:

تقلید دراصل کسی غیر کے طرزِ عمل کا اتباع یا نقل کرنے کو کہیں گے۔ حیاتِ ارضی کے آغاز سے یہ ایک سنگین مظہرِ قدرت بلکہ شیطانی مذہب کے طور پر ابھرا۔ شیطانی مظہر و مذہب اسے اس لیے قرار دیا جا رہا ہے کہ یہ ہر ہر زاویۂ نظر سے "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولو الامر" کی مکمل نفی ہے، ضد ہے۔ تقلید کی ہلاکت خیزیوں کو ہی ملحوظ رکھ کر حکیم الامتؒ نے فرمایا تھا۔

؎ تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خود کشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضرؑ کا سوداء بھی چھوڑ دے

(اقبالؒ)

Marfat.com

تقلید کا دروازہ تو رب کریم نے سورۃ الفاتحہ میں ہی بند فرما دیا جب حکم دیا کہ مغضوب و ضالین کی راہ پر نہ چلنے یعنی تقلید نہ کرنے کے لیے ہمیشہ اللہ جل شانہٗ کی استعانت کے طلبگار رہو!

اس کے علاوہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو بھی دوٹوک انداز میں فرمایا:

قرآن: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ

ترجمہ: یا نبی ﷺ! اللہ کا تقویٰ اختیار کیے رہو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرنا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

آپ ﷺ صرف اس کی پیروی کریں جو آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ آگاہ رہتا ہے اُن اعمال سے جو تم کرتے ہو۔

(الاحزاب 33: آیت نمبر 1-2)

مذکورہ بالا آیات سے بڑھ کر تقلید کے رَد کی اور کیا قاطع دلیل ہوسکتی ہے کہ ربِ قہار نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو دوٹوک انداز میں منع فرما دیا کہ اغیار کی تقلید اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں ہونی چاہیے، خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی۔ درحقیقت یہ خطاب رسولِ رحمت ﷺ سے ہے لیکن حکم کا اطلاق جمیع امتِ مسلمہ پر ہے۔ اس میں صراحتاً تقلیدِ کفار و منافقین کی نفی اور اتباعِ وحیِ حق کا اثبات ہے۔ یہی وہ خاص ترکیب ہے جس کی نشاندہی حضرت علامہ اقبالؒ نے یوں فرمائی۔

؎ اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ﷺ ہاشمی ﷺ
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

(اقبالؒ)

آج یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ پورے عالم اسلام میں دین کے دامن پر ہماری گرفت ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے اور جمعیت کے تو اب آثار بھی صرف تاریخ کی کتابوں میں رہ گئے ہیں۔

Marfat.com

سیدِ کائنات ﷺ کا فیضِ رحمت تو اس حد تک ہے کہ آپ ﷺ نے قیامت تک برپا ہونے والے فتنوں کی واضح نشاندہی فرما دی۔ فرمایا:

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

تم ضرور بر ضرور پہلی امتوں کے طرزِ حیات کی پیروی/تقلید کرو گے۔ مزید فرمایا کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم ضرور اُن کے پیچھے جاؤ گے۔

تقلید در حقیقت ایک نہایت گھمبیر و سنگین نظامتِ شیطانی ہے جو بڑے بڑے دینداروں کو بھی آسانی سے فرقہ واریت میں جھونک کر انہیں اعمال صالحہ پر قائم رکھتا ہے مگر قلب سے حقیقی عقائد کھرچ کر نکال دیتا ہے۔ ایسے لوگ مبینہ طور پر قرآن وسنت کے واضح احکامات کو بھی مسخ کر کے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ یہی وہ شعبہ ہے جہاں شیطانِ لعین متعصب فکر رکھنے والوں کو پٹڑی سے اتار دیتا ہے۔

اس نظامت کے تحت ابلیس مردود غیر مسلموں کو ورغلا بہکا کر فرعونیت و قارونیت ان کے دلوں میں راسخ کرتا ہے۔ کثرتِ مال وزر ہمیشہ جاہ وحشمت اور پر تعیش زندگی کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے شراب خانے، جوا خانے، قحبہ خانے بنائے جاتے ہیں۔ پھر شیطانی فضل و کرم ایسے لوگوں کو نمونۂ کردار (Role Models) بنا دیتا ہے۔ ابلیس مردود جانتا ہے کہ محروم طبقہ ہمیشہ امراء کے لچھنوں کی تقلید کرتا ہے کیونکہ ہر کوئی خواہاں ہوتا ہے کہ زندگی کا بھرپور مزہ لے۔

ربِ کعبہ کی قسم میں جب آقا و مولیٰ ﷺ کا یہ فرمان کہ ہم یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ پھر سوشل میڈیا پر ان کے شیطانی کرتوت دیکھتا ہوں اور پھر جب مسلمانوں کا جنونِ تقلید دیکھتا ہوں تو روح لرز جاتی ہے اور انتہائی حیرت طاری ہو جاتی ہے کہ کیا واقعی یہ لوگ انسان ہیں؟ دادی پوتے کے ساتھ بدکاری کر کے حاملہ ہو گئی۔ شیطان پرستوں کے معاشروں نے قبول کر لیا۔ نانیاں نواسوں کے ساتھ دادِ عیش دی رہی ہیں۔ مائیں بیٹوں کی رکھیل بنی ہوئی ہیں۔

Marfat.com

بیٹیاں اپنے ہی باپ کی اولاد جن رہی ہیں۔ بہنیں بھائیوں کی مردانگی سے شہوانی لطف انگیزی حاصل کر رہی ہیں۔ کنواری دوشیزائیں اپنی دوشیزگی (Virginity) کسی عیش پرست رئیس کے ہاتھوں فروخت کرنے کے لیے اشتہارات دے رہی ہیں۔ کچھ لوگ خاص مدت کے لیے اپنی بیویوں کا تبادلہ کرنے کے لیے معاہدات طے کر رہے ہیں۔ زانی مرد کی عدمِ دستیابی پر بحکمِ شیطانِ لعین مہذب قوموں کی یہ عورتیں کتوں، گھوڑوں اور گدھوں وغیرہ سے جنسی تسکین حاصل کر کے اپنے مغضوب وضالین ہونے کی سند فراہم کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم جنس پرستی، اجتماعی جنس پرستی جیسے قبیح، مذموم اور رذیل اعمال نے لادینیت میں شیطانی جوہر کو روزِ روشن کی طرح واضح و اجاگر کر دیا ہے۔

یہ تمام حقائق مسلمانوں بالخصوص عورتوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ درحقیقت ان کی اس بے راہ روی کے پیچھے ان کی سود اور جوئے کی حرام کمائی، سود خوری اور شراب نوشی جیسے خبائث کی آبیاری ہے۔ ان حقائق کا سب سے بھیانک پہلو یہ ہے کہ یہ سب سے پہلے عورت کو بے پردہ کرتے ہیں۔ بے پردگی برہنگی کے دروازے کھولتی ہے۔ برہنگی عصمت وعفت کے تمام رشتے توڑ دیتی ہے۔ پھر شہوانی جذبوں کی بیداری پر عورت کائنات کی سب سے پرکشش اور دلفریب شئے بن جاتی ہے اور شہوت رانی کے بعد وہ ایک ردّی مال کی طرح دور کر دی جاتی ہے۔

اس بات کا دہرایا جانا یقیناً سود مند ہے کہ ماں، بیٹی، بہن، بہو، دادی، نانی، بھابھی، چچی، خالہ اور ممانی وغیرہ کے رشتوں کا تقدس و وقار برقرار رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ مردوں کی جنسی وحشت کو لگام ڈالے رکھتے ہیں۔ ان عورتوں کا صالحانہ کردار انسانوں کو شرف سے گرنے نہیں دیتا اور فاحشہ عورتوں کا کردار شرف سے اتنا گرا دیتا ہے کہ وحشی جانور بھی ان کے مقابلے میں معزز ومحترم دکھائی دیتے ہیں۔ یہی انسان کا اسفلہ سافلین ہوتا ہے۔

آج مسلمانوں کی بیٹیوں کو رقص ونغمہ کی بھرپور تعلیم دی جارہی ہے۔ ماڈلنگ کی آرائش اور عریانی سے ہم آہنگ کیا جارہا ہے۔ فلموں اور ڈراموں کے ذریعے گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ

Marfat.com

جیسے مجرمانہ رشتے کے فروغ کی بھرپور تشہیر کی جا رہی ہے۔ بلکہ شادی شدہ مرد و زن کو آپس میں دوستیوں پر اُکسایا جا رہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں ہولی جیسا مکروہ تہوار منانے کی ریت پڑ چکی ہے۔ کسی کی وفات پر فاتحہ خوانی کی بجائے ایک منٹ کی خاموشی یعنی شیطانی گونگا پن اختیار کیا جاتا ہے۔ حادثے یا سانحے میں ہلاک ہونے والوں کی یادگار کے طور پر موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور پھول رکھے جاتے ہیں اُس کی مغفرت خواہی کا احساس بھی دِل میں پیدا نہیں ہوتا۔

اے مسلمانو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنا کہ تقلید درحقیقت شیطانی مذہب ہے۔ اس روش کو اختیار کرنے والا مبیّنہ طور پر مغضوب و ضالین نظر آئے گا اور اس لیے نظر آئے گا کیونکہ وہ اُس شیطانی دستور کا پروردہ ہے جس کے محرکات میں تکفیر و تذلیل، لاعلمی، کذب، نفاق، فساد، یزیدانہ قیادت، جاہلانہ تقریر و تحریر، نیم ملاؤں کے گمراہ کن خطبات، فرقہ وارانہ عقائد و تصورات کی کش مکش، بے سند رسم و رواج، لغو و تباہ کن عادات و اطوار کی بوبھی کارفرما ہے۔ اس ضمن میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے ایک شعر میں تقلید کی نفی اور اثباتِ ایمان کی روح اجاگر فرما دی۔

ہے فقط توحید و سنّت امن و راحت کا طریق
فتنہ و جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر
(اقبالؒ)

شکم سیری شہوات کا منبع:

کنز الایمان کی ایک حدیث مقدسہ میں سیّد کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر قیامت کے نزدیک ایسا وقت آئے گا جب پیٹ اور عورت اُن کا قبلہ ہونگے اور وہ بدترین لوگ ہونگے۔ یہاں میں پھر اپنے دعوے کو دہراؤں گا کہ اسلامی تعلیمات فارمولوں کی صورت کام کرتی ہیں۔ ایک معمولی کھانے والی ریڑھی سے لے کر اعلیٰ ترین ہوٹلوں میں چلے جائیں قبلہ شکم چسکوروں کا ایک ہجوم نظر آئے گا۔

Marfat.com

قرآنی ہدایت اور اسوہ محمد ﷺ کا اگر بغور اور بغرض عبرت مطالعہ کیا جائے تو ہم آسانی سے جان لیں گے کہ شکم سیری ہی دراصل تمام شہوات نفسانی کی آبیاری کرتی ہے۔ اس کے برعکس، نبی مکرم ﷺ کے مطابق، بھوک نور ہے اور یہ مسلمان کو مومن، مومن کو متقی اور متقی کو محسن بناتی ہے۔ مقرب الٰہی بناتی ہے، قلوب کو معرفت سے منور کرتی ہے۔

ہر سال رمضان میں ضبطِ نفس کا ایسا تربیتی مجاہدہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔ ایک تو اس کی فرضیت اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ دوسرا سات سو گنا سے لے کر بے شمار اجر کا وعدہ اس کی بجا آوری کے لیے بے پایاں جذبہ وولولہ فراہم کرتا ہے۔ اسے فرض قرار دینا در اصل اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم ترین احسان ہے جس کی شکر گزاری کسی طور بھی ممکن نہیں کیونکہ آج اسلامی معاشروں میں تقوے کی جو معمولی سی جھلک نصیب ہو جاتی ہے وہ اسی کی مرہون ہے۔

روزے سے تقویٰ اسی لیے حاصل ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے شریعت انسانی حواس پر بھی پہرے بٹھا دیتی ہے۔ اگر اس کو لگام ڈال دی جائے تو ہوس کے لیے توانائیاں حاصل کرنے کا ذریعہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس شکم سیری کی بدولت شہوانی توانائیاں حاصل کر کے نفسِ امارہ کو شیطان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اسی لیے تو رسولِ ہاشمی ﷺ نے فرمایا کہ شکم سیر ہو کر کھانے والے کو شیطان خوشی سے گلے لگاتا ہے۔ شیطان لعین کی اس والہانہ محبت کا مطلب اگر مسلمان نہ سمجھ سکیں تو اللہ کی پناہ ایسی مسلمانی سے۔

زمانہ گواہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے کھانے پینے میں زہد اختیار کیا تو صالحیت کو فروغ ملتا رہا۔ جب سے پیٹ قبلہ بنا تو نسوانیت میں بھی مردانگی آ گئی۔ صالح ماؤں کی قلت کے سبب بے راہ نسلیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ اُن ماؤں کی بیٹیاں بھلے سکولوں میں دین نہ سیکھیں لیکن ہندی فلموں کی ہیروئن جیسا رقص اُس کو ضرور آنا چاہیے۔ جب کسی تقریب یا انجمن میں حشر سامانیاں برپا کرنے کے لیے صرف چہرے کی تزئین وآرائش پر ایک خطیر رقم خرچ کی جانے لگے تو سمجھ لیں کہ کرداروں میں منافقت اور مصنوعی پن کا غلبہ قائم ہو گیا ہے۔

Marfat.com

پیٹ بھر کر کھانے کے نقصانات:

☆ انسان شیطانِ لعین کا آسان ہدف بن جاتا ہے۔ حواس بدحواس بن جاتے ہیں اور یہی حواس باختگی دنیا پرستی کی طرف مائل کر دیتی ہے۔

☆ دِل زنگ آلود ہوتا ہوا کسی پتھر میں ڈھل جاتا ہے۔ سفاکی، بددیانتی اور بے حیائی شعار کرنے پر ہمہ وقت آمادہ نظر آتا ہے۔

☆ کاہلی، سستی، غفلت، تن آسانی عبادات میں رخنہ پیدا کرتی ہیں لیکن شہوت رانی اور نفس پرستی کے لیے چوکس و چوبند رکھتی ہیں یہی بسیار خوری کا ثمر ہے۔

☆ شکم سیر انسان کا علم محض معلومات پر مبنی ہوتا ہے۔ حکمت شناسی کے لیے فکر و تدبر سے یہ لوگ ہمیشہ عاری نظر آتے ہیں۔

☆ بسیار خور شخص کے معدے کو ہمیشہ ضرورت سے زیادہ مشققت کرنا پڑتی ہے۔ یاد رہے کہ معدے کا بگاڑ زندگی کے لطف اور رعنائیوں سے محروم کر دیتا ہے۔

☆ بسیار خور انسان جذبۂ محبت کو فطرتاً نہیں بلکہ ضرورتاً استعمال کرتا ہے اس لیے شیطان پرستوں میں حقیقی محبت کا فقدان ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ محبت و مروّت کی تسکین کے لیے جانور پالنا شروع ہو گئے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! اللہ آپ کو سعادت عطا فرمائے۔ یقیناً آپ شعوری سطح پر جان چکے ہونگے کہ دنیا واقعی ایک لیبارٹری ہے جہاں ہر تجربہ جہاں بانوں پر حق آشکار کر دیتا ہے۔ لہٰذا اب شیطانِ لعین سے غفلت برتنے کی گنجائش نہیں۔

ملوکیت یعنی شیطانی حاکمیت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب مقرر فرمایا تا کہ رب العالمین کی حاکمیت قائم کرے ہدایتِ مبین کے مطابق دوسری طرف ابلیس اس کے خلاف چاہتا تھا لیکن وہ

Marfat.com

اپنی ظاہری حاکمیت قائم کرنے سے معذور تھا۔ ایک باطنی اوران دیکھی قوت ہونے کے سبب وہ خود کرسئ اقتدار پر براجمان ہوکر تو یہ اہداف حاصل نہ کرسکتا تھا لہٰذا اُس نے اپنی ابلیسی تدبیر سے ایک ایسا طرزِ حکومت وضع کرلیا جو پیغمبرانہ رہبری کی کامل ضد تھی۔ اگرچہ اس طرزِ حکومت کی اساس ہمیشہ سے ملوکیت ہی رہی ہے لیکن اس گرگٹی نظام میں تمدّنی تغیرات کے ساتھ ساتھ رنگ بدلنے کی بھرپور صلاحیت موجود تھی اور ہے، اور رہے گی۔ بتانِ تمدّن کے پجاری مصلحتاً اسکا نام اور منشور حسبِ حال بدلتے رہتے ہیں۔ چونکہ دستورِ ابلیسی میں فلاح وخیر سرے سے موجود ہی نہیں اسی لیے اس نظام نے کبھی بھی انسان کے جان، مال، آبرو کا تحفظ فراہم نہیں کیا۔ اس کے دامن میں سوائے ہلاکت، تباہی، بربادی اور کفر کے کچھ بھی نہیں ہے۔ عجب تماشہ ہے کہ اس ابلیسی نظام کی چکی میں پسنے والے محروم اور پسماندہ لوگ اسی کے ترانے الاپتے ہیں اور اسی کو گلے لگائے رکھتے ہیں۔ اس ابلیسی سحر کی جو تعریف (Definition) اور تاویل حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے پیش فرمائی ہے وہ نہ صرف حرفِ آخر ہے بلکہ انہوں نے قلم توڑ دیا ہے۔

؎ برونِ او ہمہ بزم و درونِ او ہمہ رزم
زبان اوز مسیح و دلش ز چنگیز است

(اقبالؒ)

ترجمہ: اس نظام کا ظاہر تو ایک صالحانہ بزم ہے لیکن اس کا باطن ایک میدانِ کارزار ہے۔ اس کی زبان تو حضرتِ مسیح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جیسی ہے مگر اس کا دل چنگیز جیسا ہے۔

علامہؒ کے اس شعر کے تناظر میں دیکھیں تو اس کی سب سے بڑی منافقت سامنے آجائے گی کہ اس کے حکمران ڈنکے کی چوٹ رہزنی کرتے ہیں لیکن ان کو رہبر کہا جاتا ہے۔ انہیں کسی بھی کسوٹی پر پرکھ لیں تو حقیقت ایک ہی ہے کہ یہ ہرگز Leader نہیں بلکہ Misleader ہیں۔ ان سے بڑا شیطان کا کوئی ''ولی'' نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ملحوظ رہے کہ اس روئے زمین پر انسانی جان، مال اور آبرو کی غارتگری جس حد تک ان اولیاء شیطان نے کی ہے اور کر رہے ہیں یہ وحدت کے بعد اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اپنے اقتدار کی سرمستی میں سرشار رہنے کے لیے یہ اولیاء شیطان انسان کو بڑے گھمبیر فتنوں میں الجھائے رکھتے ہیں۔ آئین پر کاربند رہتے ہیں۔ ظاہراً یہ آئین بہبود انسانی کا آئینہ دار بنایا جاتا ہے لیکن در پردہ یہ ابلیسی طرزِ حکمرانی ان کی فرعونیت، چنگیزیت اور یزیدیت کو تحفظ فراہم کرنے پر مامور ہوتی ہے۔

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چُن چُن کر بنائے مسکرات
(اقبالؒ)

یہی نہیں بلکہ ابلیس مردود اپنے مفسدانہ تدبر سے ایسے گر سکھاتا ہے جس سے رعایا اپنی مجرمانہ غلامی میں ہی مست ہو کر بے غیرتی پر اکتفاء کر لیتی ہے۔

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
(اقبالؒ)

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ اصلاً یہ ملوکیت/ بادشاہت ہے۔ وقت کے ساتھ کچھ تمدّنی رنگ اس میں شامل ہوتے رہتے ہیں لیکن اس کا ابلیسی جوہر ہمیشہ غالب نظر آتا ہے۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیراز نوائے قیصری
(اقبالؒ)

انسانوں پر اللہ ذوالفضل العظیم کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ وہ انہیں قائدانہ صلاحیتیں عطا فرماتا ہے۔ اور عوام کو اُن کی اطاعت کا پابند بنا دیتا ہے۔ پھر ربِ ذوالجلال نے اس قیادت کو

Marfat.com

امانت قرار دیا۔اس لیے کہ حکمرانوں کا کام اللّٰہ خیر الرازقین کی نعمتوں کو اپنی رعایا تک امانتاً پہنچانا ہوتا ہے کیونکہ یہ عوام کا دینی اور آئینی حق ہوتا ہے اور حاکمین کا فرض ہوتا ہے۔ملحوظ رہے کہ کوئی حاکم دنیا میں امانتداری کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک اُس کی شخصیت پر تقویٰ کا غلبہ نہ ہو یا پھر آئینی طور پر کڑے احتساب کی تلوار اُس کے سر پر نہ لٹک رہی ہو۔اس کے علاوہ شیطان کی کرپا سے اگر کسی انسان کا ہوس و طمع اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ دنیا کے مال و متاع کے خزانے جمع کرنے کا متمنی ہو۔یہی نہیں بلکہ وہ عملاً ثابت کر دے کہ اس مراد کی بجا آوری کے لیے لاکھوں کا خون بہانا اور آبادیوں کو تاراج کرنے سے بھی وہ دریغ نہیں کرے گا۔

یہاں ایک قرآنی اصول کا اعادہ کرنا یقیناً برمحل ہوگا کہ ہدایت خُداوندی کا باطل انسانی نظریات پر مبنی دستور ہے۔اب تصور کریں کہ جو نظریات مشرکوں، منافقوں، سود خوروں، شرابیوں، زانیوں اور جواریوں کے ذہنوں کی پیداوار ہوں تو ان سے فساد و غارتگری کے سوا عافیت کی توقع رکھنا عظیم ترین اور مطلق جہالت ہے۔آج کے دور کی بین الاقوامی غارتگری دیکھ کر شیطانِ لعین نے خود بارگاہِ خُداوندی میں یہ ''عرضداشت'' پیش کی ہے۔

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک
(اقبالؒ)

نہ صرف انسانی تاریخ بلکہ ہدایتِ قرآنی بھی جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر انسانوں کو بتا رہی ہے کہ انسان قہر و غضبِ خُداوندی کا شکار ہمیشہ لٹیرے حکمرانوں کی بدولت ہوا اور آج تک اسی شد و مد سے ہوتا چلا جا رہا ہے۔انسانی تاریخ کا یہ پہلو اتنا بھیانک و سنگین، تباہ کن اور ہلاکت خیز ہے کہ انسانیت کبھی بھی نہ اس کا اظہار الفاظ میں بیان کر سکے گی نہ ہی کبھی اس کی سنگینی کا اندازہ و احساس کر سکے گی۔یہاں میں معاملے کی نوعیت کو حقیقی معنوں میں اجاگر کرنے کے لیے ایک قرآنی انکشاف کا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس میں ربِ قدوس نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ خود

Marfat.com

شیطان لعین کے لیے اتنی کامیابی غیر متوقع ہے۔

قرآن: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا

ترجمہ: اور ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا نیتجتاً / پس اُن لوگوں نے اُس کی پیروی کی۔
(سبا34: آیت نمبر20)

اس مضمون کا اگر آپ قرآنی سیاق وسباق میں جائزہ لیں گے تو معاملہ واضح ہوگا کہ قوم سبا پر اللہ تبارک نے اپنے بے پناہ فضل وکرم کے دروازے کھول رکھے تھے۔ جب جب قوموں کو وسائل کی آسودگی نصیب ہوتی ہے تو ابلیس لعین انہیں عیاشی کے علاوہ سرحدوں کی توسیع پر اکساتا ہے۔ چونکہ ملوکانہ ذہنیت رکھنے والے ہی شیطانی نظریات کو سراہتے ہیں اور پیروی پر یکسر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ طاقت کے نشے میں دھت اور ابلیس مردود کی جھوٹی امیدوں کے بھروسے، سکندرانہ تمنائے خام لیے، خلق پر کرب والم مسلط کرتے رہتے ہیں اور اپنا گھر بھی پھونک دیتے ہیں۔ یہ وہ تاریخی واقعات ہیں جن کی بدولت شیطان لعین کو ظن سے گزر کر یقین پیدا ہوا کہ وہ قومی بلکہ بین الاقوامی سطح تک فساد برپا کر کے انسانیت کی غارتگری کا باعث بن سکتا ہے۔

ملوکیت کے وحشیانہ خدوخال:

حزب الشیطان کے وہ اراکین جو وحشتوں اور خباثتوں میں بالفعل کمال کی سند حاصل کرلیتے ہیں تو فریب وفساد اُن کے رگ وپے میں سرایت کرجاتا ہے۔ اپنی چنگیزانہ بربریت سے انسانیت کو روندتے کچلتے ملوکیت کی لگام تھام کر تختِ فرعونی پر براجمان ہوجاتے ہیں۔ اب اگر انہیں کائنات کا خالق ومالک "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے غفلت میں ڈالے رکھا" کی نوائے حق سے قدم قدم پر جھنجھوڑتا رہے ان پر ہرچند اثر ہونیوالا نہیں کیونکہ شیطانی تربیت نے اندھا، گونگا اور بہرہ کردیا ہے۔ پسماندہ ودرماندہ مخلوق اسی دن ان سے نجات پائے گی جب قبر کی مٹی ان کا پیٹ بھرنے کے لیے اور نارِ جہنم ان کے شیطانی تکبر کو پگھلانے کے

Marfat.com

لیے انہیں آغوش میں لے گی کیونکہ شیطانی تکبر یعنی ملوکانہ جبر کروڑوں اربوں سال جہنم کی آگ میں جل کر بھی معدوم نہیں ہوتا۔ یہ ابدی جہنم انہوں نے اپنے صوابدیدی اختیار اور شیطان پرستی کے سبب کمائی۔ اب ملوکیت کے اُن خدوخال کا جائزہ لیں گے جن کے نتیجے میں انسانوں نے ہمیشہ پسماندہ اور بدترین ذلت آمیز غلامانہ زندگی گزاری اور گزارتے رہیں گے۔

☆ مُلوکی رہزن، رہبری کے پیرہن مین، ہمشہ دھونس ودھاندلی کے ذریعے فرعونی تختِ طاؤس پر براجمان ہوتا ہے جس سے اس کی چنگیزیت اور یزیدیت فوراً منعکس ہو جاتی ہے۔

☆ ایسا بہروپیا رہزن واضح طور پر جانتا ہے کہ اُس کے فرعونی عزائم اُس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے جب تک تمام مقتدر اداروں کی قوت اس کی مٹھی میں نہ آجائے۔ یہاں وہ آئینِ شیطانی سے ہدایت لیتے ہوئے سفلہ پروری اور سفلہ نوازی کے رہنما اصول پر عمل پیراء ہوتا ہے۔ وہ ابلیس مردود کی پارٹی سے اپنے ایسے اسفل سافلین کا انتخاب کر کے انہیں عظیم عہدوں پر فائز کر کے خیانت کے فرائض سونپ کر اُن کا اختیار غصب کر لیتا ہے۔ یوں تمام اداروں کی قوت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جس کی عقل پر شیطانِ لعین نے پہرے قائم کر رکھے ہیں۔

☆ خُدائی قانون ہے کہ انسانیت کسی آئین و دستور کے بغیر نہیں چل سکتی۔ جب انسان خُدائی دستور کو پسِ پشت ڈال دیں تو اس کے بعد ایک ہی دستور باقی بچتا ہے جو ابلیس کی مجلسِ شوریٰ میں وضع ہوتا ہے جس کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے۔

حاصلِ آئین و دستورِ ملوک؟
دہ خُدایاں فربہ و دہقاں چو دوک
(اقبالؒ)

ترجمہ: ملوکی دستور و آئین کا حاصل کیا ہے؟ گاؤں کے مالک موٹے تازے اور کسان چرخے کا تکلہ اس ابلیسی آئین کے طاغوتی اصول و ضوابط ملاحظہ ہوں۔ جھوٹ ان کا خُدا ہوتا

Marfat.com

ہے جس کی حاکمیت قائم کرنا ان کی عبادت ہوتی ہے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک اور رسولِ ہاشمی ﷺ سے بغاوت ان کا نصب العین ہوتا ہے۔

☆ چونکہ یہ خود شرابی، جواری، زانی، سود خور، غاصب، فاسق، بد دیانت وسفاک ہوتے ہیں لہٰذا قوم کی اخلاقی تعمیر کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔ بلکہ قوم کو اپنے ساتھ ہم آہنگ رکھنے کے لیے ان قبیح و مذموم اعمال سے گناہ کی قدغن ہٹا کر انہیں مباح و جائز قرار دے دیتے ہیں۔ نیتجتاً یہ خود سراپا شیطان بن جاتے ہیں۔ دراصل ابلیسِ مردود کی یہ سند حاصل کرنے کے بعد گناہ ہی کو اپنی عبادت تصور کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنی اس روشن خیالی کی بدولت دنیا پرستوں کے لیے نمونۂ کردار بن جاتے ہیں اور شیطان لعین اپنی سرخروی لے کر فراغت پاتا ہے اور کسی اور کی آخرت برباد کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جاتا ہے۔

☆ اس فرعونی ملوکیت میں خیانت دفساد ان کا مذہب ہوتا ہے۔

☆ غصب، استحصال اور سفاکیت ان کی طرزِ معیشت ہوتی ہے۔

☆ راہِ حق سے مخلوق کو بدظن کر کے اخوت کو پارہ پارہ کرنا، اپنی یزیدیت کی بالادستی کے لیے عوام کو پسماندہ رکھنا، وسائل و روزگار کے لیے انہیں ترسانا، اُن کی جان، مال اور آبرو سے نگہبانی کے پہرے ہٹا دینا، دشمنوں سے ساز باز کر کے اپنے وطن کو نقصان اور غیروں کو فائدہ پہنچانا وغیرہ ان کی سیاست ہے۔ اس سیاست میں شخصی آزادی کی بھرپور حمایت کی جاتی ہے اور اس کے فروغ پر خاطر خواہ وسائل صرف کیے جاتے ہیں۔

☆ یہ فرعونی ملوکیت انسانی کرداریت سے عجز و انکسار کو محو کرتی ہے اور سرکشی، خودسری کو پروان چڑھاتی ہے اور پھر اسی وصف کو اعتماد (Confidence) کا نام دے دیا جاتا ہے۔

☆ اس جمہوری ملوکیت کی ایک بدنما خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اس کے مزاج میں عدل و

Marfat.com

انصاف کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اس نظام میں جرم و گناہ کو فروغ ملتا ہے۔ صالحیت معدوم ہوتی چلی جاتی ہے۔ سوائے اللہ والوں کے انسان انفرادی اور اجتماعی سطح پر صرف ذلیل ہی ہوتا ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

☆ یہ سرمایہ دارانہ ملوکیت حکمرانوں کے وجود میں کب سرایت کرتی ہے جب وہ خیر الرّازقین کی رزّاقیت کا کفر کرتے ہیں۔ وہ خیر الرّازقین اس لیے ہے کہ وہ ہر مولود کی ولادت سے پہلے ہی اس کی ماں کے سینے میں دودھ جاری فرما دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب بھی اشیائے خورد کی کوئی نعمت پیدا فرماتا ہے تو اس میں غذا کے ساتھ ذریعہ غذا و خوراک بھی پیدا فرماتا ہے۔ مثلاً آپ ایک آم کھاتے ہیں تو اسی میں ایک مکمل ذریعہ خوراک یعنی پیڑ کا بیج موجود ہوتا ہے۔ اگر آپ ایک امرود کھاتے ہیں تو تقریباً سو یا اس سے بھی زیادہ درختوں کے لیے بیج موجود ہوتے ہیں۔

ایسے خیر الرّازقین پر ایک چڑیا کو تو توکل نصیب ہوتا ہے لیکن عقل مند انسان کو نہیں۔ چڑیا کسی بہت بڑے غلّے کے ڈھیر پر بیٹھے گی تو پیٹ بھرنے کے بعد آشیانے کو لوٹ آئے گی۔ ذخیرہ کرنے کے لیے کچھ بھی ساتھ نہیں لائے گی۔

میں غلّے کے ڈھیروں پہ کھاتی ہوں روز
نہیں چند دانے بچائے ہوئے
ہے ایمان کل بھی وہ رب رحیم
کھلائے گا اپنے کرم سے کریم

(سجّاد)

ایک چھوٹے سے پرندے کو خیر الرّازقین پر توکل ہے اسی لیے وہ غصب و استحصال کو عار نہیں کرتا۔ اس کے برعکس ایک انسان بلا ضرورت و بلا جواز بے پناہ مال و دولت اکٹھی کرنے

Marfat.com

کے لیے سراپا شیطان بن جاتا ہے۔

اس نظامِ ملعونہ میں حکمرانوں کی جادوگری یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عوامی اکثریت کا نمائندہ گردانتے ہیں۔ اپنی وحشیانہ سیاست کے مکروفن کو مؤثر ترین پیرائے میں استعمال کرنے کے لیے وہ عوامی جذبات سے کھیلتے ہیں۔ انہیں اپنے حیثانہ فکر وعمل سے باور کرواتے رہتے ہیں کہ ووٹ کا حق رکھنا ہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کا سبب ہے۔ درحقیقت یہی تصور اور نظریہ اسلامی روح کی ضد مطلق۔ اسلامی فلسفۂ حیات میں اکثریت یا اقلیت کی کوئی بحث نہیں۔ اسلام اپنی حقانیت حق و باطل کی بنیاد پر قائم کرتا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے اگر ایک بھی شخص ''حق'' پر استقامت سے قائم ہوتو وہ تمام تر باطل انسانیت پر حاوی ہے اور ممتاز ہے۔ اسلام حق شناسوں کی قدر کرتا ہے اور باطل پرست محض فسادی وفتنہ گیر ہیں۔ اسی بناء پر شیطان پرست اکثریت کی رائے کو ماننا فساد کو دعوت دینا ہے۔ یہی وہ گوشہ ہے جہاں اسلامی نظامِ خلافت کی عظمت کی شیطنت کا امتیاز واضح ہوتا ہے۔

کارزارِ کربلا۔ احیاءِ دیں کا راستہ:

ملوکانہ رہبری بہر طور حیاتِ انسانی کا سنگین ترین المیہ ہے۔ انسانیت پر وارد ہونے والی کوئی مصیبت و بلا ایسی نہیں جس کے نزول کا سبب یہ ہوس کے دیوتا نہ ہوں۔ پوری قرآنی تعلیمات کا ماحصل بھی یہی ہے کہ ابنِ آدم کسی صورت بھی غاصبوں کا اقتدار قبول نہ کرے۔ حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے لے کر خاتم النبین ﷺ تک تمام ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے اپنے اپنے دور کے نمرودوں، فرعونوں، یزیدوں، چنگیزوں، بوجہلوں، شدّادوں اور بولہبوں کے خلاف ایک پیہم جہاد جاری رکھا اور انسانیت کو ان کے چنگل سے آزاد کر کے ایک فطری زندگی کی شاہراہ پر ڈالنے کی جُہد مسلسل جاری رکھی۔

Marfat.com

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی
(اقبالؒ)

انسان ایک ماتحت کی حیثیت سے جب کسی اپنی ہی نسل کے صاحبِ اقتدار و اختیار سے عنایات و نوازشات کی امیدیں وابستہ کرتا ہے اور اگر اس وابستگی میں باہمی خیانت کو تحفظ دینا اور اپنی ملوکانہ سرداریوں کو طول دینا مقصود ہو تو حاکم و محکوم ایک دوسرے کے دستگیر و پشت پناہ بن جاتے ہیں۔ یعنی بالفاظِ دیگر ادارے حاکموں کی لونڈیاں بن جاتے ہیں۔

ابھی تک آدمی صید زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے
(اقبالؒ)

اس روئے زمین پر داستانِ حرم یعنی تاریخ اسلامی بے شمار رنگینیوں کی حامل ہے۔ ان قدسی رنگوں سے مزین ایک واقعہ کربلا ہے اُس واقعہ کے متعدد روحانی پہلو ہیں جن کا فہم صرف اہلِ معرفت کو نصیب ہے جس کی بحث کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ میں ایک عمومی درسِ عبرت تھا جسے نہ کسی نے جاننے کی کوشش کی نہ سمجھنے کی کاوش نظر آئی اور نہ اُسے اختیار کرنے کی روش کا کوئی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

میدانِ کربلا میں سیّد کونین ﷺ کے عظیم العظیم اہلِ بیتِ اطہار نے امت کے لیے درسِ عبرت چھوڑا کہ اپنا سب کچھ قربان کر دینا لیکن کسی طور بھی ملوکانہ قیادت قبول نہ کرنا کیونکہ اس دنیا میں ہونے والی جملہ غارتگری کے پیچھے ہمیشہ بے دین رہزنوں کی فرعونیت اور چنگیزیت کار فرما رہی ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اُمتی اپنے سیاسی ولولوں اور امنگوں میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ دعوئے تو اہلِ بیت اطہار سے عشق کے کر رہے ہیں لیکن ڈھونڈ ڈھونڈ کر یزیدوں کی رہبری

Marfat.com

اپنے اوپر خود مسلط کر رہے ہیں۔ یہ بناوٹی عشق کسی ایک مسلک پر موقوف نہیں ہے بلکہ جمیع امت کا قلبی مرض ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد جب تک امتِ محمد ﷺ کو عمر بن عبدالعزیزؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، محمود غزنویؒ، ٹیپو سلطانؒ اور طارق بن زیادؒ جیسے اکابر صالحین کی رہبری نصیب رہی تو انسانیت پر صالحیت کا راج رہا۔ جیسے ہی دنیا پر مطلق العنان جمہوری ملوکیت کا جابرانہ، ظالمانہ نظام مسلط ہوا تمام دنیا کے سیاسی ایوانوں، بشمول تنظیم اقوام متحدہ، میں تو امن، محبت، رواداری اور انسانی اخوت کی میٹھی میٹھی باتیں شروع ہوگئیں جیسا کہ ان کے گرو ابلیسِ لعین و مردود نے انہیں سکھایا لیکن منہ میں رام رام کی مالا جپنے والے ان وحشی رہزنوں نے ایوانوں سے باہر بغل میں دبی چھریاں جب نکال کر انسانیت پر چلانی شروع کیں تو پوری دنیا میدان کارزار بن گئی اور پورے عالم نے دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھ لیا کہ شیطانی نظام قتل و غارت کی حکمرانی ہے۔ سراپا فرعونیت، چنگیزیت و یزیدیت ہے۔ کاش یہ امت علامہ محمد اقبالؒ کے یہ چند اشعار اسلامی نصاب میں شامل کرلیں تا کہ ہماری آئندہ نسلیں انتخابات کے وقت رہبر و رہزن میں تمیز کرنے کی بصیرت و غیرتِ دینی کا بھرپور مظاہرہ کرسکیں۔

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیراز نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایت و حقوق
طبّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمئی گفتارِ اعضائے مجالس الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

Marfat.com

جیسا کہ میں بارہا یہ نشاندہی کر چکا ہوں کہ ابلیس مردود صرف ورغلاتا اور بہکاتا ہی نہیں بلکہ ارتکابِ گناہ و جرم کے بعد وہ اپنے شکار کو مطمئن بھی رکھتا ہے اور یہی اُس کے فریب وفن کا کمال ہے اور یہی طمانیت انسان کا سب سے بڑا وبال ہے۔ ہم بنظرِ غایت دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پان کھانے کا عادی ہو جائے تو اس خلیفۃ اللہ کی یہ غلامی نفس واقعی دعوتِ فکر دیتی ہے کہ ایک فضول عادت کا پجاری اپنے خالق مالک اور رازق سے کس قدر لاتعلق ہے۔

ملوکانہ ظلم و جبر اور اس کے بھیانک ترین انسانیت سوز اثرات تو مفصل بیان ہو چکے لیکن اب ان انسانوں کی تقدیر کا فیصلہ بھی سُن لیا جائے جو ایسے غاصبوں اور سفاکوں کی کسی نہ کسی طور حمایت و پشت پناہی کرتے ہیں یا ان کی بددیانتیوں کو دیکھتے، سمجھتے بوجھتے کان لپیٹ کر بے حسی و غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ ایسے رہزنوں کو ووٹ دینا بھی اُن کی بھرپور پشت پناہی ہے۔ کاش ایسے غیرت دینی سے عاری اور بدمست مسلمانوں کو کوئی قرآن کا خُدائی فیصلہ سُنا دیتا کہ دنیا میں ان کی حمایت کرنے والے میدان حشر میں بھی اپنے ان بہروپیے رہبروں کے ساتھ کھڑے کیے جائے گے۔

قرآن: يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ

ترجمہ: وہ دن جب ہم پوری انسانیت کو ان کے پیشوا/رہبر/قائد کے ساتھ بلائیں گے۔
(بنی اسرائیل 17: آیت نمبر 71)

الغرض پوری انسانی تاریخ کا ایک ایک حرف گواہِ ناطق ہے جو ملوکیت و منافقت کی وحشیانہ غارتگری کی ہمہ جہت و ہمہ گیر منظر کشی کر رہا ہے اور بلاشک وشبہ اس کا محرکِ اعظم شیطانِ لعین ہے۔ اسی تاریخ میں ایک باب پاکستان سے متعلق بھی ہے جس میں چند اقتصادی غارتگروں کی سیاہ کاریوں کے ابلیسی کارنامے رقم ہیں۔ زمانہ ان اقتصادی غارتگروں کو (Economichitmen) کے نام سے جانتا ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے ازلی دشمن ایک آسودہ قوم کی ترقی کے لیے ہزاروں ارب ڈالر قرضہ لیتے ہیں مگر قوم ترقی کے بجائے غربت کی

Marfat.com

دلدل میں پھنستی چلی جاتی ہے۔ایسی شیطانی رہبری میں نظامِ تعلیم کا پہیہ اُلٹا چلا دیا جاتا ہے۔ تعلیمی ادارے کھنڈر بنتے چلے جاتے ہیں تاکہ طلباء کو سازگار ماحول میسر نہ آسکے اور حصول علم سے برگشتہ رہیں۔لوگوں کے پاس سند تو علم کی ہو مگر ان کی فکر و عمل جہالت کی آئینہ دار ہو۔

میگا صنعتی اداروں کو خسارے میں تحلیل کر کے اپنی آف شور کمپنیاں قائم کر لی جائیں۔ خود ٹیکس نہ دیا جائے بلکہ سرمایہ داروں سے ٹیکس کی بجائے سیاسی پارٹیاں چلانے کے لیے فنڈز وصول کیے جائیں۔عوام میں حرام کمائی کے ذرائع کو فروغ دیا جاتا ہے تاکہ عوام بھی خائن بن کر اپنی تنگدستی کا ازالہ کرتی رہے اور اپنے رہزن قائدین کی ہم رکاب رہے۔

ان اقتصادی غارتگروں کے شیطانی کارنامے اگر پوری تفصیل سے رقم کرنے ہوں تو یقیناً کئی زندگیاں درکار ہوں گی۔ میرا مقصود تو ہر مجرمانہ عمل کے پیچھے کارفرما شیطانی تحریک و ورغلاہٹ کی نشاندہی کرنا ہے اور یہ سمجھانا ہے کہ ہر جہنم کمانے والا انسان شیطانِ لعین و مردود کی عداوت کو یکسر صرفِ نظر کر کے بیٹھا ہے۔اس معاملے کا سنگین و گھمبیر پہلو یہ ہے کہ عداوت کی پاداش میں دنیا کی محبت نصیب ہو رہی ہے۔ دِل پتھر کے ہو گئے تو اپنی راحت کے سوا غم دنیا سے خلاصی مِل گئی۔اسی کو قرآنِ کریم ''متاعِ غرور'' یعنی دھوکے کا سامان گردانتا ہے۔

مطلق العنان سراپا شیطان:

جس عالم میں ہر ہر انسانی فکر اور ہر ایک عمل کسی مقصد سے وابستہ ہو وہاں اللہ حکیم و علیم نے جمیع انسانیت کا مقصدِ حیات بندگی کو مقرر فرمایا۔ بندگی مشروط ہے عاجزی سے۔عجز معراج ہے حسنِ اخلاق کا۔عاجزی فنائیت نفس کی مرہون ہے۔عاجزانہ مزاج والے شیطانی دسترس سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور محبوب ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس شیطان کی مفسدانہ روش کو شعار بنانے کے لیے انسان کا مطلق العنان یعنی بے لگام، خودسر، خود غرض، بے رحم و سفاک ہونا لازم ہے۔اس کی تفصیل میں جانے کی مطلقاً

Marfat.com

ضرورت نہیں کیونکہ تاریخ انسانی گواہِ ناطق ہے کہ ذوالعجز کے اعمال اوران کے نتائج نے انسانی زندگی پر کیسے فلاحی اثرات مرتب کیے اور مطلق العنان مفسدین نے کس حد تک امنِ عالم اور معاشی نعمتوں سے انسان کو محروم رکھا۔ افسوس صد افسوس! کہ انسانی تاریخ کے بے شمار اوراق یا تو پیہم خونریزی سے گھرے سرخ ہیں یا مفسدین کی کالی کرتوتوں سے گھرے سیاہ ہیں۔

...... عاجزی صابرین کا وصفِ حمیدہ ہے۔

...... مطلق العنانی بے صبرے اور گھمنڈی غارتگروں کا وصفِ ابلیسی ہے۔

ظلم ہی حقیقی ظلمت ہے:

قرآن حکیم کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کے رسول ﷺ اور حقیقی مومن یعنی اولیاء و صوفیاء کرام انسانیت کو ظلمت سے نکال کر نور میں داخل فرماتے ہیں۔ اس کے برعکس شیطانِ لعین و مردود کی جان توڑ کوشش انہیں نور سے نکال کر ظلمتوں میں بھٹکانا ہے تاکہ وہ جنت کی راہ نہ پا سکیں اور اسی اندھیرے میں میسر آنے والی تمام لذتوں سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔ انہی ظلمتوں میں خواہشات کی اندھا دھند تکمیل ہی درحقیقت ظلم ہے۔ "ظلم" کی اصطلاح قرآنِ مجید میں کثرت سے استعمال ہوئی ہے۔ اس کی حقیقی تعریف اور معنویت کو سمجھے بغیر تزکیہِ نفس کی منازل طے نہیں ہوسکتیں۔

جمہوری علماء نے اس کی ایک مبہم سی تعریف پیش کی ہے جس سے واضح حق آگاہی نصیب نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے کہ دینِ حق کو علمی بنیادوں پر نہیں سمجھا جاسکا۔ میرے وجدانہ ذوق کے مطابق ظلم اللہ احکم الحاکمین کے احکامات کی نافرمانی اور اعمالِ صالحہ کی ضد کو کہا جائے گا۔ علماء کی تعریف درحقیقت اس کی عام فہم وضاحت ہے جو عوامی سطح پر اس اصطلاح کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس کو مزید سمجھنے کے لیے چند حقائق کو جان لیں کہ اللّٰہ علیم و حکیم نے اعمال کو بھی تخلیق فرمایا ہے۔ اُس نے ہر عمل کو کسی مقصد کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ یعنی ہم ہر عمل کسی مقصود کو پانے کے لیے کرتے ہیں۔ ہمارے اعمال نتائج پیدا کرتے ہیں۔ نتائج اثرات رکھتے ہیں جو افراد اور معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں ظالمانہ اعمال تخریبی نتائج پیدا کرتے ہیں۔ زوال معاشرت کا سبب بنتے ہیں اور پھر ہر انسانی جان اس تخریب کی زد میں آتی ہے۔

اب اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر کار یا موٹر سائیکل رکھنے والا جانتا ہے کہ ان کے انجن میں ایک خاص قسم کا گاڑھا تیل ڈالا جاتا ہے جسے عام اصطلاح میں موبل آئل (Lubricant) کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹینکی میں پٹرول ڈالا جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں جب عین ہدایت کے مطابق استعمال کی جائیں تو تعمیری فوائد نصیب ہوتے ہیں اور اگر بے جا استعمال (Abuse) ہوں تو تخریب کاری کا سامان بن جائیں گی۔ یقیناً وہ اشیاء جو درست استعمال پر فائدہ بخش رہی تھیں غلط استعمال پر گاڑی کی قابلِ لحاظ خرابی کا باعث بنیں گی۔

اب یہاں ایک دانشمندانہ نکتہ ہے کہ ارتکابِ ظلم کے بعد بھی توفیقِ حق سے اصلاح کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ یعنی غلطی کا احساس ہو جانے پر اگر اصلاحی اقدامات کیے جائیں تو یقیناً مکمل تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔ تاخیر میں تخریب کا امکان بڑھتا چلا جائے گا۔

ظلم درحقیقت نفسِ امّارہ کی مفسدانہ شرارتوں کا شاخسانہ ہے جس پر عملدرآمد کے لیے ورغلاہٹ اور تحریک شیطانِ لعین فراہم کرتا ہے تاکہ اس کے نتائج واثرات سے معاشروں پر ظلم کا راج ہو۔ یہ راج آئینہ دار ہوگا اس حقیقت کا کہ:

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا
(اقبالؒ)

Marfat.com

احساسِ زیاں کی موت معاشرے سے صالحیت کا اُٹھ جانا ہے بلکہ قوی دلیل ہے زوالِ معاشرت کی۔ جب یہ ظلم پوری قوم کو لپیٹ میں لے لے تو ثابت ہوا کہ ظلم کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہونیوالے بچے کھچے صالحین سے بیزاری ونفرت کا اظہار کرتے ہیں۔

چونکہ کردار سازی کی ذمہ داری انسان کی ہے۔ اس ضمن میں اسے تمام تر صلاحیتوں سے بھرپور طور پر نوازا گیا ہے۔ نیکی کا فروغ اور بُرائی کی روک تھام یہ انسان ہی کی ذمہ داری ہے۔ اس میں کورنہمی، غفلت اور کوتاہی کے نتائج انسان کو ہی بھگتنا پڑیں گے۔ یہی نہیں بلکہ ان سے نجات کے لیے جہادِ اصغر و اکبر انسان ہی کو کرنا پڑے گا۔ اس ضمن میں دین کے احکامات نہایت واضح ہیں۔

قرآن: وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ: اور اللہ نہیں ہدایت فرماتا ظالمین کی قوم کو۔ (الِ عمران 3: آیت نمبر 86)

قرآن: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ: اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ (الِ عمران 3: آیت نمبر 140)

مذکورہ بالا آیات کسی بھی دردمند اور حساس انسان کا دل دہلا دینےکے لیے کافی ہیں۔ کیا عجب نہیں؟ کہ نائب خدا ہو اور اپنے معبودِ حقیقی کی نصرت ومحبت سے محروم ہو۔ یہی دلیل ناطق ہے کہ کرۂ ارضی پر برپا ہونے والے ہر فساد کے پیچھے ظلم کارفرما ہے اور ہر غارتگری کے پیچھے کوئی ظالم کارفرما ہے۔

نفسِ امارہ کی سرشت میں دو بنیادی اوصاف ہیں جو انسان کو شرفِ انسانی سے گرا کر جانوروں سے بدتر بنا دیتے ہیں۔

قرآن: اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

ترجمہ: بے شک (یہ انسان) ظلم، جہالت پرست ہے۔ (الاحزاب 33: آیت نمبر 72)

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں لفظِ "كَانَ" استمرار یعنی ہمیشگی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

Marfat.com

یہی لفظ دلالت کرتا ہے ظلم وجہالت کے سرشت ہونے میں۔ انہی کی بدولت انسان متاعِ دنیا کے ہوس میں مبتلا ہوتا ہے۔ دہشت گردی اور غارتگری کے جوہر یہی دو اوصاف ہیں۔

الغرض ظلم ایک ایسا عمل ہے جو جہالت کے بل بوتے پر سرزد ہوتا ہے۔ ظلم کا ایک کرشماتی پہلو یہ بھی ہے کہ ظالم ظلم کے شرور کو سمجھنے بوجھنے کے باوجود اس کا ارتکاب کرتا ہے اور یہی مطلقاً جہالت ہے۔ اب اس مرحلہ فکر پر غور طلب بات یہ ہے کہ جب یہ سرشت کی خصوصیات ہیں تو پھر انسانی بے بسی حق بجانب ہے۔ لیکن! ایسا ہرگز نہیں کیونکہ یہ ربُّ الرحمٰن کی عظیم شانِ کریمی ہے کہ وہ ہر دور میں ایسے ابرار ونعیم پیدا فرماتا رہتا ہے جو نورِ ہدایت کی روشنی میں طالبین حق کا تزکیہ فرماتے ہیں۔ درحقیقت یہ تزکیہ مجاہدوں اور ریاضتوں پر مبنی ایک تربیتی پروگرام ہوتا ہے جو نفسِ امارہ کو زیر کرنے کے لیے بروئے کار لایا جاتا ہے تا کہ انسان شیطانِ لعین کے تسلط سے بچ سکے اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ حقِ بندگی ادا کرنے کے لیے کوشاں ہو جائے۔

ظلم کے معاملے میں اللہ الرحم الراحمین نے اپنے لیے جو آئینِ کریمی اختیار کیا ہے وہ اس کی چند عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک ہے۔ ہم اس کی قدردانی اس لیے نہیں کر پاتے کہ ہم نے اسے شعوری سطح پر سمجھنے کے لیے قرآن وسنت میں تدبر ہی نہیں کیا اور نہ ہی یہ محسوس کرنے کی کوشش کی کہ دنیا میں کثرت کا جنوں رکھنے والے انسان کو آخرت میں صرف ایک ہی شئے درکار ہوگی جو کہ ''مغفرت'' ہے!!!

اس ضمن میں رب کی شانِ کریمی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ظلم کا ارتکاب کرتا ہے تو ظالمانہ عمل کے سرزد ہونے کے باوجود اس کا مرتکب شخص فوراً ظالم قرار نہیں پاتا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت اُسے مہلت عطا فرماتی ہے۔ اُس کی توبہ کا انتظار کیا جاتا ہے۔ ندامت کے غلبے میں توبہ کرنے والے کا گناہ بھی بخش دیا جاتا ہے اور وہ فضلِ ربی سے ظالم بھی شمار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس کوئی شخص ارتکابِ ظلم کے بعد توبہ نہیں کرتا اور ظلم ہی کو شعار بنا لیتا ہے۔ تو سمجھ لیں کہ ظلم رواء رکھنا شیطانی عبادت کے مترادف ہے جس کے لیے شیطانِ لعین ومردود ہر لمحہ جان مارتا ہے۔ اسی

Marfat.com

حقیقت کو قرآنِ حکیم نے یوں آشکار فرمایا:

قرآن: وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

ترجمہ: اور جس نے بالکل توبہ نہ کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (الحجرات 49: آیت نمبر 11)

ظالم، ظالم کا ولی ہوتا ہے یعنی دستگیر و پشت پناہ۔ ان کی قانون شکن ذہنیت کسی قانون پسند کی دوستی کو خاطر میں نہیں لاتی۔ یہ اپنی پست سیرتی اور سطحی ذہانت کے امتزاج سے قومی اور بین الاقوامی سطح تک بھی اپنی اجارہ داریاں قائم کرنے پر اپنی بھرپور شیطانی بصیرت و توانائی صرف کرتے ہیں۔ یہ اس دنیا کی کتنی بڑی حقیقت اور کتنا واضح خُدائی قانون ہے کہ ظُلم کا فروغ معاشروں سے امن و سکون چھین لیتا ہے۔ ذہنی انتشار، بے یقینی اور بے مقصدیت کا راج قائم ہو جاتا ہے۔

اب ذرا ظلم کی تعریف کو ذہن میں رکھتے ہوئے تصور کریں کہ کسی قوم میں ہر شعبے اور طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد اجتماعی طور پر ظالم ہو جائیں تو یقیناً وہ قوم نہ صرف برباد ہوتی ہے بلکہ غیروں کی غلام بھی بن جاتی ہے۔ مثلاً اگر صاحبانِ اقتدار و اختیار شیطانی عبادت یعنی ظلم اختیار کرلیں تو قوم ترقی اور خوشحالی کی بجائے تنزلی اور بدحالی کا شکار ہوتی ہے۔

کوئی تصور اس تخیل سے لاچار نہیں کہ اگر حکمران طبقہ اور نوکر شاہی بددیانتی کا ظلم اختیار کرلیں تو ترقی اور خوشحالی کا پہیہ اُلٹا گھومنے لگ جائے گا۔ اطباء یعنی ڈاکٹرز ظالم ہو جائیں تو امراض کو فروغ نصیب ہوگا، شفاء حسرت و یاس بن کر رہ جائے گی۔ جب انجینئر ظالم ہو جائیں گے تو مشین کی حکمرانی قائم ہو جائے گی اور مشینی آلات احساسِ مروّت کو کچل کر رکھ دیں گے۔

ہے دِل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

(اقبالؒ)

Marfat.com

جب تعلیمی شعبہ ظالم ہو جائے تو معرفت کی راہ ناہموار ہو جاتی ہے اور تعلیمی ادارے سرمایہ دارانہ جنون اور پڑھے لکھے جاہل پیدا کرنے لگتے ہیں۔ علماء جب ظالم ہو جائیں تو قوم کے اخلاق کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ خارجیت فروغ پاتی ہے۔ چند عبادات کے زعم میں مبتلا لوگ حق کو پسِ پشت ڈال کر ظن و گمان کی بنیاد پر بدعقیدگی کا شکار ہو جاتے ہیں اور فرقہ واریت پنپنے لگتی ہے۔ والدین اگر ظالم ہو جائیں تو ان کے آنگن جرم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ مجرمانہ صفت اولاد جب گھر کی چار دیواری سے باہر قدم رکھتی ہے تو حسنِ معاشرت کو جھلسا کر انتشار پھیلا دیتی ہے اور یوں نتیجتاً معاشرے سے مقصدیت معدوم ہو جاتی ہے۔ جب اولاد ظالم ہو جائے تو قطع رحمی کی تلوار تمام رشتوں کو کاٹ کر پارہ پارہ کر دیتی ہے پھر کچھ بھی نہیں بچتا، یہاں تک کہ ربِ ذوالجلال کا پیغام اس انداز سے ملتا ہے۔

قرآن: وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۝

ترجمہ: اور اللہ نہیں ہدایت فرماتا ظالمین کی قوم کو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہو اللہ کی، فرشتوں کی اور جمیع انسانیت کی۔ (آلِ عمران 3: آیات نمبر 86, 87)

مذکورہ بالا حقائق کو ان آیاتِ مبینہ کے تناظر میں دیکھیں، پھر شعوری تجزیات کی روشنی میں منطقی اور فلسفیانہ بنیادوں پر طے کرنے کی کوشش کریں کہ ظلم کے گھناؤنے اثرات افراد سے گزر کر جب قوموں کو لپیٹ میں لیتے ہیں تو سب سے پہلے وہ قوم اپنے ربِ کریم کی کریمانہ ہدایت سے محروم ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ قوم کی جمعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ قوم افراد میں بٹ جاتی ہے۔ تفریق کا ہر ہر عنصر آدمیت کو پامال کر دیتا ہے اور بلاشک وشبہ ایسی قوم ہر اعتبار سے ''ضالین'' کے زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ عدل وانصاف معاشروں سے معدوم ہو کر صرف لغت کے صفحات تک محبوس ہو جاتے ہیں۔ جان، مال، آبرو راستے کا پتھر بن جاتے ہیں جسے ہر ظالم اپنی عیش طبع کیلئے جب چاہے جہاں چاہے اور جیسے چاہے ٹھوکر مار سکتا ہے۔ چونکہ ظلم

Marfat.com

شیطان پرستی میں سرزد ہوتا ہے اور ظلم میں خیر کا عنصر سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا۔ ظلم میں ہلاکت خیزی اور غارتگری ہے۔ اسی لیے یہ اللہ عزوجل کی محبت و ہدایت سے محروم کردیے گئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، ملائکہ اور جمیع انسانیت کی لعنت ان چہروں پر نحوست کی صورت مسلط فرما دیتا ہے تاکہ ان کا جہنمی ہونا مخلوق پر بھی عیاں ہو جائے۔ یہی پیغام بزبان قرآن بھی ملاحظہ ہو۔

قرآن: وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے اور بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے ظالموں کا۔

(آلِ عمران 3: آیت نمبر 151)

اب ذرا غور فرمائیں کہ اگر ظالمانہ اعمال کا انجام دوزخ کی آگ ہے تو پھر اس عارضی و فانی دنیا میں ضبطِ نفس کر لینا ہی عقل مندی کی دلیل بن جاتی ہے۔ اسی بناء پر اسلام نے اسے جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ یہ ظلم کی بیخ کنی کرتا ہے، امن وخوشحالی کا ضامن ہے۔ اس کے برعکس ظلم ظالم کو جہنمی بنا دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ظلم سے انسانوں کی زندگی جہنم بنا دیتا ہے۔

چونکہ اس کائنات کا رب کریم ورحیم ہے لہٰذا وہ انسانوں کی زندگیوں میں فساد برپا کرنے والوں کو سرے سے پسند ہی نہیں فرماتا اور اُس کا ناپسند فرمانا کوئی معمول کی بات نہیں بلکہ یہ جہنم کا پروانہ ہے جو کہ موت کے وقت بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا۔

قرآن: وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ (آلِ عمران 3: آیت نمبر 140)

ملحوظ رہے! کہ قرآنِ حکیم میں سب سے زیادہ تذکرہ ایمان اور ظلم کا ہوا ہے۔ اس روئے زمین پر ایمان کی روشنی میں صادر ہونے والے ہر امن صالحہ کے پیچھے اللہ ذوالفضل العظیم کا فیض کرم ہے۔ اور! اس روئے زمین پر ہر ظالمانہ علم کے صدور کے پیچھے شیطانی تحریک و ورغلاہٹ کارفرما ہے۔ اسی بنیاد پر جمیع انسانیت دو ہی گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک گروہ ایمان والوں کا اور دوسرا غیر مسلموں کا۔ مومنین اللہ تبارک وتعالیٰ کے پسندیدہ اور کفار ناپسندیدہ

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ پسندیدہ لوگوں کے ذریعہ چونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کوفروغ ملتا ہے لہٰذا اُن کے لیے اُخروی جزا جنت ہے۔اس کے برعکس ناپسندیدہ کفّار کے ذریعے ظلم وفساد کوفروغ ملتا ہے لہٰذا ان کے لیے اُخروی سزا نار جہنم ہے جو صرف شیطان پرستوں کا ٹھکانہ ہے۔ یادرکھیں خُدا پرستی کے کسی عمل پر سزا نہیں بلکہ جزاء ہے اور شیطان پرستی کے کسی عمل پر جزاء نہیں بلکہ سزا ہے۔ مگر حقِ انتخاب اے انسان تیرے ہی پاس ہے۔

خودکشی شیطانِ لعین کی فتح ہے:

حیاتِ ارضی میں انسان کی محبوب ترین شئے اس کی زندگی ہے۔ وہ بدترین بیماری، معذوری اور مفلسی میں بھی مرنا نہیں چاہتا۔ درحقیقت اس جہانِ تگ و دو میں انسان کی سب سے بڑی قوّتِ جانفزاء ''امید'' ہے۔ جب تک اُسے خیر کی امید رہتی ہے وہ مصائب و بلاء سے لڑتا ہے۔ صبر وتوکل کا دامن تھامے رکھتا ہے۔

اس کے برعکس آپ بارہا پڑھ چکے ہیں کہ ابلیس مردود انسان کو ہمیشہ جھوٹی امیدیں دلاتا ہے۔ دراصل وہ تدریجاً انسان کو مکمل ناامیدی کی آگ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ یادرہے پُر امید انسان اپنے کفر کے باوجود بھی انسانیت کی عظمت کا علمبردار رہتا ہے جبکہ امید کا یکسر نابود ہوجانا مکمل ہلاکت ہے۔ موت کوانسان دو ہی صورتوں میں گلے لگاتا ہے۔ ایک تو اپنے مالک حقیقی کے عشق میں سرشار ہوکر اُس کے دین کی سربلندی کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر باطل سے ٹکرا جاتا ہے اور امر ہوجاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ انسان شیطان کی ورغلاہٹ کے نتیجے میں اور اپنے گردونواح کے انسانوں کی بے حسی کے سبب موت کو گلے لگاتے ہی جہنم کے گڑھے میں جاگرتا ہے۔ ملحوظ رہے کہ قرآنی ہدایت یہ واضح طور پر آشکار فرما چکی ہے کہ اپنی یا کسی کی جان کو ہلاک کرنا کرۂ ارضی پر سب سے بڑی خیانت ہے۔

Marfat.com

کوئی شخص، کبھی بھی، خودکشی کا ارتکاب نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو شیطانِ لعین کے سپرد نہ کردے اور نا امیدی کی بھیانک ظلمت اُس کے ایمان کی نورانیت کو قلب سے مکمل طور پر محو نہ کردے۔ خودکشی کا فیصلہ کبھی فوری طور پر نہیں ہوتا کیونکہ امید کا دامن انسان اتنی آسانی سے نہیں چھوڑتا خاص طور پر جب معاملہ زندگی کا ہو۔

''امید'' انسان کی کتنی بڑی طاقت ہے کاش انسان کو اس کا ادراک حاصل ہوجائے۔ اس مظہر قدرت کا ایک عجیب پہلو سامنے آتا ہے جہاں انسانی عقل بھی اس گرداب میں الجھی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ شیطانِ لعین و مردود بندے کی تمام دنیاوی امیدوں کو منقطع و معدوم کرنے کے لیے بھی ایک مافوق الفطرت امید کا سہارا لیتا ہے اور سہارا دیتا ہے۔ وہ تمام امیدوں کو نابود کرنے کے لیے مایوس انسان کو یہ امید دلاتا ہے کہ دیکھنا جب تو مرجائے گا تو یہ لوگ جو آج بڑی بے حسی اور لاپرواہی کا مظاہرہ کررہے ہیں، تیری جدائی میں انگاروں پر لوٹیں گے، تڑپیں گے، ان کا سکون برباد ہوجائے گا، ان کی زندگی اجیرن ہوجائے گی بلکہ ان کی زندگی تیری موت سے بھی بدتر ہوگی۔ ان کے مقابلے میں تو دنیا کے کرب وآلام سے نجات پاچکا ہوگا۔ تو دنیا میں بے پناہ دُکھ اُٹھا کر جارہا ہے تیرے غفور الرحیم رب کو تجھ پر ترس آجائے گا اور وہ تجھے معاف فرماکر جنت میں بھیج دے گا اور یہ تیرے میرزبوں اللہ تبارک وتعالیٰ کا قہر کمائیں گے۔

اے انسان اب بھی تدبر سے کام لے اور دیکھ کہ تیرا دشمن کس درجے کا کمینہ، رذیل، لعین، مردود اور گھٹیا ہے جو تیرے علاوہ اللہ وحدہٗ لاشریک اور رسولِ رحمت ﷺ سے پیہم جنگ چھیڑ کر بیٹھا ہے۔ افسوس کہ اپنی ابدی زندگی کو برباد کررہا ہے۔ اے انسان اللہ کے بھروسے پر اُٹھ اور اسے ہر لمحہ شکست پر شکست سے دوچار کرکے اپنی خلافت کی برتری ثابت کردے۔

فقہ ومعرفت شیطان پر غلبے کی ضمانت:

شرحِ صدر سے یہ امر منکشف ہوا کہ پیدائش سے موت تک ایک سفر ہے۔ اس سفر میں

Marfat.com

ایک ورد کی تعلیم فرمائی گئی ہے کہ بات بات پر زبان سے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن" کا کلمہ جاری رہے۔ جب زبان پر یہ جاری ہو تو اُس وقت قلب گواہی دے رہا ہو کہ پیدائش کی گھڑی سے ہی سفر آخرت یعنی واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ اسی بناء پر تقاضہ کیا گیا کہ گہوارے سے قبر تک علم حاصل کرو۔ اسی سفر میں ہر حقیقت مضمر ہے۔ یہی وہ سفر ہے جو ایمان بالغیب سے شروع ہوتا ہے اور شاہراہِ معرفت پر گامزن کر دیتا ہے۔ بلاشبہ فقیہانہ اور عارفانہ مجاہدہ کرنے والے ہی شرف و فضیلت کی منزلیں زینہ بہ زینہ طے کرتے ہوئے قرب و شہود کی منزل پر فائز ہوئے اور خلیفۃ اللہ ہونے کا حق ادا کر دیا۔

انہی عباد الرحمٰن کے سامنے شیطانِ لعین و مردود بے بس و لاچار رہا ہے اور رہے گا۔ معرفت کے خزانے تقسیم فرمانے والے آقا کریم ﷺ کا فرمان مقدس ہے۔

حدیث: مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ فِقْهٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے غور و فکر سے بڑھ کر کسی شئے کو فضیلت نہیں بخشی۔

بھلا اس شخص سے بڑھ کر کون عارف و فقیہہ ہو سکتا ہے جس کا شیطان مکمل فنا ہو چکا ہو۔ چونکہ کائنات کی ہر قوت و قدرت علم میں مضمر ہے لہٰذا منفی قوتوں کو زیر کرنے کے لیے مثبت اور تریاقی قوتوں کا ادراک ضروری ہے۔ اس محاذ پر معرکہ آراء ہونے والی سپر پاور زفقیہانِ دین اور عارفانِ حق ہی ہوتے ہیں اور ایسی فقیہانہ و عارفانہ بصیرت کا فیض یقیناً بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانِ پُر جلال ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے روایت فرمایا۔

حدیث: فَقِيْهٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ.

ترجمہ: ایک فقیہہ شیطان مردود پر ہزار عابدوں سے بھی شدید تر ہوتا ہے۔

(ترمذی، السنن، ابن ماجہ، السنن، طبرانی، المعجم الکبیر وغیرہ)

Marfat.com

اس فرمان ذی شان میں آقا کریم ﷺ نے ایک فقیہہ کی قوتِ عرفانی کو ہزار عابدین سے شدید تر قرار دیا ہے۔ اسی بنیاد پر راقم الحروف نے اس کتاب کا عنوان ''شیطانِ لعین کی معرفت'' تجویز کیا اور توفیقِ حق سے ایک فقیہانہ بحث سے اس لعین کو پہچاننے کے لیے دلائل قائم کیے۔

درحقیقت یہ بدقسمتی اور جہالت کی انتہاء ہے کہ جو دین بواطن ملکوتی سے حجابات اُٹھانے کے لیے فقیہانہ قوتوں کا ادراک و معرفت فراہم کرتا ہے اور دوسری طرف شیطان لعین پوری تندہی سے انسانی فکر و تدبر کو جکڑے رکھتا ہے۔ وہ لعین و مردود انسانی سوچوں کو لذّت آمیزی اور نفرت انگیزی کے گرداب میں جکڑے رکھتا ہے۔ جب فکر و تدبر معرفت کی بجائے گھٹیا خیالات کا ذخیرہ بن جائیں تو انسان غافلِ مطلق بن جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا خلیفہ نہیں رہتا بلکہ شیطان کا خلیفہ بن کر مخلوق کی غارت گری کا آلۂ کار بن جاتا ہے۔

یاربِ کریم معرفتِ قرآنی کے فروغ کے لیے قلبِ فقیہانہ عطا فرما تا کہ ہر مومن ''خود نگر و خودگر و خودگیر خودی'' کا پیکرِ اتم بن جائے اور دلوں میں عشقِ محمد ﷺ کا ولولۂ تازہ اور نورانیت راسخ ہو جائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ عبدہ المرتضٰی و رسولہ المجتبیٰ و نبیّہ المصطفیٰ وعلیٰ الہٖ مصابیح الدّجیٰ و اصحابہ نجوم الھُدیٰ و بارک وسلّم.

Marfat.com

ایمان بالغیب سے معرفت تک کا سفر ہی دین حق ہے

معرفت شیطانِ لعین

تصنیف:
سجاد مسعود قریشی

Marfat.com